1

الٓمٓ

آیئے قرآن سیکھئے

پروفیسر ڈاکٹر محمد عظیم فاروقی

پروفیسر مسرت عظمت فاروقی

عظیم پبلی کیشنز

آیئے قرآن سیکھئے

پروفیسر ڈاکٹر محمد عظیم فاروقی، پروفیسر مسرت عظمت فاروقی

آیئے قرآن سیکھیے

(آسان ترین فہمِ قرآن سلسلہ)

پارہ الم (۱)

مصنّفین و مؤلفین

پروفیسر ڈاکٹر محمد عظیم فاروقی

(پی ایچ ڈی علومِ اسلامیہ)

پروفیسر مسرت عظمت فاروقی

(ایم اے اسلامیات،عربی،انگریزی،اُردو،TEFL)

عظیم پبلی کیشنز

اسلام آباد. گوجرانوالہ

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

کتاب کا نام

آیئے قرآن سیکھئے

(آسان ترین فہمِ قرآن سلسلہ)

پارہ الم (1)

مصنّفین و مؤلفین

پروفیسر ڈاکٹر محمد عظیم فاروقی، پروفیسر مسرت عظمت فاروقی

بارِ اول

۱۴۴۰ھ/۲۰۱۹ء

صفحات	قیمت
۲۸۸	

ISBN: 978-969-9855-03-0

مرکزی دفتر

عظیم ایجوکیشنل کانفرنس | عظیم پبلی کیشنز

A-58، سیٹلائٹ ٹاؤن، گوجرانوالہ۔ ٹیلی فون: 055-3847070

اسلام آباد دفتر

راس آرکیڈ، آفس نمبر 9، گلی 124، سیکٹر G-13/4، اسلام آباد

انتساب

ارمغانِ نیاز بخدمتِ اقدس

سیدۂ کونین خاتونِ اول زوجہء ساقی حوضِ کوثر

دُخترِ یارِ غارؓ ام المومنین

طیبہ ءطاہرہ ءراضیہ، مرضیہ، عفیفہ، عتیقہ

رفیقہ ءامام الانبیاء والمرسلین ﷺ

حضرت **عائشہ صدیقہ** رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کی خدمتِ عالیہ و بارگاہِ ادب میں

بطور ہدیہ پیش کیا جاتا ہے

اللہ سبحانہ وتعالیٰ سیدہ کائنات کو مزید مقامِ رفیع سے سرفراز فرمائے اور آپ کے تصدق سے اللہ کریم ہر اہلِ ایمان کے سینہء گنجینہ کو نورِ قرآن سے روشن و منور فرمائے۔

آمین

پروفیسر ڈاکٹر محمد عظیم فاروقی

اظہارِ تشکر

اللہ رب العالمین کی بے پناہ حمد وثناء اور سرکار دو جہاں نورِ مجسم رحمتِ عالم ﷺ کی ذاتِ بابرکات پر لاتعداد درود وسلام کے بعد بارگاہِ ایزدی میں شکر گزار ہوں کہ جس کے کرم اور فضل نے اس کتاب کی تالیف وتدوین میں ہر قدم پر دستگیری فرمائی۔ اپنے جملہ اساتذہ کرام اور کرم فرماؤں کا بھی مشکور وممنون ہوں جن کی شفقت ومحبت اور دلجوئی اور حوصلہ افزائی نے ہر قدم پر ڈھارس بندھائی اور ہر قدم پر بھرپور سرپرستی کی۔ بالخصوص اپنی شریکِ حیات میڈم فوزیہ عظیم فاروقی اور ہمشیرہ محترمہ شاہدہ رشید فاروقی صاحبہ کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں۔ ان کے علاوہ بندہ عظیم ایجوکیشنل کانفرنس رجسٹرڈ پاکستان کے معتمد رفقاء جناب محمد نعیم انور فاروقی، جناب حافظ آصف رضا فاروقی، جناب وحید رشید فاروقی، جناب حافظ ڈاکٹر محمد عمران فاروقی، جناب حافظ محمد عمر فاروقی، جناب پروفیسر عمران خان فاروقی، جناب حافظ محمد ندیم فاروقی، جناب لیفٹننٹ کرنل نعیم فاروقی وغیرہم کو بھی ھدیہ تبریک اور تحسین پیش کرتا ہوں جن کی شب وروز معاونت اور تعاون اس عظیم مشن کی تکمیل کا سبب بنا۔ اللہ کریم ان تمام محسنین کو دارین کی برکتیں عطا فرمائے اور آئندہ بھی راقم الحروف کے ساتھ تعاون کی توفیق عطا فرمائے۔ نیز معزز قارئین سے بھی التماس ہے کہ اگر کہیں کوئی کمی کوتاہی دیکھیں تو بندہ ناچیز کی بشری خطاء سمجھ کر معاف فرمادیں اور اگلے ایڈیشن میں تصحیح کیلئے نشاندہی اور رہنمائی فرما کر مشکور اور عند اللہ ماجور ہوں۔ اللہ آپ سب کا بھلا کرے۔

آمین بجاہ النبی الکریم

العبد الفقیر

پروفیسر ڈاکٹر محمد عظیم فاروقی

فہرست

تعارفِ قرآن ۱۹

کلام ِربّانی ۱۹

اسماءالقرآن ۱۹

وجہِ تسمیہ ۲۰

نزولِ قرآن ۲۱

کفار کا اعتراض اور قرآن کا جواب ۲۱

تطبیقِ آیات ۲۱

وحی کا معنی ومفہوم ۲۲

آنحضور ﷺ پر پہلی وحی ۲۲

دُوسری وحی ۲۳

کیفیتِ وحی ۲۴

مدتِ نزولِ قرآن ۲۵

نزولِ قرآن کے دوادوار ۲۵

نزولِ قرآن کا مکی دور ۲۵

نزولِ قرآن کا مدنی دور ۲۶

مکی اور مدنی سورتیں ۲۶

مکی سورتوں کی خصوصیات ۲۶

مدنی سورتوں کی خصوصیات ۲۷

قرآن ایک نظر میں ۲۷

جمع وتدوین قرآن ۲۹

جمع قرآن کا مفہوم	۲۹
عہد نبوی ﷺ میں حفاظتِ قرآن	۲۹
ترتیبِ سُورہ وآیات	۳۰
حضورِ اکرم ﷺ کی ذات بطور جامع القرآن	۳۱
حفاظتِ قرآن اور کردارِ صدیقِ اکبرؓ	۳۳
حفاظتِ قرآن اور حضرت عثمانِ غنیؓ	۳۴
اعراب	۳۶
قرآنِ کریم کی خصوصیت	۳۷
حفاظتِ قرآن اور وعدۂ خداوندی	۳۷
حفاظتی تدابیر	۳۹
طریقِ نزول	۳۹
حفظ وضبطِ قرآن	۴۰
تلاوتِ قرآن	۴۰
حفظِ قرآن	۴۲
قرأتِ صلوٰۃ	۴۲
اشاعتِ قرآنِ کریم اور قدیم نسخے	۴۳
حفاظتِ قرآن کا نسخہ اکسیر	۴۴
حفاظتِ قرآن اور غیر مُسلموں کی آراء	۴۶
جارج سیل کی شہادت	۴۶
سرولیم میور کی شہادت	۴۶
جرمن مصنف نولڈیکی کا انکشاف	۴۶
مسٹر بادلے کا اظہار	۴۷
اعجازِ القرآن	۴۷

فصاحت وبلاغت ۴۸
ماضی ومستقبل پر محیط علم ۴۹
اسلوبِ بیان ۴۹
مکمل ضابطہءحیات ۴۹
نظم وضبط ۵۰
اثر انگیزی ۵۰
سہولتِ حفظ ۵۱
حفاظتِ قرآن ۵۱
فہمِ قرآن کا ابتدائی تعارف ۵۲
عربی زبان کی فضیلت ۵۲
عربی زبان کے آسان قواعد ۵۳
عربی اور اُردو کا باہمی تعلق ۵۳
فہمِ قرآن کے لئے بنیادی/ضروری لغت ۵۴
سورۃ الفاتحہ ۵۷
تعارفِ سورۃ الفاتحہ ۵۸
فضیلتِ سورۃ الفاتحہ ۵۹
سورۃ الفاتحہ کا متن بمعہ لفظی وبامحاورہ ترجمہ ۶۱
مشکل الفاظ اور اُن کا مادہ ۶۱
سورۃ الفاتحہ سے متعلق اہم اکتشافات پر گفتگو ۶۴
تعوذ کسے کہتے ہیں؟ نیز اس کی برکات مختصراً لکھیں۔ ۶۴
حاصلِ کلام ۶۵
تسمیہ کسے کہتے ہیں؟ اس کے آداب وثمرات اختصار سے لکھیں۔ ۶۵
حاصلِ کلام ۶۶

صراطِ مستقیم کی وضاحت ٦٧

انعام یافتہ کون ہیں؟ ٦٨

جن لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا غضب وغصہ نازل ہوا وہ کون سے لوگ ہیں؟ ٧٠

گمراہ لوگ کون ہیں؟ یہ گمراہ کیسے ہوئے؟ ٧٠

سورۃ البقرہ ٧١

سورۃ البقرہ کا زمانہ نزول ٧٢

البقرہ کی وجہ تسمیہ اور حالاتِ نزول ٧٢

نزولِ قرآن کی غرض وغایت ٧٣

صفات متقین ٧٤

کفار ومنافقین ٧٤

قصہ آدم وابلیس ٧٤

یہود پر تنقید ٧٤

واقعہ ہاروت وماروت ٧٤

صیام رمضان ٧٥

طالوت وجالوت کا قصہ ٧٥

واقعہ سبت ٧٥

حضرتِ ابراہیمؑ وآلِ ابراہیمؑ ٧٥

تحویل قبلہ ٧٦

شرعی احکام ٧٦

معاشرتی مسائل ٧٦

دعوتِ جہاد ٧٦

آیت الکرسی ٧٦

انفاق فی سبیل اللہ ٧٧

سُود کی حرمت ۷۷
قرض کے مسائل ۷۷
سورۃ البقرہ (رکوع نمبر 1) کا متن بمعہ لفظی و با محاورہ ترجمہ ۷۹
مشکل الفاظ اور اُن کا مادہ ۸۰
سورۃ البقرہ (رکوع نمبر 1) سے متعلق اہم اکتشافات پر گفتگو ۸۲
حروفِ مقطعات کیا ہیں؟ اختصار سے بیان کریں۔ ۸۲
سورۃ البقرہ مدنی ہے یا مکی ہے؟ نیز اس کا نام بقرہ کیوں رکھا گیا؟ وجہ بتائیے؟ ۸۲
اس سورۃ کے شروع میں متّقین کی جو چھ صفات بیان کی گئی ہیں، ان کا خلاصہ لکھئے۔ ۸۳
متقی کا مفہوم ۸۳
متقین کی صفات ۸۴
غیب پر ایمان ۸۴
اقامتِ صلوٰۃ ۸۵
انفاق فی سبیل اللہ ۸۶
آسمانی کتب پر ایمان ۸۶
یومِ آخرت پر ایمان ۸۷
کافروں کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں؟ ۸۸
کافر کی پہچان کیا ہے؟ ۸۸
مُہر زدہ بدنصیب لوگ ۸۹
خطا کار کون؟......انسان ۸۹
حاصلِ کلام ۸۹
سورۃ البقرہ (رکوع نمبر 2) ۹۰
سورۃ البقرہ (رکوع نمبر 2) کا متن بمعہ لفظی و با محاورہ ترجمہ ۹۱
مشکل الفاظ اور اُن کا مادہ ۹۳

سورۃ البقرہ (رکوع نمبر 2) سے متعلق اہم اکتشافات پر گفتگو ۹۷
منافقین کی اہم انشانیاں کونسی ہیں، ان پر روشنی ڈالیں؟ ۹۷
نفاق کی اقسام ۹۸
۱۔ حقیقی یا اعتقادی نفاق ۹۸
۲۔ مجازی نفاق ۹۸
منافق کی نشانیاں: ۹۸
۱۔ صرف زبانی دعویٰ اسلام ۹۸
۲۔ اپنی روش پر بزعم خود شاداں ۹۹
۳۔ ایمان لانے والوں کو احمق سمجھنا ۹۹
۴۔ ہر گروہ کی مخبری ۱۰۰
۵۔ اپنی اغراض کے غلام ۱۰۰
۶۔ اپنے آپ کو کامیاب سمجھتے ہیں ۱۰۰
۷۔ اخلاقی پستی ۱۰۱
۸۔ فساد فی الارض ۱۰۱
سورۃ البقرہ میں منافقین کی بیان کردہ دو مثالوں کی وضاحت بیان کریں؟ ۱۰۲
سورۃ البقرہ (رکوع نمبر 3) ۱۰۴
سورۃ البقرہ (رکوع نمبر 3) کا متن بمعہ لفظی و بامحاورہ ترجمہ ۱۰۵
مشکل الفاظ اور اُن کا مادہ ۱۰۷
سورۃ البقرہ (رکوع نمبر 3) سے متعلق اہم اکتشافات پر گفتگو ۱۱۱
اس سورۃ میں اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کے بارے میں چیلنج کیا ہے، وہ چیلنج کیا تھا اور کن لوگوں کو چیلنج کیا اور وہ کیسے تمام ہوئے؟ ۱۱۱
قرآن پاک کو پڑھنے والے ہی لوگ ہدایت پا جاتے ہیں اور ان کو پڑھنے والے ہی گمراہ ہو جاتے ہیں۔ ایسے کیوں ہوتا ہے اور کیسے؟ ۱۱۲

سورۃ البقرہ (رکوع نمبر 4)	**۱۱۴**
سورۃ البقرہ (رکوع نمبر 4) کا متن بمعہ لفظی و بامحاورہ ترجمہ	۱۱۵
مشکل الفاظ اور اُن کا مادہ	۱۱۷
سورۃ البقرہ (رکوع نمبر 4) سے متعلق اہم اکتشافات پر گفتگو	**۱۲۰**
حضرت آدمؑ اور حضرت حوآؑ کی پیدائش کا پورا واقعہ بیان کریں۔	۱۲۰
تخلیقِ آدم کا قصہ	۱۲۰
حضرت حوآؑ کی پیدائش کا واقعہ	۱۲۲
حضرت آدمؑ اور حضرت حوآؑ شیطان کے بہکاوے میں کیسے آگئے اور ان کو کیا سزا ملی؟	۱۲۳
شیطان کا بہکاوا	۱۲۳
سزا	۱۲۴
ابلیس نے حضرت آدمؑ کو سجدہ کیوں نہ کیا؟ اس کو کیا سزا ملی۔	۱۲۴
شیطان کا انکار اور تکبر کی وجوہات	۱۲۴
حضرت آدمؑ کی توبہ کیسے قبول ہوئی؟	۱۲۵
سورۃ البقرہ (رکوع نمبر 5)	**۱۲۷**
سورۃ البقرہ (رکوع نمبر 5) کا متن بمعہ لفظی و بامحاورہ ترجمہ	۱۲۸
مشکل الفاظ اور اُن کا مادہ	۱۲۹
سورۃ البقرہ (رکوع نمبر 5) سے متعلق اہم اکتشافات پر گفتگو	**۱۳۱**
اسرائیل کس نبی کا لقب تھا اور انہیں یہ لقب کیسے ملا؟	۱۳۱
نبی کا لقب	۱۳۱
لقب کیسے ملا؟	۱۳۱
بنی اسرائیل کون تھے؟ ان کا دوسرا نام کیا ہے؟ ان کی تاریخ لکھیں۔	۱۳۱
بنی اسرائیل	۱۳۱
تاریخ	۱۳۱

حضرت موسیٰ کی پیدائش کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں؟ قرآن میں سب سے زیادہ کس نبی کا ذکر آیا ہے؟ ۱۳۳
قرآن میں سب سے زیادہ نبی کا ذکر ۱۳۶
حضرت موسیٰ کی نبوت، اُن کی شادی اور اُن کے معجزات کے بارے میں تفصیل سے لکھیں۔ ۱۳۶
حضرت موسیٰ کی شادی ۱۳۶
نبوت ۱۳۷
معجزات ۱۳۸
پہلا معجزہ: عصا ۱۳۸
دوسرا معجزہ: ید بیضاء ۱۳۹
سورۃ البقرہ (رکوع نمبر 6) **۱۴۰**
سورۃ البقرہ (رکوع نمبر 6) کا متن بمعہ لفظی و بامحاورہ ترجمہ ۱۴۱
مشکل الفاظ اور اُن کا مادہ ۱۴۳
سورۃ البقرہ (رکوع نمبر 6) سے متعلق اہم اکتشافات پر گفتگو **۱۴۸**
فرعون کون تھا اور وہ بادشاہ کیسے بنا؟ ۱۴۸
فرعون ۱۴۸
حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو فرعون کے ظُلم سے نجات کیسے ملی؟ ۱۴۹
من وسلویٰ کس قوم پر نازل ہوا اور اس کا نازل ہونا بند کیوں ہو گیا؟ ۱۵۰
من اور سلویٰ ۱۵۰
گائے کے بچھڑے کی پوجا کس قوم نے کی۔ تفصیل سے لکھیں؟ اور انکو کیا سزا ملی؟ ۱۵۱
بچھڑے کی پوجا ۱۵۱
سزا ۱۵۲
سورۃ البقرہ (رکوع نمبر 7) **۱۵۴**
سورۃ البقرہ (رکوع نمبر 7) کا متن بمعہ لفظی و بامحاورہ ترجمہ ۱۵۵

مشکل الفاظ اور اُن کا مادہ ۱۵۶

سورۃ البقرہ (رکوع نمبر 7) سے متعلق اہم اکتشافات پر گفتگو ۱۵۹

بنی اسرائیل پر اللہ تعالیٰ کے احسانات تفصیل سے لکھئے۔ نیز بنی اسرائیل کی نافرمانیاں اور اُن کی سزا کے بارے میں تفصیل سے لکھئے۔ ۱۵۹

یہودیوں پر اللہ تعالیٰ کے احسانات ۱۵۹

بنی اسرائیل کی نافرمانیاں ۱۶۰

نافرمانیوں کی سزا ۱۶۱

شرک ۱۶۱

من وسلویٰ کی زخیرہ اندوزی ۱۶۲

جہاد فی سبیل اللہ سے انکار کرنا ۱۶۲

زمینی ترکاریوں کی فرمائش ۱۶۲

انبیاء کرام کو شہید کرنا ۱۶۳

اپنے دین کی تعظیم نہ کرنا ۱۶۳

سورۃ البقرہ (رکوع نمبر 8) ۱۶۴

سورۃ البقرہ (رکوع نمبر 8) کا متن بمعہ لفظی و بامحاورہ ترجمہ ۱۶۵

مشکل الفاظ اور اُن کا مادہ ۱۶۷

سورۃ البقرہ (رکوع نمبر 8) سے متعلق اہم اکتشافات پر گفتگو ۱۷۱

اللہ تعالیٰ نے بوجہ نافرمانی کس قوم کو بندر بنا دیا؟ تفصیل سے لکھئے۔ ۱۷۱

سورۃ البقرہ میں گائے کے ذبح کرنے کا حکم سن کر بنی اسرائیل نے کیا کیا؟ ۱۷۲

سورۃ البقرہ (رکوع نمبر 9) ۱۷۴

سورۃ البقرہ (رکوع نمبر 9) کا متن بمعہ لفظی و بامحاورہ ترجمہ ۱۷۵

مشکل الفاظ اور اُن کا مادہ ۱۷۷

سورۃ البقرہ (رکوع نمبر 9) سے متعلق اہم اکتشافات پر گفتگو ۱۸۱
سورۃ البقرۃ میں اللہ تعالیٰ نے پتھروں کی کتنی مثالیں بیان کی ہیں؟ تفصیل سے لکھیں۔ ۱۸۱
جن لوگوں نے اللہ کے کلام میں تحریف کی ان کے بارے میں قرآن پاک کیا ارشاد فرماتا ہے؟
۱۸۲
یہودی دوزخ کی سزا کے بارے میں کیا کہتے تھے؟ ۱۸۳
یہودیوں کے دوزخ میں نہ جانے کے بارے میں غلط فہمی دور کرنے کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے
سورۃ البقرہ میں کیا ارشاد فرمایا؟ ۱۸۳
سورۃ البقرہ (رکوع نمبر 10) ۱۸۵
سورۃ البقرہ (رکوع نمبر 10) کا متن بمعہ لفظی و بامحاورہ ترجمہ ۱۸۶
مشکل الفاظ اور اُن کا مادہ ۱۸۷
سورۃ البقرہ (رکوع نمبر 10) سے متعلق اہم اکتشافات پر گفتگو ۱۹۰
اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے جو وعدے لیے تھے اُن کی کتاب میں، وہ کہاں تک ان وعدوں کو
پورا کرتے تھے؟ تفصیل لکھئے۔ ۱۹۰
یہودیوں کے آپس میں جو معاہدے طے ہوئے تھے، وہ ان میں کہاں تک پورا اترتے تھے؟ ان کی
بھی تفصیل لکھئے۔ ۱۹۲
سورۃ البقرہ (رکوع نمبر 11) ۱۹۵
سورۃ البقرہ (رکوع نمبر 11) کا متن بمعہ لفظی و بامحاورہ ترجمہ ۱۹۶
مشکل الفاظ اور اُن کا مادہ ۱۹۸
سورۃ البقرہ (رکوع نمبر 11) سے متعلق اہم اکتشافات پر گفتگو ۲۰۱
یہود و نصاریٰ نے اپنی اپنی کتابوں پر کہاں تک عمل کیا؟ تفصیل سے تحریر کیجیے۔ ۲۰۱
اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کو مرنے کی تمنا کرنے کا مشورہ کیوں دیا اور حجت کیسے پوری کی؟ تفصیل
سے جواب دیں۔ ۲۰۵

سورۃ البقرہ (رکوع نمبر 12) ۲۰۷

سورۃ البقرہ (رکوع نمبر 12) کا متن بمعہ لفظی و بامحاورہ ترجمہ ۲۰۸

مشکل الفاظ اور اُن کا مادہ ۲۰۹

سورۃ البقرہ (رکوع نمبر 12) سے متعلق اہم اکتشافات پر گفتگو ۲۱۲

یہودی جبریلؑ کو دشمن کیوں سمجھتے تھے؟ ۲۱۲

یہودیوں کی عہد شکنی اور قرآن پاک کی مخالفت کے بارے میں بیان کریں۔ ۲۱۳

حضرت سلیمانؑ کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں؟ ۲۱۴

شیطان اور جنات کی حقیقت قرآن و حدیث کی روشنی میں بیان کریں۔ ۲۱۶

جادو کیا ہے؟ ۲۱۷

جادو کے اثرات ۲۱۸

ہاروت اور ماروت کون تھے؟ قرآن پاک ان کے بارے میں کیا فرماتا ہے؟ ۲۱۹

سورۃ البقرہ (رکوع نمبر 13) ۲۲۱

سورۃ البقرہ (رکوع نمبر 13) کا متن بمعہ لفظی و بامحاورہ ترجمہ ۲۲۲

مشکل الفاظ اور اُن کا مادہ ۲۲۴

سورۃ البقرہ (رکوع نمبر 13) سے متعلق اہم اکتشافات پر گفتگو ۲۲۸

یہودی مسلمانوں کی دل آزاری کے لیے کون سے طریقے استعمال کرتے تھے؟ تفصیل سے بیان کریں۔ ۲۲۸

اہلِ کتاب اور مشرکین کے عقائد میں کیا فرق تھا؟ ۲۲۹

یہود کا ناسخ و منسوخ پر اعتراض کس طرح کرتے تھے؟ ۲۲۹

احکامات میں ناسخ و منسوخ کی کیا حکمت ہے؟ ۲۳۰

لفظ منسوخ کے لغوی معانی کیا ہیں؟ ۲۳۰

نبی کریم ﷺ سے غیر ضروری سوالات کی ممانعت اور اسکی حکمت بیان کریں۔ ۲۳۰

اہلِ کتاب کا بغض و عناد کونسی سازشوں سے ٹپکتا تھا؟ ۲۳۱

اہلِ کتاب کے رویہ کے حوالے سے مسلمانوں کو کیا حکم دیا گیا؟ ۲۳۱
یہود کے بلند بانگ دعاوی اور ان کی حقیقت پر نوٹ لکھیں۔ ۲۳۱
خوف اور حزن میں فرق واضح کریں۔ ۲۳۲
سورۃ البقرہ (رکوع نمبر 14) **۲۳۳**
سورۃ البقرہ (رکوع نمبر 14) کا متن بمعہ لفظی و بامحاورہ ترجمہ ۲۳۴
مشکل الفاظ اور اُن کا مادہ ۲۳۶
سورۃ البقرہ (رکوع نمبر 14) سے متعلق اہم اکتشافات پر گفتگو **۲۴۰**
مذکورہ رکوع کے حوالے سے مدینہ منورہ کے قرب وجوار میں موجود یہود و نصاریٰ کی باہمی کشمکش کا
حال تفصیل سے بیان کریں۔ ۲۴۰
مساجد میں ذکرِ خدا سے کیسے روکا جاتا ہے اور قرآن ان کو ظالم کیوں کہتا ہے؟ ۲۴۰
یہود و نصاریٰ جو مسجد اقصیٰ کی سمت نماز و عبادت کا وظیفہ بجالاتے تھے اُن کا اختلاف کیا تھا اور سمت
پرستی سے قرآن نے کیوں منع کیا؟ ۲۴۱
زیرِ مطالعہ رکوع میں یہود و نصاریٰ کے شرکیہ عقائد کی کیسے نفی کی گئی ہے؟ ۲۴۲
تمام کائنات کس طرح اللہ تعالیٰ کی مطیع و فرمانبردار ہے؟ ۲۴۲
مشرکینِ عرب اور یہودی کس طرح رسالتِ محمدیہ کی مخالفت کرتے تھے؟ تفصیل سے جواب
لکھیں۔ ۲۴۳
آنحضور ﷺ کی ذمہ داری ۲۴۴
یہود و نصاریٰ امتِ محمدیہ سے صلح وصفائی کے لئے کون سی شرائط منوانا چاہتے تھے اور آج کیا کیفیت
ہے؟ ۲۴۴
کیا یہودیوں میں بھی خدا ترس لوگ تھے اور ان کا کیا طرزِ عمل تھا؟ تفصیل سے لکھیں۔ مزید قرآن
نے انہیں کیا نصیحت کی ہے؟ ۲۴۴
قرآن کی نصیحت ۲۴۵

سورۃ البقرہ (رکوع نمبر 15) ۲۴۶
سورۃ البقرہ (رکوع نمبر 15) کا متن بمعہ لفظی و با محاورہ ترجمہ ۲۴۷
مشکل الفاظ اور اُن کا مادہ ۲۴۹
سورۃ البقرہ (رکوع نمبر 15) سے متعلق اہم اکتشافات پر گفتگو ۲۵۳
یہود کی بدکرداریاں بیان کرنے کے بعد آخر پر انہیں کون سی نصیحت کی گئی ہے؟ ۲۵۳
حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کا مختصر تعارف پیش کریں؟ ۲۵۳
منصب امامت کی تبدیلی کا اصل سبب کیا تھا؟ ۲۵۴
حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آزمائش سے کیا مُراد ہے؟ ۲۵۴
خانہ کعبہ کو مرکزِ ہدایت بنانے کا سبب بیان کریں اور اس فضیلت وحیثیت زیرِ غور رکوع کی روشنی
میں بیان کریں؟ ۲۵۵
خانہ کعبہ کی عظمت وفضیلت ۲۵۵
مقام ابراہیمؑ کی شرعی حیثیت تحریر کریں اور حُرمتِ کعبہ سے کیا مُراد ہے؟ ۲۵۶
حضرت ابراہیمؑ کی اہلِ مکہ کے لئے امن اور رزق کی دُعا کیا تھی؟ ۲۵۶
تعمیرِ کعبہ کے وقت حضرت ابراہیمؑ نے اور کیا دُعائیں مانگیں، بیان کریں؟ ۲۵۷
سورۃ البقرہ (رکوع نمبر 16) ۲۵۹
سورۃ البقرہ (رکوع نمبر 16) کا متن بمعہ لفظی و با محاورہ ترجمہ ۲۶۰
مشکل الفاظ اور اُن کا مادہ ۲۶۳
سورۃ البقرہ (رکوع نمبر 16) سے متعلق اہم اکتشافات پر گفتگو ۲۶۶
ملتِ ابراہیمؑ کی پیروی سے کیا مُراد ہے؟ ۲۶۶
حضرت ابراہیمؑ کے بیٹوں کا مختصر تعارف کروائیں؟ ۲۶۶
حضرت اسماعیل علیہ السلام ۲۶۷
حضرت اسحاق علیہ السلام ۲۶۷
حضرت ابراہیمؑ اور حضرت یعقوبؑ کی اپنی اولاد کو وصیت کون سی کی تھی اور اولاد کا ردعمل بیان

کریں؟	۲۶۸
وصیتِ یعقوبؑ پر یہود کا جھوٹا بہتان	۲۶۸
کیا دینِ ابراہیمیؑ ہی اصل دینِ اسلام ہے؟	۲۶۹
بلاتفریق تمام انبیاء پر ایمان	۲۶۹
اللہ تعالیٰ کے رنگ سے کیا مُراد ہے اور یہ کیسے چڑھتا ہے؟	۲۷۰
اللہ تعالیٰ کے بارے میں جھگڑے سے کیا مُراد ہے؟	۲۷۰
یہود و نصاریٰ نے کون سی شہادت چھپائی تھی؟	۲۷۱
فہرست کتب وحوالہ جات	۲۷۲
پہلا پارہ، سوالاً جواباً	۲۷۴

تعارفِ قرآن

کلامِ ربّانی

''قرآن'' اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کو حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے اپنے آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل فرمایا۔ یہ کلام اُس ذات کبریا کا ہے جو کائنات کا بادشاہ اور زمین وآسمان کا مالک ہے۔ آسمان کی چھت کے نیچے اس سے بہتر اور کوئی کلام نہیں۔ روئے زمین پر کوئی انسان اس کتاب جیسی چند آیات بنانے کی سکت نہیں رکھتا۔ ساری کائنات میں یہ کتاب ایک ایسا زندہ معجزہ ہے جس کی نظیر پیش نہیں کی جاسکتی۔ یہ کتاب ایک مکمل ضابطہء حیات ہے جس کا اعلان اس نے خود کیا ہے۔ اس لئے روئے زمین پر صحیح ضابطہء حیات صرف یہی کتاب ہے باقی تمام ضابطے باطل ہیں۔ یہ کتاب حق وباطل میں فرق کرنے والی ہے۔ اس میں جو کچھ بیان ہوا ہے وہ حق پر مبنی ہے۔ دُنیا وآخرت کی کامیابی اس کے ساتھ وابستہ ہے۔ حق اُسی کے ساتھ ہے جس کی زندگی اس کتاب کے اصول وضوابط کے مطابق ہے۔ ہر وہ شخص ناکام ونامراد ہے جس کی زندگی اس کے خلاف ہے۔ یہ کتاب انسانیت کی رشد وہدایت کے لئے تاقیامت موجود رہے گی۔ اس لئے اس کو خاتم الکتب کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو لیلۃ القدر کی رات میں لوحِ محفوظ سے آسمانِ دُنیا میں لیلۃ العزت میں نازل فرمایا۔ اس کتاب کی عظمت وعزت کا مقام اس سے بڑھ کر اور کیا ہوسکتا ہے کہ یہ رب العلمین کا کلام ہے۔ اس کو لانے والے قدسیوں کے سردار جبریل امین علیہ السلام ہیں اور یہ سید الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئی۔

اسماءالقرآن

جس طرح ذاتِ باری تعالیٰ کے صفاتی نام ننانویں (۹۹) ہیں اسی طرح اس کتاب عزیز کے نام بھی اس کے لگ بھگ ہیں۔ اسماء کی یہ کثرت اس بات کی زندہ دلیل ہے کہ یہ کتاب

کس اہمیت کی حامل ہے۔ چند نام درج ذیل ہیں۔

۱۔ الکتاب	۲۔ الذکر	۳۔ البرہان	۴۔ الفرقان
۵۔ التنزیل	۶۔ المجید	۷۔ العزیز	۸۔ النُّور
۹۔ الھُدٰی	۱۰۔ الشفاء	۱۱۔ الحق	۱۲۔ کلام اللہ

وجہ تسمیہ

کتابِ خداوندی کا مشہور نام ''قرآن'' ہے۔ یہ قرء کا مصدر ہے جس کے معنی ہیں 'پڑھنا' اور 'جمع کرنا'۔

۱۔ پہلے معنی کے لحاظ سے ''قرآن'' کے معنی ہوئے پڑھی جانے والی کتاب (مصدر بمعنی اسم مفعول) جیسے کتاب بمعنی مکتوب، دُنیا اس حقیقت سے آشنا ہے کہ کرہ ارضی پر کوئی کتاب قرآن کریم سے زیادہ نہیں پڑھی جاتی۔ اس کتاب کی کثرتِ تلاوت کا یہ عالم ہے کہ زندہ دلانِ اسلام سفینہ سے بڑھ کر اسے سینہ میں محفوظ کرنے کو اپنے لئے باعثِ سعادت تصور کرتے ہیں۔ مسلمان یہ دعویٰ کرنے میں حق بجانب ہیں کہ حفظ قرآن کا جو اہتمام اہل اسلام کے یہاں پایا جاتا ہے۔ یہ عظیم خصوصیت دُنیا کی کسی کتاب کو حاصل نہیں ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے حفاظتِ قرآن کا جو وعدہ کیا ہے اس کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ اہلِ اسلام اس بیش بہا خزانہ کو اپنے سینہ میں محفوظ کر لیتے ہیں جہاں وہ تصرفِ اغیار سے ہر طرح مامون ومحفوظ رہتے ہیں۔

۲۔ دوسرے معنی کے اعتبار سے قرآن کو یہ نام اس لئے دیا گیا کہ یہ کتاب انسانی ہدایت کے سب بنیادی اصول وضوابط کی جامع ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ قرآن کلامِ الٰہی کے آخری مجموعے کا نام ہے جو اس نے اپنے آخری رسولؐ پر آخرت تک کے لئے نازل فرمایا۔ یہ نام (قرآن) کتابِ عزیز نے اپنے لئے خود تجویز کیا ہے۔

نزولِ قرآن

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ حکیم کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یکبارگی نازل نہیں فرمایا بلکہ اس کو تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کیا گیا۔

وَّنَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا (اسراء:۱۰۶)

''اور ہم نے اس کو آہستہ آہستہ اُتارا ہے''۔

کفار کا اعتراض اور قرآن کا جواب

قرآنِ حکیم کے اس طرح نازل ہونے پر کفارِ مکہ نے بھی اعتراض کیا۔ کیونکہ اُنہوں نے توریت اور انجیل کے بارے میں یہود و نصاریٰ سے یہ سُن رکھا تھا کہ وہ یکبارگی نازل ہوئیں اس لئے وہ کہتے تھے کہ قرآن یکبارگی کیوں نازل نہیں ہوتا۔ قرآنِ حکیم نے اُن کے اس اعتراض کو نقل کر کے اس کا جواب دیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً
كَذٰلِكَ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَ رَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا (سورۃ فرقان:۳۲)

''وہ (کفار) کہتے ہیں کہ ان پر قرآن ایک ہی دفعہ کیوں نہیں اُتارا گیا۔ یہ اس لئے تاکہ تمہارے دل کو مضبوط کریں اور ہم نے اس کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھا ہے''۔

تطبیقِ آیات

جب کہ قرآنِ حکیم میں دوسری جگہ آیات اس طرح آئیں ہیں۔ جس میں قرآن کو ایک دفعہ نازل کرنے کا ذکر ہے۔ آیات مندرجہ ذیل ہیں۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ (البقرۃ:۱۸۵)

''رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن اُترا''۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ (الدخان:۳)

''ہم نے اس (قرآن) کو برکت والی رات میں اُتارا''۔

تیسری جگہ ارشاد ہے:

اِنَّآ اَنۡزَلۡنٰهُ فِیۡ لَیۡلَةِ الۡقَدۡرِ (القدر:۱)

''بے شک ہم نے قرآن کو شب قدر میں اُتارا''۔

اِن آیات میں تطبیق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ حکیم کو رمضان المبارک کے مہینہ کی ایک رات میں لوح محفوظ سے آسمان دُنیا پر بیت العزت میں ایک ہی بار نازل فرمایا۔سورۃ دخان کی آیت میں جو لفظ ''لیلۃ المبارکہ'' آیا ہے تو اس رات سے مُراد لیلۃ القدر ہے جو کہ رمضان المبارک کے مہینہ کے آخری عشرہ میں طاق راتوں میں ہوتی ہے۔(ابن کثیر)

آسمان دُنیا سے اللہ تعالیٰ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تئیس (۲۳) سالوں میں قرآن کو نازل فرمایا۔

وحی کا معنی ومفہوم

قرآنِ حکیم وحیِ الٰہی ہے جس کے لغوی معنی ''چھپا کر اطلاع دینا'' ہے۔شرعی اصطلاح میں وحی سے مراد وہ خاص غیبی طریقہ ہے جس سے اللہ تعالیٰ کسی نبی تک بات پہنچاتا ہے۔اس میں کسی شخص کے غور وفکر اور تجربہ واستدلال کو قطعاً کوئی دخل نہیں۔ یہ محض فضلِ الٰہی ہے اور ذاتی کوشش سے حاصل نہیں کیا جاسکتا۔

آنحضور ﷺ پر پہلی وحی

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کرنے کے بعد آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تنہا رہنے لگے تھے۔ غارِ حرا میں تشریف لے جاتے اور کئی کئی راتیں وہاں مقیم رہ کر محو عبادت رہتے جب کھانے پینے کا سامان ختم ہوجاتا تو گھر سے لے جاتے۔اسی حالت میں ایک دن حضرت جبریلؑ آئے اور آپؐ سے کہا ''اقرأ'' (پڑھیے) آپؐ نے فرمایا میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔فرشتے نے آپؐ کو زور سے دبایا پھر چھوڑ کر کہا پڑھ! آپؐ نے پھر وہی جواب دیا۔تین مرتبہ ایسا ہوا۔فرشتے نے

تیسری مرتبہ پکڑ کر دبایا اور چھوڑنے کے بعد کہا۔

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ ۔خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ (سورۃ العلق:۱-۲)

''پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔جس نے انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا۔''

یہ پہلی وحی تھی جو آپؐ پر نازل ہوئی اس وقت آپؐ کی عمر چالیس برس تھی۔زندگی کے اس نئے تجربہ اور تبلیغِ اسلام کی عظیم ذمہ داری سے آپؐ ڈر گئے۔گھر واپس لوٹے اور حضرت خدیجہؓ نے آپؐ کو تسلی دی اور کہا خدا آپؐ کو ہرگز رسوا نہ کرے گا کیونکہ آپؐ رشتہ داروں سے اچھا سلوک کرتے ہیں،محتاجوں کی امداد کرتے اور مہمانوں کی خاطر و مدارت میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھتے۔مصیبت میں غیروں کی امداد فرماتے ہیں۔پھر حضرت خدیجہؓ آپؐ کو اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں۔ورقہ بن نوفل بوڑھا ہو چکا تھا۔یہ مذہباً عیسائی اور تورات و انجیل کا ماہر تھا۔اس نے سارا ماجرا سُن کر کہا۔یہ وہی ناموس (فرشتہ) ہے جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا کرتا تھا۔پھر کہا اے کاش!میں اس وقت زندہ ہوتا جب قوم آپ کو وطن سے نکال دے گی اس کے بعد وحی کا آنا چند دنوں کے لئے بند ہو گیا۔یہ فترتِ وحی (وحی کی رکاوٹ) کا زمانہ کہلاتا ہے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس عرصہ میں بہت افسردہ رہا کرتے تھے۔

دُوسری وحی

ایک دن آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم راہ پر چلے جاتے تھے کہ اوپر سے ندا آئی۔آپؐ نے نظر اُٹھا کر دیکھا تو حضرت جبریلؑ فضا میں ایک کرسی پر بیٹھے نظر آئے۔آپؐ پر دہشت طاری ہو گئی۔گھر تشریف لائے اور فرمایا''زَمِّلُوْنِیْ''(مجھے چادر اوڑھاؤ) گھر والوں نے تعمیل ارشاد کر دی تب یہ آیات نازل ہوئیں۔

یٰاَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ۔ قُمْ فَاَنْذِرْ۔ وَرَبَّکَ فَکَبِّرْ (سورۃ المدثر:۱تا۳)

''اے کمبلی والے اُٹھ اور لوگوں کو خبردار کر اور اپنے رب کی عظمت بیان کر۔

اس کے بعد وحی کا سلسلہ تا وفات جاری رہا۔ آغازِ میں آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ عادت تھی کہ نزولِ وحی کے وقت جلدی جلدی لب ہلاتے تا کہ نازل شدہ آیات اچھی طرح یاد ہو جائیں۔

اس ضمن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لَاتُحَرِّکْ بِہٖ لِسَانَکَ لِتَعْجَلَ بِہٖ (القیامۃ:۱۶)

''آپ اپنی زبان کو جلدی جلدی حرکت نہ دیں۔ بے شک اس کا جمع کرنا اور پڑھانا ہمارا ذمہ ہے''۔

اس آیت کے نازل ہونے کے بعد آپؐ کا معمول یہ ہو گیا کہ جب جبریلؑ آتے تو آپؐ خاموش ہو کر سُنتے جاتے تھے۔ جبریلؑ جب چلے جاتے تو آپؐ نازل شدہ آیات کی اسی طرح تلاوت کرتے جس طرح جبریلؑ سے سُنا تھا۔ عمر کے آخری حصہ میں وحی بکثرت نازل ہونے لگی۔ آخری وحی کے عین برخلاف زندگی کے اس حصہ میں آپؐ فرشتہء وحی سے اس قدر مانوس ہو گئے تھے کہ چند روز کی تاخیر سے بے چین ہو جایا کرتے تھے۔ فرشتہ وحی کے آنے کا کوئی وقت مقرر نہ تھا۔ صبح ہو یا رات، سفر ہو یا حضر جب حکم الٰہی ہوتا حضرت جبریلؑ بارگاہ نبویؐ میں حاضر ہو کر خدا کا پیغام دیتے تھے۔ رمضان میں جبریلؑ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپؐ سے قرآن سُنتے اور آپؐ کو سُناتے تھے۔ زندگی کے آخری رمضان میں دوبار اعادہ کیا۔

کیفیتِ وحی

نزولِ وحی کے وقت رسالتِ مآب ﷺ پر ایک خاص کیفیت طاری ہوا کرتی تھی۔ چہرہ مبارک سرخ ہو جاتا۔ سانس پھول جاتا اور شدید ترین سردی میں بھی پیشانی پسینہ سے شرابور ہو جاتی۔ آپؐ یوں محسوس کرتے تھے جیسے بھاری بوجھ تلے دبے ہوں۔ اگر آپ ﷺ نزولِ وحی کے وقت اونٹنی وغیرہ پر سوار ہوتے تو جانور اس بوجھ سے دَب کر بیٹھ جاتا تھا اس حالت میں آپ کو کلامِ الٰہی سُنائی دیتا تھا۔ فرشتہ کبھی اصل شکل میں اور کبھی انسانی شکل میں خدا کا پیغام لے کر آتا۔ بعض دفعہ گھنٹی بجنے کی آواز سُنائی دیتی۔ آپؐ فرماتے یہ وحی مجھ پر بہت سخت ہوتی۔ بعض دفعہ اللہ

تعالیٰ کسی درمیانی واسطہ کے بغیر انبیاء سے ہم کلام ہوتا ہے۔کبھی پردہ کے پیچھے سے بلا پردہ۔اللہ تعالیٰ نے کوہ سینا میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پسِ پردہ کلام کیا۔حضرت موسیٰ علیہ السلام آواز سُن رہے تھے مگر آنکھ بولنے والے کو دیکھنے سے قاصر تھی۔

آیتوں کی تعداد کے لحاظ سے قرآنِ مجید سرورِ کائنات ﷺ پر مختلف حیثیتوں سے نازل ہوا ہے کبھی پانچ دس اور کبھی اس سے زیادہ یا اس سے کم آیتیں آپؐ پر نازل ہوئیں۔مثلاً سورۃ مومنوں کی ابتدائی دس آیتیں ایک ہی دفعہ نازل ہوئیں۔لہٰذا جس واقعہ یا ضرورت کے پیشِ نظر کوئی سورت یا آیت نازل ہوئی اس واقعہ کو مفسرین کی اصطلاح میں ''شانِ نزول'' کہتے ہیں۔

مدتِ نزولِ قرآن

نزولِ قرآن کا زمانہ دو الگ الگ حصوں میں منقسم ہے۔کل مدتِ نزول ۲۲ سال ۲ ماہ اور ۲۲ دن ہے۔

نزولِ قرآن کے دو ادوار

قرآنِ حکیم مکہ معظّمہ میں آنحضور ﷺ پر نازل ہونا شروع ہوا۔پھر آپ ﷺ نے مدینہ منورہ کو ہجرت فرمائی۔مکہ میں آپ ﷺ تیرہ سال رہے۔اس کو مکی دور کہتے ہیں اور مدینہ میں آپ ﷺ دس سال رہے اس کو مدنی دور کہتے ہیں۔ان دونوں زمانوں کو ہم الگ الگ بیان کرتے ہیں۔

نزولِ قرآن کا مکی دور

پہلا حصہ اس زمانے سے تعلق رکھتا ہے جس میں آپ ﷺ کا قیام مکہ معظّمہ میں تھا۔یہ کل ۱۲ سال ۵ ماہ اور ۱۲ دن کا زمانہ ہے۔نزولِ قرآن کی ابتداء ۱۷ رمضان المبارک ۴۱ سنِ ولادت نبوی سے ہوئی۔سورۃ انفال کے مطالعہ سے اشارتاً معلوم ہوتا ہے کہ جنگِ بدر اور آغازِ نزولِ قرآن کا دن ایک ہی تھا۔غزوہ بدر بھی ۱۷ رمضان المبارک کو وقوع پزیر ہوا تھا۔اس زمانہ کا اختتام یکم ربیع الاول ۵۴ سنِ ولادت پر ہوتا ہے۔جب آپ ﷺ مدینہ تشریف لے گئے اور اس سے پہلے کا

دوراوراس مدت میں قرآنِ مجید کا جو حصہ نازل ہوا ہے اس کو مکی کہتے ہیں۔ بناء بریں مکی سورتوں سے فقط وہ سورتیں مراد نہیں جو مکہ میں نازل ہوئی ہوں یا کسی اور جگہ۔

نزولِ قرآن کا مدنی دور

نزولِ قرآن کا دوسرا دور ہجرت کے بعد شروع ہوا یہ کل ۹ سال ۶ ماہ اور ۹ دن کا عرصہ ہے اس کا آغاز یکم ربیع الاول ۵۴ سن ولادت نبویؐ سے ہوا اور ۹ ذوالحجہ ۶۳ ولادت نبویؐ اور ۱۰ھ ہجری پر ختم ہوگیا۔ اس عرصہ میں جو آیتیں نازل ہوئیں ان کو مدنی کہتے ہیں۔ مندرجہ صدر بیان کے مطابق نزولِ قرآن کی کل مدت ۲۲ سال ۲ ماہ اور ۲۲ دن بنتی ہے۔

مکی اور مدنی سورتیں

قرآنِ حکیم میں نزول کے لحاظ سے دو اقسام کی سورتیں ہیں۔ ایک قسم مکی سورتوں کی ہے جب کہ دوسری مدنی کہلاتی ہیں۔ مکی سورتوں سے مراد وہ سورتیں ہیں جو ہجرت مدینہ سے پہلے مکہ معظّمہ یا کسی اور جگہ نازل ہوئیں۔ یہ سورتیں مکی کہلاتی ہیں۔ قرآنِ مجید میں ان کی تعداد ۸۷ ہے۔

مدنی سورتوں سے مراد وہ سورتیں ہیں جو ہجرت مدینہ کے بعد مدینہ منورہ یا کسی اور جگہ پر نازل ہوئیں یہ مدنی سورتیں کہلاتی ہیں۔ قرآنِ کریم میں ان کی تعداد ۲۷ ہے۔

اسی طرح کچھ سورتیں ایسی ہیں جن میں مکی اور مدنی دونوں قسم کی ملی جلی آیات پائی جاتی ہیں۔ جن سورتوں میں مکی آیات کی تعداد زیادہ ہے وہ مکی سورتیں کہلاتی ہیں جب کہ جن سورتوں میں مدنی آیات زیادہ ہیں اور مکی آیات کم وہ مدنی سورتیں کہلاتی ہیں۔ اب ہم مکی اور مدنی سورتوں کی الگ الگ خصوصیات بیان کرتے ہیں۔

مکی سورتوں کی خصوصیات

۱۔ مکی سورتیں زیادہ تر چھوٹی ہیں اوران کی آیات میں اختصار پایا جاتا ہے۔

۲۔ اکثر مکی سورتوں میں **یاایھا الناس** کے الفاظ سے خطاب کیا گیا ہے۔

۳۔ اِن سورتوں میں توحیدِ باری تعالیٰ، رسالتِ نبوی ﷺ اور آخرت پر ایمان لانے پر زیادہ زور دیا گیا ہے۔
۴۔ ان سورتوں میں انبیائے اور اُن کی قوموں کے قصص بیان ہوئے ہیں۔
۵۔ سجدہ تلاوت کی تمام آیات مکی سورتوں میں آئی ہیں۔
۶۔ اِن سورتوں میں مشرکینِ مکہ کے عقائد باطلہ کا رد کیا گیا ہے۔
۷۔ جو سورۃ حروف مقطعات سے شروع ہو مثلاً الٓمٓ، الٓرٰ وغیرہ تو وہ مکی ہوتی ہے ماسوائے سورۃ بقرۃ اور آلِ عمران کے۔
۸۔ ان سورتوں میں حضرت آدم اور ابلیس کا قصہ مذکور ہے ماسوائے سورۃ بقرۃ کے جب کہ اس میں بھی یہ قصہ موجود ہے۔
۹۔ مکی سورتوں میں قسمیں کھائی گئی ہیں۔

مدنی سورتوں کی خصوصیات

۱۔ مدنی سورتیں اور آیات زیادہ لمبی ہیں۔
۲۔ ان سورتوں میں یاایھا الذین امنو کے الفاظ سے خطاب کیا گیا ہے۔
۳۔ ان سورتوں میں جہاد کرنے کے احکامات پائے جاتے ہیں۔
۴۔ منافقین کے کردار پر روشنی ڈالی گئی۔
۵۔ یہود و نصاریٰ کے عقائد باطلہ کا رد کیا گیا ہے۔
۶۔ چونکہ مدینہ منورہ میں آنحضور ﷺ نے اسلامی ریاست کی بنیاد رکھی اس لئے ان سورتوں میں اصولِ سیاست بیان کئے گئے ہیں۔
۷۔ اِن سورتوں میں معاملات و عبادات اور اخلاقیات کا تفصیلی بیان ہے۔
۸۔ اِن سورتوں میں حدود و تعزیرات کے احکامات آئے ہیں۔

قرآن ایک نظر میں

۱۔ قرآن کی کل مدتِ نزول۔۔۔ بائیس (۲۲) سال، دو (۲) ماہ، بائیس (۲۲) دن

۲۔ کل پارے۔۔۔۔۔۔۔۔۔ تیس (۳۰)

۳۔ منزلیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔ سات (۷)

۴۔ سورتیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ایک سو چودہ (۱۱۴)

۵۔ رکوع۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ پانچ سو چالیس (۵۴۰)

۶۔ کل آیات۔۔۔۔۔۔۔۔۔ چھ ہزار، چھ سو، چھیاسٹھ (۶۶۶۶)

۷۔ سجدہ ہائے تلاوت۔۔۔۔۔ متفق علیہ ۱۴ مقامات (اختلافی ایک مقام)

۸۔ کاتبِ وحی۔۔۔۔۔۔۔۔۔ چالیس صحابہ

۹۔ پہلی وحی: اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّکَ الَّذِیۡ خَلَقَ. (سورۃ العلق: ۱)

۱۰۔ آخری وحی: وَاتَّقُوۡا یَوۡمًا تُرۡجَعُوۡنَ فِیۡهِ اِلَی اللّٰهِ (البقرۃ: ۲۸۱)

اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ. (المائدۃ: ۳)

۱۱۔ تقسیمِ منازل: ۱۔ سورۃ الفاتحہ تا سورۃ نساء

۲۔ سورۃ المائدہ تا سورۃ التوبہ

۳۔ سورۃ یونس تا سورۃ النحل

۴۔ سورۃ بنی اسرائیل تا سورۃ الفرقان

۵۔ سورۃ الشعراء تا سورۃ یٰسین

۶۔ سورۃ الصافات تا سورۃ الحجرات

۷۔ سورۃ ق تا سورۃ الناس

۱۲۔ کل تعداد کلمات۔۔۔۔۔۔۔۔ چھیاسی ہزار چار سو تیس (۸۶۴۳۰)

۱۳۔ کل تعداد حروف۔۔۔۔۔۔۔۔ تین لاکھ تیئیس ہزار سات سو ساٹھ (۳۲۳۷۶۰)

جمع وتدوین قرآن

جمع قرآن کا مفہوم

جمع قرآن کے دو معنی ہیں۔

۱۔ جمع کے ایک معنی ہیں 'قرآن کو حفظ کرنا' اور 'سینہ میں جگہ دینا'۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

اِنَّ عَلَیۡنَا جَمۡعَهٗ وَقُرۡاٰنَهٗ (سورة القیامه:۱۷)

''قرآن کو آپ کے سینے میں جمع کرنا اور پڑھانا ہمارے ذمہ ہے۔''

اسی لیے حفاظِ قرآن کو جامعِ قرآن بھی کہتے ہیں۔

۲۔ جمع کے دوسرے معنی قرآن کو لکھنے کے ہیں۔

قرآنِ کریم کی سورتوں اور آیتوں کو بالترتیب مختلف صحیفوں میں لکھ کر ان کو کتابی صورت میں ایک جگہ جمع کر دینا۔ (علوم القرآن: ڈاکٹر صبحی صالح)

عہد نبوی ﷺ میں حفاظتِ قرآن

آنحضور ﷺ بذاتِ خود سیّدُ الحفاظ تھے۔ آپ ﷺ کا یہ معمول تھا کہ جب بھی قرآنِ کریم کا کچھ حصہ نازل ہوتا تو صحابہ کرامؓ کو سنا دیتے تھے۔ صحابہ کرامؓ آپ ﷺ سے سن کر اسے ازبر کر لیتے تھے۔ عہدِ رسالت میں بہت سے صحابہ ایسے تھے جنہیں پورا قرآنِ مجید زبانی یاد تھا۔ جب کوئی آیت نازل ہوتی تو آپ ﷺ فوراً اس کے لکھوانے کا بندوبست کرتے۔ اس غرض سے بہت سے کاتب مقرر کر رکھے تھے جن کے نام عام طور سے معروف ہیں۔ بعض علماء نے ان کی تعداد ۲۶ بتائی ہے۔ علامہ حلبی نے سیرۃ العراقی کے حوالہ سے ان کی تعداد ۴۲ لکھی ہے۔ خلفائے اربعہ کے اسمائے گرامی کاتبِ وحی صحابہ میں سرفہرست ہیں۔ اس زمانے میں کتابت کا فقدان تھا۔ لکھنے کیلئے کھجور کے چوڑے پتے، شانے کی ہڈی، ہرن کی جھلی وغیرہ استعمال ہوتی تھی۔ جو چیزیں مل جاتیں اس پر نازل شدہ آیات لکھ لی جاتی تھیں۔ پھر آپ ﷺ اس تحریر کو مسلمانوں میں پھیلاتے وہ اس سے نقل کر کے اپنے پاس رکھتے تھے۔ جن چیزوں پر کلامِ الٰہی تحریر ہوتا تھا صحابہؓ دنیا

کی ہر قیمتی چیز سے ان کو بیش قیمت خیال کرتے اور انہیں حرزِ جان بنا کر رکھتے تھے۔مخصوص کاتبانِ وحی کے علاوہ بہت سے صحابہؓ نے اپنے طور پر قرآن مجید لکھا تھا۔حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ کہتے ہیں کہ میں نے عہدِ نبوی ﷺ میں سارا قرآنِ مجید جمع کیا اور رات بھر پڑھتا تھا۔یہ سن کر نبی کریم ﷺ نے ایک ماہ میں ختم کرنے کا حکم دیا۔(مسند احمد و نسائی)

جب آپ ﷺ نے مدینہ منورہ ہجرت فرمائی تو مسجد نبوی ﷺ میں ایک صندوق رکھوا دیا جس میں قرآن کا ہر نازل شدہ حصہ لکھوا کر رکھ دیا جاتا تھا اور تمام مسلمان اس سے اپنے لیے نقل کرتے رہتے تھے۔اس طرح آپ ﷺ کی وفات ۱۱ھ تک قرآن کا کوئی حصہ ایسا نہیں تھا جو تحریری صورت میں مسلمانوں کے پاس موجود نہ ہو۔البتہ یہ ایک کتاب کی صورت میں مرتب نہ تھا بلکہ اس کے اجزا منتشر تھے۔

ترتیبِ سُورہ وآیات

ظاہر ہے کہ قرآنِ مجید آج جس مرتب صورت میں ہمارے سامنے موجود ہے یہ وہ ترتیب نہیں جس کے مطابق نازل ہوا تھا۔اگر ایسا ہوتا تو سورۃ العلق سے قرآنِ کریم کا آغاز ہوتا۔البتہ یہ صحیح ہے اور سب علماء اس پر متفق ہیں کہ آیات کی ترتیب توقیفی ہے۔توقیف کے معنی ہیں واقف اور آگاہ کرنا۔مطلب یہ ہے کہ اس ترتیب سے اللہ تعالیٰ نے پیغمبر ﷺ کو آگاہ کیا تھا۔اس میں آنحضور ﷺ کی رائے واجتہاد کو دخل نہیں۔آنحضور ﷺ کو ایک ایک آیت کا مقام و محل حضرت جبریلؑ نے بتایا تھا۔(فتح الباری)

قرآنِ کریم کو سورتوں اور آیات کو مضامین کے لحاظ سے مرتب کیا گیا ہے۔ترتیبِ نزولی کے مطابق نہیں۔بعض چھوٹی سورتیں ایک ہی دفعہ نازل ہوئیں۔بعض سورتوں کی آیات تھوڑی تھوڑی کر کے نازل ہوتی رہیں۔یہ ضروری نہیں تھا کہ ایک سورت کے ختم ہونے کے بعد دوسری سورت شروع ہو بلکہ ایک سورت کے نزول کے دوران دوسری سورت شروع ہو جایا کرتی تھی۔آپ صحابہ سے فرماتے تھے کہ فلاں آیت کو فلاں سورت میں رکھو۔جمع وتدوین کا یہ کام حیاتِ نبوی ﷺ میں ہی اتمام پذیر ہوا۔قرآنِ کریم کی موجودہ ترتیب اسی وقت سے چلی آتی ہے۔آج تک اس میں سرِ مُو تبدیلی رونما نہیں ہوئی۔

چونکہ نزولِ قرآن کا سلسلہ آنحضور ﷺ کی عمر کے آخری حصے تک جاری رہا۔اس لیے آپؐ کی بتائی ہوئی ترتیب کے مطابق قرآنِ مجید کو کتابی صورت میں یکجا نہ کیا جا سکا۔البتہ قرآن کو حفظ کرتے وقت اس ترتیب کو ملحوظ رکھا جاتا تھا۔اس میں شک نہیں کہ قرآنی آیات پر مشتمل نوشتے متفرق طور پر صحابہ کے پاس موجود تھے۔اس کے ساتھ آیتوں اور سورتوں کی اندرونی ترتیب و تہذیب کا کام مکمل ہو چکا تھا۔اس لیے برملا یہ کہا جاتا تھا کہ فلاں سورۃ اتنی آیات پر مشتمل ہے اور فلاں آیت کا نمبر یہ ہے۔یہ ترتیب حفاظِ قرآن کے سینوں میں محفوظ تھی۔عہدِ رسالتؐ میں متعدد صحابہؓ ایسے تھے جن کو پورا قرآن مجید یاد تھا۔مثلاً حضرت معاذ بن جبلؓ،حضرت ابی بن کعبؓ،حضرت عبداللہ بن مسعودؓ،حضرت سالم بن معقلؓ،حضرت زید بن ثابتؓ،حضرت ابو زیدؓ،حضرت ابودرداؓ اوران کے علاوہ ایسے صحابہؓ تو بکثرت تھے جن کو قرآنِ مجید کے بعض حصے یاد تھے۔

حضورِ اکرم ﷺ کی ذات بطور جامع القرآن

مستشرقینِ یورپ نے دینِ اسلام پر جو بہتان طرازیاں کی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ قرآنِ کریم عہدِ رسالت میں جمع نہیں ہوا۔بلکہ آئندہ تاریخی ادوار میں مرتب ہوا۔اس سے ان کا مقصد قرآنِ کریم میں شکوک وشبہات کو جگہ دینا اور یہ ثابت کرنا ہے کہ موجودہ قرآن بحیثیت مجموعی خداوند تعالیٰ کا نازل کردہ نہیں بلکہ دوسرے لوگوں نے اس میں بہت کچھ ترمیم واضافہ کر دیا ہے۔مستشرقین کی اس ہرزہ سرائی کی تردید کیلئے کہیں باہر جانے کی ضرورت نہیں۔قرآنِ کریم میں خود اس بات کی شہادت موجود ہے کہ اس کی آیات شروع ہی سے تحریری حالت میں تھیں اور صحابہ کرامؓ ان کی تلاوت کیا کرتے تھے۔یہی وجہ ہے کہ کلامِ الٰہی کو کتاب (تحریر کردہ) اور قرآن (پڑھی جانے والی کتاب) کے نام سے موسوم کیا گیا۔

مندرجہ ذیل آیات ملاحظہ ہیں۔

۱۔ وَكِتَابٍ مَّسْطُورٍ فِي رَقٍّ مَّنشُورٍ (سورہ طور: ۲ – ۳)

"قسم ہے لکھی ہوئی کتاب کی جو کشادہ ورق میں ہے۔"

۲۔ اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ ۔فِيْ كِتَابٍ مَّكْنُوْنٍ (سورہ الواقعہ: ۷۷ – ۷۸)

’’یہ آبرو والا قرآن ہے۔ایک غلاف پوش کتاب میں۔‘‘

۳۔ ذٰلِکَ الْکِتَابُ لَارَیْبَ فِیْہِ (سورہ البقرہ: ۲)

’’اس کتاب میں کوئی شک وشبہ نہیں۔‘‘

۴۔ بَلْ ھُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِیْدٌ فِیْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ (سورۃ البروج: ۲۱- ۲۲)

’’یہ قرآنِ مجید تختیوں پر لکھا گیا ہے۔‘‘

۵۔ اِنَّ عَلَیْنَا جَمْعَہٗ وَ قُرْاٰنَہٗ (سورۃ القیامہ:۱۷)

’’بے شک قرآن کا جمع کرنا اور پڑھانا ہمارے ذمہ ہے۔‘‘

ان آیات سے واضح ہوتا ہے کہ قرآنِ مجید عہدِ رسالت ﷺ میں آنحضرت ﷺ کے حکم سے لکھا جاتا تھا۔ بہت سے لوگ تلاوت کیلئے اپنے طور پر لکھ لیتے تھے۔بعض کے پاس پورا قرآن لکھا ہوا موجود تھا اور بعض کے پاس قرآن کا کچھ حصہ۔

مندرجہ ذیل واقعات اس حقیقت کی آئینہ داری کرتے ہیں کہ قرآنِ کریم بڑی حد تک عہدِ رسالت ﷺ میں لکھا جا چکا تھا۔

۱۔ روایاتِ صحیحہ میں منقول ہے کہ حضرت عمرؓ نے دیکھا کہ آپؓ کی بہن چمڑے پر لکھا ہوا قرآنِ مجید پڑھ رہی ہے۔آپؓ نے اپنے بہنوئی کو پیٹا تھا کیونکہ وہ بھی تلاوتِ قرآن میں مشغول تھا۔آپؓ نے وہ اوراق لے کر چاک کر دیے۔اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہؓ کے پاس لکھا ہوا قرآن موجود ہوا کرتا تھا۔

۲۔ یہ روایت صحیح ہے کہ حضرت حفصہؓ کے گھر کے ایک صندوق میں پورا قرآنِ مجید رکھا تھا۔

۳۔ سرورِ کائنات ﷺ نے مرض الموت میں فرمایا کہ قلم دوات لاؤ میں کچھ لکھوا دوں۔اس کے جواب میں فاروقِ اعظمؓ نے عرض کیا کہ ہمارے لیے کتاب اللہ کافی ہے۔اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس وقت قرآن لکھا ہوا موجود تھا۔

۴۔ احادیث صحیحہ میں آیا ہے کہ حضرتِ جبریلؑ سال میں ایک دفعہ آپؐ کو قرآنَ مجید کا اعادہ کرایا کرتے تھے۔یہ اس امر کی بیّن دلیل ہے کہ موجودہ ترتیب آنحضرت ﷺ کی دی ہوئی ہے۔

۵۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے پاس پورا قرآن موجود تھا۔

مذکورہ بالا دلائل و براہین سے یہ حقیقت اجاگر ہوتی ہے کہ قرآنِ مجید کی موجودہ ترتیب آنحضرت ﷺ کی دی ہوئی ہے اور آپ ﷺ ہی اصل جامع القرآن تھے۔

حفاظتِ قرآن اور کردارِ صدیقِ اکبرؓ

سرورِ کائنات ﷺ کے وصال کے بعد عرب بھر میں کفر والحاد کا طوفان اٹھا۔ حضرت صدیقِ اکبرؓ نے پوری اسلامی طاقت کو اس فتنہ کے فرو کرنے میں لگا دیا۔ ان میں ایک بڑا محاذ مسیلمہ کذاب کے خلاف تھا۔ مسیلمہ کے خلاف جنگ یمامہ میں بارہ سو کے قریب صحابہؓ شہید ہوئے۔ جن میں سے سات سو قرآن خواں اور ستر کے قریب قاری تھے۔ یہ صحابہؓ آنحضور ﷺ کے تربیت یافتہ اور عرب وعجم تک قرآن کی تعلیم پہنچانے کے ضامن تھے۔ ان قرآء کو قرآنِ کریم نہ صرف زبانی یاد تھا بلکہ ان کے پاس اس کے تحریری اجزاء بھی تھے۔ ان میں سے بعض نے براہِ راست آنحضور ﷺ کی زبان سے قرآنِ حکیم سن کر لکھ لیا تھا۔ ان کی تحریروں کا کھو جانا ایک ناقابلِ تلافی نقصان تھا۔ اس وقت عرب بھر میں مرتدین کے خلاف جنگ جاری تھی شمع حق کے پروانے دیوانہ وار جانیں نثار کر رہے تھے۔

حضرت عمر فاروقؓ نے حفاظِ قرآن کی شہادت کا یہ عالم دیکھ کر حضرت صدیقِ اکبرؓ سے عرض کیا کہ اگر قرآن کے حفاظِ قرآن اسی طرح جامِ شہادت نوش کرتے رہے تو قرآنِ مجید کے بہت سے اجزاء کھو جائیں گے لہٰذا بہتر ہوگا کہ قرآن کو ایک مرتب کتاب کی صورت میں جمع کر لیا جائے۔ (ترمذی ابواب التفسیر نیز بخاری باب جمع القرآن)

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے پہلے انکار کیا مگر فاروقِ اعظمؓ کے اصرار پر رضامند ہو گئے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے زید بن ثابتؓ کو اس کام پر مامور کیا۔ حضرت زیدؓ عہدِ رسالت ﷺ میں کاتبِ وحی رہ چکے تھے۔ آنحضور ﷺ نے جب آخری مرتبہ حضرت جبریلؑ کے ساتھ قرآن کا اعادہ کیا تو زید بن ثابتؓ اس وقت موجود تھے۔ آپؓ اس قدر ذہین تھے کہ آنحضرت ﷺ کے حکم پر صرف دو ہفتوں میں عبرانی زبان سیکھ لی تھی۔ جب آنحضورؐ مدینہ تشریف لائے تو اس وقت زیدؓ صرف گیارہ برس کے تھے۔ قوتِ حافظہ کا یہ عالم تھا کہ سترہ سورتیں یاد کر چکے تھے۔ حضرت زیدؓ کو

اس بارِگراں کی بجا آوری میں تامل ہوا مگر حکمِ صدیقؓ و فاروقؓ کے سامنے گردن تسلیم خم کردی۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے حکم سے حضرت زیدؓ کے پاس وہ تمام نوشتے و تراشے لائے گئے جو آنحضورؐ نے خاص اہتمام سے لکھوائے تھے۔ اسی طرح دیگر صحابہؓ کے پاس قرآن کے جو مسودات تھے وہ سب اکٹھے کر لیے گئے۔ حضرت زیدؓ کا طریقِ کار یہ تھا کہ کسی آیت کو لکھنے سے پہلے ان تحریری مجموعوں میں سے اسے تلاش کرتے اور پھر حفاظِ قرآن کی یادداشت سے مقابلہ کر کے لکھ لیتے تھے۔ صرف حافظہ یا صرف تحریر پر اعتبار نہیں کرتے تھے بلکہ دونوں کی تصدیق ضروری تھی۔ عام طور پر بیان کیا گیا کہ جس صحابیؓ نے رسول اللہ ﷺ سے براہِ راست سن کر قرآنِ کریم کا کچھ حصہ لکھ رکھا ہو اسے پیش کرے۔ لہٰذا لوگوں کے پاس چمڑے کے ٹکڑوں، لکڑی اور پتھر وغیرہ کی تختیوں پر جو آیات تھیں اٹھا لائیں گئیں۔

حضرت زیدؓ نے کمال احتیاط اور تصحیح و مقابلہ کے بعد قرآنِ کریم کا جو نسخہ تیار کیا وہ ترتیب و تہذیب بلکہ ہر لحاظ سے وہی قرآن تھا جو آنحضور ﷺ پر نازل ہوا تھا۔ یہ نسخہ الگ الگ صحیفوں میں تھا اسے صحف کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

اس طرح زید بن ثابتؓ کے تحریر کردہ صحف پہلے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی تحویل میں رہے پھر ان کے جانشین حضرت عمرؓ کی حفاظت میں آئے۔ ان کے بعد ان کی صاحبزادی حضرت حفصہؓ کے سپرد کر دیا گیا۔ (البدایہ والنہایہ)

امام ابن حزمؒ کا بیان ہے کہ فاروقِ اعظمؓ کی وفات کے وقت دیارِ مصر و شام اور عراق و یمن میں قرآنِ مجید کے ایک لاکھ نسخے موجود تھے۔ (کتاب الفصل: ج۲ ص۸۰)

حفاظتِ قرآن اور حضرت عثمانِ غنیؓ

جس طرح ہر زبان میں علاقائی اختلاف سے کسی حد تک لب و لہجہ میں فرق آجاتا ہے اسی طرح عرب قبائل کا تلفظ بھی یکساں نہیں تھا۔ مثلاً بعض قبائل علامتِ مضارع کو مفتوح کے بجائے مکسور پڑھتے تھے۔ چنانچہ یَعْلَمُ کو یِعْلَمُ بکسرہ یائے پڑھتے۔ بعض قبیلے اَسْلَمُ کو عَسْلَمُ اور حتّٰی کو عتّٰی پڑھتے۔ مزید برآں رسم الخط میں بڑا فرق پایا جاتا تھا۔ تاہم یہ اختلاف قرأت معنی و مطلب پر اثر انداز نہیں ہوتا تھا۔ آنحضرت ﷺ خاندانِ قریش سے وابستہ

تھے اس لیے آپ ﷺ قریشی لب و لہجے میں قرآن پڑھتے تھے۔ جب مختلف قبائل کے لوگ حلقہ بگوش اسلام ہوئے اور یکا یک انہیں اپنے بچپن کے پختہ لب و لہجہ کے مطابق قرآن پڑھنے کی اجازت دی گئی تو تعمیلِ ارشاد میں عربی قبائل کے لوگ قرآن کو اپنے علاقائی طرز و انداز میں پڑھنے لگے۔

حضرت عثمانؓ کے عہدِ خلافت میں اسلامی فتوحات کی وہ فراوانی ہوئی کہ اسلام دنیا کے دور افتادہ گوشوں تک پہنچ گیا۔ عجمی اقوام دائرہ اسلام میں داخل ہوئیں۔ نماز پڑھنے کیلئے قرآن کا سیکھنا از بس ناگزیر تھا۔ انہیں قرآن پڑھنے کے لیے عربوں کی شاگردی اختیار کرنا پڑی۔ مختلف قبائل میں قرأت کا اختلاف تھا۔ اس لیے نومسلموں میں بھی اس کا اثر رونما ہوا۔ اختلافِ امت میں اگرچہ بنیادی قباحت نہ تھی تاہم یہ خطرہ دامن گیر تھا کہ مبادا یہ اختلاف آگے چل کر شدت اختیار نہ کرے۔ عثمانیؓ عہدِ خلافت میں ایک صحابی حضرت حذیفہ بن یمانؓ آرمینیا کے محاذ پر سپہ سالاری کے فرائض سرانجام دے رہے تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ بعض مسلمان اپنی قرأت کو صحیح تصور کر کے دوسرے کی قرأت کو غلط تصور کر رہے ہیں لہذا کچھ بعید نہ تھا کہ فتنہ بپا ہو جاتا۔ چنانچہ ۲۵ھ میں حضرت حذیفہؓ اسی محاذ سے حج کرنے چلے گئے اور خلیفہ سوم حضرت عثمانؓ سے یہ ماجرا کہہ سنایا۔ حضرت عثمانؓ نے صحابہ اکرامؓ کو بلا کر حالات سے آگاہ کیا۔ سب نے یک زبان ہو کر کہا کہ امت کو ایک قرأت پر جمع کرنا چاہیے۔ چونکہ ابتداً قرآن قریش کے محاورہ کے مطابق پڑھا جاتا تھا لہٰذا اختلاف کو رفع کرنے اور یکسانیت برقرار رکھنے کے لئے اب بھی قریشی لہجہ اختیار کرنا چاہیے۔

(البدایہ والنہایہ)

حضرت عثمانؓ نے حضرت حفصہؓ کے پاس سے حضرت ابوبکرؓ والا نسخہء قرآن منگوا کر حضرت زید بن ثابتؓ اور دیگر ۳ صحابہ اکرامؓ پر مشتمل بورڈ کو حکم دیا کہ وہ اس کی نقلیں تیار کریں۔ چنانچہ قریشی لہجہ کے مطابق اس کی نقلیں تیار کی گئیں اور ہر صوبے کے مرکز میں ایک ایک نسخہ بھیج دیا گیا۔ حضرت عثمانؓ نے ایک نسخہ اپنے پاس مدینہ میں رکھا۔ اسے ''المصحف الامام'' کہتے ہیں۔ یہ نسخے الگ الگ صحیفوں میں تھے۔ یکجا نہ تھے اسلئے مصاحف کہلاتے تھے۔ یہ مصاحف چونکہ آئندہ نسخوں کیلئے ایک نظیر کی حیثیت رکھتے تھے اس لئے انکو 'المصاحف الائمۃ'' یعنی معیاری

مصاحف بھی کہتے ہیں۔حضرت عثمانؓ نے قرآن کے جو نسخے باہر بھیجے ہر نسخے کے ساتھ اس شہر میں ایک خاص قاری بھی تھا تاکہ لوگ اب اپنے نئے قرآن صرف ان نسخوں سے نقل کریں۔حضرت عثمانؓ نے صحابہ اکرامؓ کے مشورہ سے فرمان جاری کیا کہ جہاں کہیں علیحدہ قرأتوں میں لکھے ہوئے قرآن ہوں۔جلا دئے جائیں تاکہ اختلاف کا کوئی امکان نہ رہے۔یہ کام ۳۰ھ میں انجام پذیر ہوا۔یہ حضرت عثمانؓ کی اُسی دوراندیشی کا ثمرہ ہے کہ آج کرۂ ارض پر قرآن کا صرف ایک ہی نسخہ موجود ہے اور اس میں ذرا بھر بھی اختلاف نہیں پایا جاتا۔

حضرت ابوبکرؓ کے عہدِ خلافت میں جمع قرآن کا مقصد یہ تھا کہ قرآنِ مجید کو ہڈیوں، کھجور کے پتوں، تختیوں وغیرہ سے نقل کر کے اوراق میں لکھا جائے تاکہ آئندہ کیلئے کسی حصے کے ضائع ہونے کا خطرہ باقی نہ رہے۔خلافتِ عثمانی میں جمع قرآن سے یہ مقصود تھا کہ لوگ مختلف قرأتیں چھوڑ کر صرف قرأتِ قریش پر متحد ہو جائیں۔حضرت عثمانؓ اس عظیم قرآنی خدمت کی وجہ سے ''جامع القرآن'' کہلائے۔یعنی امت کو ایک قرأت پر جمع کرنے والے۔جہاں تک قرآن کو صرف جمع کرنے کا تعلق ہے یہ کام آنحضور ﷺ کے ہاتھوں آپ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ میں انجام پا چکا تھا۔آج اسلامی دنیا میں قرآن کے جتنے نسخے موجود ہیں وہی مصاحفِ عثمانی یا ''مصحفِ امام'' کے مطابق ہیں۔ظاہر ہے کہ ''مصحفِ امام'' ابی بکرؓ کی نقل اور مصحفِ ابی بکرؓ خود آنحضرت ﷺ کے لکھائے اور یاد کرائے ہوئے قرآن کے مطابق تھا۔خلاصہ کلام یہ ہوا کہ موجودہ قرآنِ مجید وہی ہے جو آنحضور ﷺ نے امت کو دیا تھا۔

اعراب

اعراب سے مراد حروف پر حرکات (زیر، زبر، پیش وغیرہ) دینا ہے۔ان اعراب کی وجہ سے تلفظ کی صحیح ادائیگی آسان ہو جاتی ہے، علماء کرام کے علاوہ عام آدمی بھی عربی زبان کو آسانی سے پڑھ سکتا ہے۔نزولِ قرآن کے وقت عربوں میں حروف پر اعراب لگانے کا کوئی رواج نہ تھا۔یہ کام صرف نقاط سے لیا جاتا تھا۔عربوں کو اپنی مادری زبان کی وجہ سے کوئی دشواری پیش نہ آتی تھی۔چنانچہ خلافتِ راشدہ کے دور میں اسلامی سلطنت کی حدود میں بہت سے ممالک غیر قوموں کے شامل ہوئے۔ان قوموں نے جب اسلام قبول کر لیا تو انہیں قرآن پڑھنے میں بہت دقّت

پیش آتی تھی۔ان لوگوں کی سہولت کیلئے حضرت علیؓ کے دورِ حکومت میں اس مسئلہ پر غور ہوا۔آپؓ کے ایک شاگرد ابوالاسود الدئلی نے گرائمر کے کچھ اصولوں کو مرتب کیا اور ساتھ ہی اعراب لگانے کا بھی کچھ کام کیا۔البتہ بعد میں اس کے شاگردوں نے اس کام کو جاری رکھا۔حتیٰ کہ حجاج بن یوسف نے اس کام میں دلچسپی لے کر اس کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔یہ بات زیادہ مشہور ہے کچھ مورخین نے اس بات سے اختلاف کیا ہے اور ان کا خیال ہے کہ اعراب لگانے کا کام عباسی دور میں ایک شخص خلیل بن احمد نے مکمل کیا تھا۔

قرآنِ کریم کی خصوصیت

جس طرح سرورِ کائنات ﷺ کو ابدی رسالت دے کر مبعوث کیا گیا۔اسی طرح جو کتاب آپ ﷺ کو عطا ہوئی وہ بھی دائمی اور نا قابلِ تغیر وتبدل ہے۔قرآنِ کریم میں ارشاد ہوتا ہے۔

اُتۡلُ مَاۤ اُوۡحِیَ اِلَیۡکَ مِنَ الۡکِتٰبِ (العنکبوت: ۴۵)

''تمہاری طرف رب کی کتاب سے جو کچھ وحی کیا گیا ہے اس کی تلاوت کیجئے۔''

قرآنِ کریم سرزمینِ عرب میں اترا جو لوازمِ تہذیب سے یکسر عاری تھی۔پورے ملک پر ضلالت کی تاریکی چھائی تھی۔لکھے پڑھے لوگ خال خال ہی پائے جاتے تھے۔قریش میں سترہ آدمی فنِ کتابت سے آشنا تھے۔چھاپہ خانہ تو مدتوں بعد کی ایجاد ہے۔کاغذ تک ناپید تھا۔لکھنے کیلئے بدن کی کھال، کھجور کی چھال اور اونٹ کے شانے کی چوڑی ہڈی استعمال کی جاتی تھی۔تاہم آج چودہ صدیاں ہونے کو آئی ہیں مگر قرآنِ حکیم روزِ اول کی طرح صحیح وسالم اور محفوظ ہے۔اعدائے دین کی ہمیشہ سے یہ کوشش رہی ہے کہ دینِ اسلام میں کوئی نہ کوئی رخنہ تلاش کیا جائے اور اسے عیب دار ثابت کرنے کیلئے اس کی حاملِ کتاب میں کیڑے نکالنے کی سعیٔ لاحاصل کی جائے مگر وہ آج تک یہ ثابت نہیں کر سکے کہ قرآنِ کریم کی زیر و زبر یا پیش و مد میں فرق آیا ہو۔

حفاظتِ قرآن اور وعدۂ خداوندی

تمام آسمانی کتابوں میں قرآنِ کریم کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ یہ خاتم الکتب ہے۔اسی طرح ہمارے نبی کریم ﷺ خاتم الرسل نبی ہیں۔آنحضور ﷺ سے پہلے انبیاء کی نبوّت کسی خاص قوم

کی طرف محدود ہوا کرتی تھی یا کسی خاص دائرہ زمان ومکاں میں محصور ومقید ہوتی۔ یہی وجہ ہے کہ مختلف خطہ ءارضی میں بیک وقت متعدد نبی آیا کرتے تھے اور ایک نبی کے بعد دوسرے رسول یا نبی کی ضرورت لاحق ہوتی تھی۔ جب سالار رسل ﷺ ایک دائمی وابدی رسالت لے کر تشریف لے آئے تو آپ ﷺ کے بعد رسالت ونبوت کا سلسلہ ہمیشہ کیلئے ختم کر دیا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ آسمانی کتابوں میں سے کسی کے بارے میں یہ ثابت نہیں کیا جا سکتا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت اپنے ذمہ لی ہو۔ قرآن سے پہلے جو کتابیں نازل ہوئیں ان کی زبانیں تک مردہ ہو چکی ہیں اور خطہ ءارضی پر کہیں بھی بولی نہیں جاتیں۔ اللہ تعالیٰ نے نہ صرف قرآنِ کریم کو دست بردِ زمانہ سے محفوظ رکھا۔ بلکہ اس کی زبان کو بھی زندہ و پائندہ بنا دیا۔ آج دنیا میں کروڑوں انسان عربی بولتے اور سمجھتے ہیں۔ قرآن کریم میں فرمایا:

اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّكۡرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ (الحجر:۹)

''ہم نے اس قرآن کو نازل کیا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں''۔

اس آیت سے یہ واضح ہوتا ہے کہ قرآنِ کریم اپنی حفاظت میں انسانی مساعی سے بے نیاز ہے اس کی حفاظت کی ذمہ داری خالقِ ارض وسماء نے خود لی ہے کہ جس کا محافظ خداوند عالم ہو اس کو نقصان پہنچانا کسی کے بس کا روگ نہیں۔ قرآن کو نازل کرنے والا حی وقیوم ہے۔ وہ خود قائم و دائم ہے اور دوسروں کی زندگی اس سے وابستہ ہے۔ وہ جس کو زندہ رکھنا چاہے اسے کوئی ہلاک نہیں کرسکتا۔ قرآن سے پہلے اس نے جو کتابیں نازل کیں اس نے ان کی حفاظت کی ذمہ داری اپنی ذات پر عائد نہیں کی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ وہ کتابیں اپنی اصلی حالت میں کرۂ ارضی پر کہیں موجود نہیں۔ ان کے ماننے والوں نے ہی حسبِ مرضی ان میں ترامیم واضافہ کر دیا۔ قرآنِ کریم میں فرمایا:

يُحَرِّفُوۡنَ الۡكَلِمَ عَنۡ مَّوَاضِعِهٖ (المائدة:۱۳)

''وہ کلمات کو ان کی جگہ سے بدل دیتے ہیں''۔

اللہ تعالیٰ نے سابقہ کتب کی حفاظت کا کام ان کے حاملین کے سپرد کیا تھا مگر وہ اس عظیم ذمہ داری کو نبھانے سے قاصر رہے۔ قرآن میں فرمایا:

فَنَبَذُوْهُ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ وَاشْتَرَوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا (آل عمران: ۱۸۷)

''انہوں نے اس کتاب کو پس پشت ڈال دیا۔اورتھوڑی قیمت کے عوض فروخت کر دیا''۔

مزید فرمایا:

بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ وَكَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ (سورة مائده: ۴۴)

''کیونکہ انہیں کتاب کی حفاظت سونپی گئی تھی اوراس کی (صداقت) پر گواہ تھے''۔

جب قرآن نازل ہوا تو صرف اس کی حفاظت ہی نہیں بلکہ اس کو آنحضرت ﷺ کے سینہ میں محفوظ کرنے اور آپ ﷺ کو پڑھانے تک کی ذمہ داری اللہ کریم نے قبول کی۔آغازِ نبوت میں آنحضور ﷺ کا معمول تھا کہ نزولِ وحی کے وقت جلدی جلدی لب ہلاتے تھے تاکہ نازل شدہ آیات اچھی طرح یاد ہو جائیں۔اس ضمن میں فرمایا:

لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ .

اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ (سوره القيامه: ۱۶. ۱۷)

''آپ اپنی زبان کو جلدی جلدی حرکت نہ دیں بے شک اس کا جمع کرنا اور پڑھانا ہمارا ذمہ ہے''۔

اس آیت کے بعد آپ ﷺ کا معمول یہ ہو گیا کہ جبریلؑ آتے تو آپ ﷺ خاموش ہو کر سنتے جاتے تھے۔جبریلؑ جب چلے جاتے تھے تو نازل شدہ آیات کی اس طرح تلاوت کرتے جس طرح جبریلؑ سے سنا تھا۔اس طرح سارا قرآن سینۂ اقدس میں محفوظ ہو گیا۔

حفاظتی تدابیر

اگرچہ حفاظتِ قرآن کی ذمہ داری خود اس کے نازل کرنے والے نے لی تھی تاہم اس نے اس کی حفاظت کیلئے مندرجہ ذیل ظاہری تدابیر بھی اختیار کی تھیں۔

طریقِ نزول

قرآنِ کریم کا طریقِ نزول خود اس کی حفاظت کا ضامن تھا۔جبریلِ امینؑ قرآنِ کریم کو حضور ﷺ کے سینہ میں بحفاظت اتار دیتے۔اس کے بعد نبی ﷺ صحابہؓ کو بلا کر قرآن کا یہ حصہ سناتے اور صحابہؓ اسے از بر کر لیتے۔بہت سے صحابہؓ کو پورا قرآن یاد تھا۔کئی صحابہؓ نازل آیات کو لکھنے کا فوری اہتمام کرتے تھے۔قرآنِ کریم میں فرمایا:

اِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ہ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ (سورہ الشعراء: ۱۹۲ - ۱۹۳)

''اس قرآن کو روح الامینؑ نے جہانوں کے مالک کی طرف سے نازل کیا ہے''۔

بَلْ هُوَ اٰيٰتٌ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ (عنکبوت: ۴۹)

''یہ واضح آیات ان لوگوں کے سینوں میں ہیں جن کو علم دیا گیا ہے''۔

جب جبریلؑ اپنا کام ختم کرتے تو حضور ﷺ کا کام شروع ہو جاتا اور مسلمانوں کے سینوں تک پہنچا کر ختم ہوتا۔ یہ قرآنِ کریم آسمانی لوحِ محفوظ سے اتر کر حضور ﷺ کے قلبِ مبارک کی لوحِ محفوظ میں آتا پھر آپ ﷺ اسے نیک نہاد صحابہؓ کے پاکیزہ سینوں میں منتقل فرما دیتے۔ ایمان کی مضبوط تار نے صحابہؓ کے دلوں کو آنحضور ﷺ کے قلبِ مبارک سے جوڑ دیا تھا۔ وحی کی روشنی جونہی آپ ﷺ کے دل میں آتی زبانِ مبارک کی ہلکی سی جنبش سے صحابہؓ کے دل نورِ قرآن سے جگمگا اٹھتے۔ حضور ﷺ جب قرآن سناتے تو تشنہ کا تانِ وحی اس سے اپنی روحانی پیاس بجھاتے۔

حفظ وضبطِ قرآن

نبی کریم ﷺ حفاظتِ قرآن کا خاطر خواہ اہتمام فرماتے تھے۔ جب کوئی آیت نازل ہوتی تو آپ ﷺ کو فوراً اس کو لکھوانے کی فکر دامن گیر ہوتی۔ اس مقصد کیلئے آپ ﷺ نے بہت سے کاتبِ مقرر کر رکھے تھے۔ علامہ حلبی نے سیرت العراقی کے حوالے سے ان کی تعداد ۴۲ لکھی ہے۔ آپ ﷺ کے چاروں خلفاء بھی یہ فریضہ انجام دیتے تھے۔ پھر آپ ﷺ اس تحریر کو مسلمانوں میں پھیلاتے وہ اس سے اپنا نسخہ تیار کرتے اور اسے اپنے پاس محفوظ کر لیتے۔ مخصوص کاتبینِ وحی کے علاوہ بہت سے صحابہؓ نے اپنے طور پر قرآنِ مجید لکھا ہوا تھا۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کا بیان ہے کہ میں نے عہدِ نبوی ﷺ میں سارا قرآن جمع کیا اور رات بھر پڑھتا رہتا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے ایک ماہ میں پورا قرآن ختم کرنے کا حکم دیا تھا۔ (مسند احمد و نسائی)

تلاوتِ قرآن

کتاب وسُنت میں تلاوتِ قرآن کی جو تاکید کی گئی ہے اس پر جزاء وثواب کا جو وعدہ دیا گیا ہے۔ حفاظتِ قرآن کے لئے اکسیر کا حکم رکھتا ہے۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ ہر مسلمان تلاوتِ

قرآن کا شیدائی نظر آتا ہے اور مشاغلِ حیات میں سے تلاوت کے لئے تھورا بہت وقت ضرور نکال لیتا ہے۔صبح کا وقت تلاوتِ قرآن کے لئے خصوصی طور پر زیادہ بابرکت ہے۔قرآن میں فرمایا:

اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ کَانَ مَشْھُوْدًا (الاسراء:۷۸)

''صبح کی تلاوتِ قرآن میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں''۔

نمازِ فجر کے بعد ہر گھر سے تلاوتِ قرآن کے خوش آئند نغمے فضا میں بُلند ہوکر پورے ماحول کو تقدس وروحانیت سے بھر دیتے ہیں۔قرآن میں خود حضور ﷺ کو تلاوت کا حکم دیا گیا ہے۔

اُتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْکَ مِنَ الْکِتٰبِ (العنکبوت:۴۵)

''کتاب سے جو آپ کی طرف وحی کیا گیا ہے اس کی تلاوت کیجئے''۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جبریل امینؑ کے ساتھ قرآنِ کریم کا دور کیا کرتے تھے۔ یہ دور خصوصی طور پر ماہِ رمضان میں ہُوا کرتا تھا۔نزولِ قرآن کا آغاز ماہِ رمضان میں ہوا تھا اس لئے رمضان وقرآن کو ایک دوسرے سے گہری مناسبت ہے۔یہی وجہ ہے کہ مسلمان نمازِ تراویح میں بڑے ذوق وشوق سے قرآن سُنتے ہیں۔قرآنِ کریم کا سُننا پڑھنے سے بھی زیادہ ضروری اور موجبِ اجر وثواب ہے۔قرآنِ کریم میں فرمایا:

وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا (الاعراف:۲۰۴)

''جب قرآن پڑھا جائے تو اسے توجہ سے سنو اور زبان سے خاموش رہو''۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآنِ کریم کے پڑھنے اور پڑھانے کو معیارِ فضیلت قرار دیتے ہوئے فرمایا:

خَیْرُکُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَهٗ (بخاری ومُسلم)

''تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو قرآن پڑھے اور پڑھائے''۔

مندرجہ ذیل احادیث سے تلاوتِ قرآن کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔

۱۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''وہ شخص رشک کے قابل ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کا علم دیا اور دن رات اس کی تلاوت کرتا ہے۔(بخاری ومُسلم)

۲۔ حضور ﷺ مسجد میں تشریف لائے تو دیکھا کہ کچھ لوگ محوِ عبادت ہیں اور کچھ قرآنِ کریم کے پڑھنے پڑھانے میں مشغول ہیں۔ آپ ﷺ قرآن پڑھنے والوں کے ساتھ بیٹھ گئے اور فرمایا کام وہ بھی اچھا کرتے ہیں لیکن میں تمہارے ساتھ ہوں۔ (بخاری و مُسلم)

۳۔ قرآن کا ہر حرف پڑھنے سے دس نیکیاں ملتی ہیں۔ جسطرح ''الم'' پڑھنے سے دس نہیں بلکہ تیس نیکیاں ملیں گی۔

تلاوتِ قرآن کی ترغیب و تحریص حفاظتِ قرآن میں بڑی حد تک ممد و معاون ثابت ہوئی۔ مسلمان ہمہ تن قرآن پڑھنے پڑھانے اور حفظ کرنے میں لگ گئے۔ قرآن کے سوا کسی دوسری کتاب کو یہ مقبولیت حاصل نہیں ہوئی۔ اس سے واضح ہوا کہ تلاوتِ قرآن کا ذوق وشوق بھی قرآن کی حفاظتی تدابیر میں سے ایک ہے۔

حفظِ قرآن

قرآنِ مجید دُنیا کی واحد کتاب ہے جس کو مسلمان سینہ میں جگہ دیتے ہیں اور اس کو حرزِ جان بنا کر رکھتے ہیں۔ قرآنِ کریم کے سوا کائنات ارضی کی کسی کتاب کو زبانی یاد نہیں کیا جاتا۔ آج دُنیا میں لاکھوں حفاظ قرآن اور قاری موجود ہیں جن کی زندگی کا واحد سرمایہ صرف قرآنِ کریم ہے اور اُنہوں نے اس کے حفظ وضبط اور تلاوت کے لئے اپنی زندگی وقف کر رکھی ہے۔ دُنیا کی کسی قوم نے اپنی مذہبی کتاب کے تحفظ و بقاء کے لئے یہ اہتمام نہیں کیا۔ یہ حفاظتِ قرآن کی ایسی دلیل ہے کہ جس کی نظیر کہیں موجود نہیں۔ مندرجہ ذیل احادیث سے حفظِ قرآن کی اہمیت اُجاگر ہوتی ہے۔

۱۔ آپ ﷺ نے فرمایا جس کھال میں قرآن ہو گا وہ آگ میں نہیں جائے گا۔ (دارمی)

۲۔ آپ ﷺ نے فرمایا روزِ قیامت حافظِ قرآن کو حُکم ہو گا کہ قرآن پڑھتا جا اور جنت کے مدارج طے کرتا جا۔ جہاں تیرا قرآن ختم ہو گا وہی تیرا مقام ہے۔

۳۔ جس صحابی کو زیادہ قرآن یاد ہوتا تھا آپ ﷺ اسی کو قبیلہ کا امام اور سردار مقرر کرتے تھے۔ چنانچہ اسی بناء پر حضور ﷺ نے ایک قبیلے کے آٹھ سالہ لڑکے کو امام بنا دیا۔ (مشکوٰۃ)

۴۔ آپ ﷺ نے فرمایا جو قرآن کو یاد کر کے بھلا دے وہ قیامت کو کوڑھی بن کر اُٹھے گا۔ (بخاری)

۵۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں نے اپنی اُمت کا کوئی گناہ اس سے بڑا نہیں دیکھا کہ کسی نے ایک

آیت یاد کر کے بھلا دی ہو۔ (صحاح ستہ)

قرأتِ صلوٰۃ

نماز بدنی عبادات میں ایک اہم مقام رکھتی ہے۔ یہ دین کا ستون ہے جس کے منہدم ہونے سے دین کی عمارت گر جاتی ہے۔ تلاوتِ قرآن نماز کا جزو اعظم ہے جس کے بغیر نماز مکمل نہیں ہوتی۔ یہی وجہ ہے کہ ہر مسلمان اپنی استطاعت کی حد تک نماز میں پڑھنے کیلئے قرآن کو یاد کرتا ہے۔ فرائض سے زیادہ نوافل میں قرآن پڑھا جاتا ہے۔ روئے زمین پر وہ کون سی مسجد ہے جس میں ماہِ رمضان کے دورانِ تراویح میں قرآنِ کریم ختم نہیں کیا جاتا۔ بناء بریں نماز میں قرآن خوانی اس امر کی موجب ہوئی کہ مسلمان زیادہ سے زیادہ قرآنِ کریم یاد کریں تاکہ طویلِ قرأت کے ساتھ نماز ادا کریں اور اس میں طمانیت واعتدال کی رُوح پیدا کریں۔

بزرگانِ سلف سے نماز میں قرآن پڑھنے سے متعلق عجیب وغریب روایات منقول ہیں جن سے ان کا قرآن سے والہانہ ذوق وشوق اور عشق ومحبت کا اندزہ ہوتا ہے مثلاً حضرت عثمانؓ اور تمیم داریؓ ایک ایک رکعت میں قرآن ختم کیا کرتے تھے۔ امام ابوحنیفہؒ سے بھی ایک رکعت میں قرآن ختم کرنا منقول ہے۔ ایک غزوہ میں نبی اکرم ﷺ نے عمار بن یاسرؓ اور عبادہ بن بشیرؓ کو حکم دیا کہ رات کو باری باری پہرہ دیں۔ حضرت عبادہؓ کی باری پہلے تھی وہ نماز کے لئے کھڑے ہوگئے دُشمن نے آپؓ کو کھڑا دیکھ کر تین تیر مارے۔ آپؓ جسم سے تیر نکالتے رہے مگر نماز کو ترک نہ کیا۔ جب نماز ختم کی اور ساتھی کو جگایا تو دُشمن بھاگ گیا تھا۔ ساتھی نے آپؓ کو لہولہان دیکھ کر وجہ پوچھی تو حضرت عبادہؓ نے جواب دیا ''میں نے سورۃ کہف شروع کر رکھی تھی اسے ناتمام چھوڑنے کو جی نہ چاہتا تھا''۔ (حکایاتِ صحابہؓ)

مندرجہ صدر بیان سے واضح ہوتا ہے کہ نماز میں قرأتِ قرآن بھی کلام ربّانی کی حفاظتی تدابیر میں سے ایک مؤثر تدبیر تھی جس سے قرآن کے تحفظ واشاعت میں بڑی مدد ملی۔

اشاعتِ قرآنِ کریم اور قدیم نسخے

۱۔ قرآنِ مجید کا وہ نسخہ جس کی تلاوت کرتے ہوئے حضرت عثمانؓ کو شہید کیا گیا تھا روس میں موجود ہے۔ یہ نسخہ امیر تیمور کے زمانے میں ابوبکر الشاشی کی جانب حضرت شیخ عبداللہؒ کے مرقد پر رکھا گیا

جہاں سے وہ روسیوں کے ہاتھ آیا۔

۲۔ روایات میں منقول ہے کہ قرآنِ مجید کی ایک نقل حضرت علیؓ اور حضرت سالم موسیٰ ابی حذیفہؓ نے بھی تیار کی تھی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ قرآنِ مجید کے چند اوراق حضرت علیؓ کے تحریر کردہ لاہور کی شاہی مسجد میں بھی موجود ہیں۔

۳۔ ۱۹۳۰ء ماہِ نومبر میں ایران کے محکمہ آثارِ قدیمہ کو حضرت عثمانؓ کے ہاتھ کا لکھا ہوا ایک نسخہ کردستان کی ایک مسجد سے برآمد ہوا تھا۔

۴۔ قرآنِ مجید کا ایک نسخہ حضرت امامِ حسن رضی اللہ عنہ نے اپنے دستِ مبارک سے لکھا تھا جو ہرن کی کھال پر لکھا ہوا ہے۔ حضرت امامِ حُسین رضی اللہ عنہ کے لکھے ہوئے قرآنِ مجید کے چند اوراق جو خطِ کوفی میں لکھے گئے تھے امیر تیمور کے بابر یدیلدرم کے کتب خانے سے ملے تھے جو تیموری سلاطین کی حفاظت میں رہے۔ ۱۸۵۷ء میں یہ اوراق انگریزی حکومت نے آخری تیموری بادشاہ بہادر شاہ ظفر سے لے کر برطانیہ بجھوادیئے لیکن چند اوراق جن میں سے چند شاہ جہاں کی ثبت شدہ مُہر والے دہلی میں موجود ہیں۔

۶۔ خلفائے بنی اُمیہ نے بھی قرآنِ کریم کی اشاعت میں بڑا حصہ لیا۔ خلیفہ عبدالملک نے اپنے عہدِ خلافت میں قرآنِ کریم کے نسخے شمالی افریقہ میں پہنچائے۔ یہاں سے یہ نسخے سوڈان اور حبشہ میں پہنچے لہذا جب خلیفہ ولید کا دور آیا تو قرآنِ مجید یورپ میں پہنچ چکا تھا۔ فرانس میں قرآنِ مجید گیارہویں صدی عیسوی سے پہلے پہنچ چکا تھا۔ بارہویں صدی عیسوی کی ابتداء میں قرآن کا لاطینی زبان میں ترجمہ ہو چکا تھا۔ چودھویں صدی میں قرآنِ کریم اٹلی پہنچا اور پندھویں صدی میں جرمنی والے اس سے روشناس ہوئے۔ مشرقی یورپ میں قرآن ترکوں کے ذریعہ پہنچا۔ چینی ترکستان میں قرآن ۳۵۰ھ میں سلطان بغرا خان کے عہد میں پہنچا۔ بلغاریہ میں ۳۰۱ھ قرآن پہنچ چکا تھا۔ قرآنِ مجید مع تفسیر چار جلدوں میں روس سے ۱۷۷۷ء میں شائع کیا گیا۔ اس کی اشاعت کا اہتمام روس کی ملکہ کیتھرائن دوم نے کیا تھا۔

قرآنِ کریم کے مذکورہ صدر قدیم نسخے اس حقیقت کے زندہ گواہ ہیں کہ موجودہ قرآنِ مجید بعینہٖ وہی ہے جو عہدِ رسالت اور قرونِ اولیٰ میں تھا۔ نیز یہ کتابِ ربانی دست بُردِ زمانہ سے

بالکل محفوظ و مصئون رہی اور گردشِ ایام نے اس پر کچھ اثر نہیں ڈالا۔

حفاظتِ قرآن کا نسخہ اکسیر

قرآنِ کریم کے تحفظ و بقاء کے لئے حفاظتِ خداوندی کے علاوہ جو ظاہری وسائل و ذرائع اختیار کئے گئے ان میں مئوثر ذریعہ اہلِ اسلام کا وہ زوق شوق اور قرآنِ کریم کے ساتھ انتہائی شغف ہے جو تاریخ کے ہر دور میں موجود رہا۔ اسی جذبہ محبت و الفت کا تقاضا تھا کہ مسلمان تلاوتِ قرآنِ کریم کے شیدائی رہے اور گونا گوں مشاغلِ حیات میں گھر جانے کے باوجود اس کے پڑھنے پڑھانے سے کبھی محروم نہ رہے۔ بدقسمتی سے تہذیبِ جدید اور غلامانہ طرزِ فکر نے جہاں دوسری اسلامی اقدار کو پامال کردیا، وہاں تلاوتِ قرآن کا جذبہ بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہا۔ اب قرآنِ کریم کو یا تو ریشمی غلافوں میں لپیٹ کر زینتِ طاق بنادیا گیا ہے یا پھر عدالتوں میں حلف اُٹھانے کے لئے اس کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ اگر کبھی اس کی تلاوت کا خیال دامن گیر ہوتا بھی ہے تو کسی قریب الموت شخص کو سورۃ یٰسین سُنانے کے لئے۔ حالانکہ قرآن ایک زندہ کتاب ہے اور مُردوں سے زیادہ اس کی ضرورت ان لوگوں کو ہے جو بقیدِ حیات ہیں۔

اگر مسلمان قرآن کو ایک کتابِ ناطق قرار دیتے جو ان کے انفرادی و اجتماعی معاملات میں فیصلہ کن احکام صادر کرتی ہے تو اس کو گلدستہ ءطاقِ نسیان بنانے کی نوبت کبھی نہ آتی۔

گر تو می خواہی مسلماں زیستن　　　نیست ممکن جز بقرآن زیستن

حفاظتِ قرآن اور غیر مُسلموں کی آراء

جارج سیل کی شہادت

جارج سیل جیسا متعصب اور کینہ پرور مترجم قرآن کے بارے میں لکھتا ہے۔ قرآنِ کریم عربی زبان کی بہترین اور مستند ترین کتاب ہے۔ کسی انسان کا قلم ایسی معجزہ نما کتاب نہیں لکھ سکتا۔ قرآن ایک مستقل معجزہ ہے جو مردوں کو زندہ کرنے کے معجزہ سے بہت بلند پایہ ہے۔ تنہا یہ صحیفہ دُنیا کو اپنے آسمانی ہونے کا یقین دلانے کے لئے کافی ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عرب کے نہایت فصیح و بلیغ ادباء کو اس بات کی کھلی دعوت دی تھی کہ ان میں سے کوئی شخص ایک آیت ہی ایسی پیش کر دے جو قرآنِ کریم کی مانند ہو۔ اس وقت ملک عرب میں ہزاروں فصحاء و بلغاء موجود تھے جن کے نغمہ ہائے فصاحت و بلاغت سے عرب کا ریگستان چمن زار بنا ہوا تھا۔ قرآن کی عبارت نہایت فصیح، خوبصورت اور رواں ہے۔ یہ ایک جامع و مختصر صحیفہ ہے جس کے حروف جلی ہیں اس میں فصیح و خوب صورت اور پُر معنی جملے ہیں اور خصوصاً وہ آیات نہایت فصیح و بلیغ ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کی عظمت و شوکت اور اس کی صفات کا تذکرہ ہے۔

سرولیم میور کی شہادت

مشہور متعصب مستشرق سرولیم میور قرآنِ کریم کے بارے میں لکھتا ہے کہ قرآنِ حکیم کے کسی جزو، کسی فقرے اور کسی لفظ کے بارے میں نہیں سنا گیا جن کو اس کے جمع کرنے والوں نے چھوڑ دیا ہو اور نہ آج تک کوئی ایسا لفظ اور فقرہ پایا گیا ہے جس سے یہ بات ثابت ہو کہ یہ قرآن میں داخل کیا گیا ہے۔ اگر قرآنِ کریم میں ایسی کوئی بات ہوتی تو ہمیں ان احادیث شریفہ سے جن میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چھوٹی چھوٹی باتیں محفوظ کی گئی ہیں ان کا ضرور پتہ چل جاتا۔

جرمن مصنف نولڈ یکی کا انکشاف

مشہورِ زمانہ کتاب ''The Hostory of the Quran'' کے مصنف اور مشہور جرمن مستشرق دیئڈر نولڈ یکی (Theodor Noldeke) قرآنِ کریم کے بارے میں لکھتا ہے

کہ یورپ کے متعدد مصنفین نے اب تک جو زبردست کوششیں کی ہیں تا کہ قرآنِ حکیم میں کسی قسم کی تحریف ثابت کریں لیکن وہ اپنی اس سعی اور جدوجہد میں بُری طرح ناکام ہوئے ہیں۔

مسٹر بادلے کا اظہار

عیسائی مورخ مسٹر بادلے لکھتا ہے کہ دُنیا میں قرآنِ حکیم ہی ایک ایسی منفرد کتاب ہے جو باوجود چودہ سو سال گزرنے کے بعد بھی ہر قسم کے تغیر وتبدل سے محفوظ ہے۔ اس میں کسی قسم کی تبدیلی واقع نہیں ہوئی۔ یہودی اور عیسائی مذہب میں کوئی سرے سے ایسی چیز نہیں جو عام طور پر قرآن کے مقابلے میں پیش کی جا سکے۔

اعجازِ القرآن

قرآنِ مجید ایک ایسی نادر اور بے مثل کتاب ہے جس کی نظیر کائنات میں کہیں بھی نہیں ملتی۔ آسمانی کتابیں ہوں یا زمینی، خالق کی طرف سے ارسال کردہ ہوں یا مخلوق کی طرف سے تحریر کردہ، زمانہ ماضی میں لکھی گئی ہوں یا زمانہ حال میں موجودہ کتابیں ہوں یا مستقبل میں چھپنے والی کتابیں۔ الغرض کوئی کتاب بھی اس کے مدمقابل نہ ہوئی ہے نہ ہوگی۔ ہادی کون ومکاں جب اس نسخہء ہدایت کو غارِ حرا سے لے کر تشریف لائے تو اس کے مخاطبین یعنی کفارِ مکہ نے اسے کلامِ الٰہی ماننے سے انکار کر دیا تھا اور اس پر تہمت دھری کہ یہ کلامِ بشر یعنی انسانی کلام ہے۔ مالکِ کائنات نے اُن کے اس اعتراض پر فرمایا:

وَاِنۡ کُنۡتُمۡ فِیۡ رَیۡبٍ مِّمَّا نَزَّلۡنَا عَلٰی عَبۡدِنَا فَاۡتُوۡا بِسُوۡرَۃٍ مِّنۡ مِّثۡلِہٖ
وَادۡعُوۡا شُہَدَآءَکُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ اِنۡ کُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ (البقرہ:۲۳)

”اگر تم شک میں ہو اس قران کے بارے میں جو ہم نے اپنے بندے پر نازل کیا تو اس معیار کی ایک تو سورۃ بنا دکھاؤ اور اس کام میں اللہ کے سوا اپنے تمام مددگاروں کو بھی شامل کرلو اگر تم سچے ہو۔“

بہر کیف اللہ تعالیٰ کے اس چیلنج کو چودہ صدیاں گزر جانے کے باوجود اب تک کوئی بھی قبول نہ کر سکا ہے اور نہ کر سکے گا۔ اس چیلنج کے متعلق اللہ نے نزولِ قرآن کے ایام ہی میں فرمایا تھا کہ:

فَاِنۡ لَّمۡ تَفۡعَلُوۡا وَلَنۡ تَفۡعَلُوۡا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیۡ وَقُوۡدُھَا النَّاسُ (سورۃ البقرہ:۲۴)

''پس اگر تم نہ کرسکو اور ہرگز نہ کرسکو گے تو اس آگ سے ڈرو جس کا ایندھن بنیں گے آدمی''

بہرکیف خالق کے کلام کا مقابلہ مخلوق کا کلام ہرگز نہیں کرسکتا۔ اگر کوئی کرسکتا ہوا اور اگر کوئی شخص کوشش بھی کرے گا تو عاجز رہے گا۔ کفارِ مکہ کا اپنی ہٹ دھرمی کی وجہ سے محض یہ اعتراض برائے اعتراض ہی تھا۔ لیکن مکہ میں ایک ایسا موقع بھی آیا کہ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے خانہ کعبہ کے ساتھ سورۃ الکوثر لکھ کر سبع معلقات کے ساتھ لٹکا دی تو عرب کے ادباء اور شعراء ہی نے کہا کہ:

مَا هٰذَا كَلَامُ الْبَشَرْ (یہ کلام بشر کا نہیں ہوسکتا۔)

بہرکیف قرآنِ کریم قیامت تک اور مابعد القیامت ایک زندہ جاوید معجزہ ہے۔ اس کی فصاحت و بلاغت، اس کا خاص نظم وضبط، اس کی ترتیب و تدوین، اس کا خصوصی طرزِ بیان، طرزِ استدلال، عالم غیب کی خبریں اور ہدایت کی تاثیر بے مثل اور لاجواب ہے۔ الغرض اس بے مثل کتاب نے اپنے مقابلے پر سب کو عاجز کردیا ہے۔ قرآن کے اعجاز کا تفصیلی خاکہ پیش کرنا محال ہی نہیں نہ ممکن بھی ہے۔ بہرکیف اس کا اجمالی خاکہ درج ذیل ہے۔

۱۔ فصاحت وبلاغت ۲۔ ماضی و مستقبل پر محیط علم ۳۔ اسلوبِ بیان
۴۔ مکمل ضابطۂ حیات ۵۔ نظم وضبط ۶۔ اثر انگیزی
۷۔ سہولتِ حفظ ۸۔ حفاظتِ قرآن

فصاحت وبلاغت

عربوں کو اپنی زباں دانی، شاعری اور فصاحت و بلاغت پر بڑا ناز تھا وہ اپنے مقابلے میں غیر عربوں کو عجمی یعنی گونگا انسان کہتے تھے لیکن قرآنِ کریم نے جب اپنی فصاحت و بلاغت آفرینی اُن پر واضح کی تو وہ گنگ ہوگئے۔ یہاں تک کہ جب انہیں یہ چیلنج ملا کہ تم اس کلام کے ایک سو چودہ حصوں کے مقابلے میں اسی طرح کا صرف ایک نمونہ لے کر آؤ تو کفارِ مکہ سے لے کر آج تک چودہ صدیاں بیت گئی ہیں لیکن انسان ایسا کرنے سے قاصر رہا ہے۔ قرآنِ کریم نے اپنے اظہار کے لیے کم سے کم الفاظ میں زیادہ سے زیادہ مطالب بیان کرنے کا جو نہایت عمدہ پاکیزہ اور خالص وشستہ اسلوب اپنایا ہے یہ کمال کسی دوسری کتاب کو حاصل نہیں۔ جہاں لوگ حضور اکرم صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شخصیت اور کردار دیکھ کر مسلمان ہوئے تھے وہاں وہ قرآن کے فصیح و بلیغ اندازِ کلام سے متاثر ہوئے بغیر بھی نہ رہ سکتے تھے۔ ایک اُمی شخص سے ایسا کلام سن کر بے ساختہ کہہ اٹھتے تھے کہ

مَا هٰذَا كَلَامُ الْبَشَرَ کہ یہ انسانی کلام نہیں ہوسکتا۔

ماضی و مستقبل پر محیط علم

قرآنِ کریم ایک ایسا کلام ہے جس میں اقوامِ سابقہ کے ایک ہزار واقعات اپنی صحیح صحت کے ساتھ موجود ہیں۔ گویا کلامُ اللہ سابقہ اقوام کی تاریخ کا ایک بہت بڑا ماخذ ہے۔ کفارِ مکہ جب ایک اُمی نبی کی زبان سے سابقہ اقوام کے حالات کا اس طرح بیان سنتے جو خود انہیں معلوم نہیں تھے تو وہ دنگ رہ جاتے اور بعض اوقات تو وہ قرآن کی مدد سے اپنے عقائد اور تاریخ کی تصحیح کرتے تھے۔ نیز قرآنِ مجید نے مستقبل کے متعلق جو پیش گوئیاں فرمائی ہیں اب وہ حقیقت کا روپ دھار رہی ہیں۔

اسلوبِ بیان

قرآنِ مجید نے اپنے اظہار کے لئے جو اسلوب پیش کیا وہ نہایت انوکھا اور بے مثل ہے۔ ایسا اسلوبِ بیان عرب کے شعراء وادباء کے لیے بالکل نرالہ اور انوکھا تھا کیونکہ یہ رائج الوقت تمام اسالیب سے ہٹ کر تھا اور ایک اُمی شخص کی طرف سے اس کا پیش ہونا معجزہ سے کم نہ تھا۔ اس طرزِ بیان اور اسلوب کی آج تک کوئی نقل تک نہ اتار سکا ہے۔ اس میں اکثر مقامات پر لفظی اور معنوی تکرار نظر آتی ہے۔ لیکن ذوقِ سلیم پر گراں نہیں گزرتی بلکہ ہر تکرار نئے مقصود اور تازہ تاثیر کے ساتھ ابھر کر سامنے آتی ہے اور اگر یہی اسلوب کسی اور کتاب میں ہوتا تو طبیعت اس سے اکتا جاتی اور ذوقِ سلیم پر بارِگراں ہوتا لیکن قرآنِ کریم جتنا پڑھتے جائیں طبیعت کو اکتاہٹ کی بجائے سرور ملتا ہے۔

مکمل ضابطہء حیات

اللہ کی زمین پر انسان اس کا نائب اور خلیفہ ہے۔ خلافت اور نیابت کے تقاضوں میں یہ بات بدرجہ اتم شامل ہے کہ نائب کے لیے مقتدرِ اعلیٰ اصول وضوابط عطا کرے جو اس کی ساری

زندگی کو کفایت کریں لیکن اللہ نہ صرف مقتدر اعلیٰ ہے بلکہ خالق حقیقی بھی ہے۔ یہ ہستی انسانی فطرت کی اصل کو جانتی ہے چنانچہ اس کی طرف سے نازل کردہ قرآن انسانی کی تمام مادی اور روحانی ضروریات کی کفالت کرتا ہے۔ اس کی عطا کردہ ہدایات اپنی افادیت، جامعیت، دوامیت، عالمگیریت عمل پذیر اور باہمی ہم آہنگی کے اعتبار سے بے مثل و بے نظیر ہیں جن کا کوئی دنیاوی انسانی قانون مقابلہ نہیں کرسکتا۔ اور قرآنی قانون واحد قانون ہے جو انسان کی زندگی کے تمام شعبوں میں اس کی رہنمائی کرتا ہے اور قرآنی قانون ہی واحد قانون ہے جو انسانی فطرت کے ساتھ مطابقت رکھنے کے ساتھ ساتھ اس کے تمام دُکھوں کا ہر حال اور زمانے میں مداوا کرتا ہے۔

نظم وضبط

قرآن کے اسلوب اور معانی میں ایک عجیب ربط ہے اور ان کا رشتہ نہیں ٹوٹتا۔ جو لفظ جہاں جڑ گیا ہے اُسے وہاں سے اُٹھا کر دوسرا لفظ لاؤ تو معنویت جاتی رہتی ہے۔ قرآن میں مختلف مضامین یکے بعد دیگرے آتے ہیں۔ کہیں وعظ ونصیحت ہے تو کہیں اخلاق وعادات، کہیں احکامِ عبادات ہیں تو کہیں احکامِ معاملات لیکن نظم وضبط اور ربط میں کوئی فرق نہیں آیا بلکہ تمام مضامین کے علاوہ ماقبل اور مابعد میں ایک خاص ہم آہنگی پائی جاتی ہے۔

اثر انگیزی

قرآنِ کریم کے الفاظ میں اتنی شیرینی اور بلا کی اثر انگیزی ہے جو بھی اسے پڑھتا یا سُنتا ہے مسحور ہو جاتا ہے حتیٰ کہ غیر مُسلم بھی اس کلام کو سن کر متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ جب بھی اس نسخہء کیمیا کو کفار کے سامنے پیش کیا گیا تو وہ یا تو مسلمان ہوئے بصورت دیگر دو قسم کے انداز اختیار کرتے تھے۔ ایک قسم یہ کہ وہ لوگوں کو یہ کہہ کر بدکاتے تھے کہ محمد بن عبداللہ سے گفتگو بالکل نہ کریں کیونکہ اس کی گفتگو میں تو سحر پایا جاتا ہے جو اثر کئے بغیر نہیں رہتی۔ دوسری قِسم یہ کہ قرآن کو بالکل ہی نہ سنو اس کی سماعت سے انسان اپنا دین چھوڑ دیتا ہے۔ ان کی اس حرکت کو قرآن نے خود یوں بیان کیا ہے:

لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ (حم سجدہ:۲۶)

''اس قرآن کو بالکل نہ سنو (تاکہ تم مغلوب نہ ہو جاؤ) بلکہ شور ڈال دو تا کہ تم غالب رہو''۔

سہولتِ حفظ

اتنی بڑی کتاب کا زبانی یاد ہو جانا بھی بہت بڑا معجزہ ہے۔ ہر زمانے میں ایک دو نہیں بلکہ لاکھوں مسلمان مرد عورتیں قرآنِ مجید کے حافظ چلے آئے ہیں۔ یہ صرف قرآنِ مجید کا اعجاز ہے کہ جو اس کو سیکھتا اور یاد کرتا ہے یہ اُس کو نہ صرف حفظ ہو جاتا ہے بلکہ اس کے حافظ کو اللہ تعالیٰ نے ایک اور اعزاز بخشا ہے کہ اس کے حفظ کرنے سے انسانی دماغ کی خفتہ شریانیں بلکہ پورے جسم کی خفتہ صلاحیتیں بھی جاگ اُٹھتی ہیں اور اس طرح کا حافظ ہر شعبہء زندگی میں نمایاں نظر آتا ہے۔

حفاظتِ قرآن

قرآن مجید ایک ایسے دور، ایک ایسی قوم اور ایک ایسے ملک میں نازل ہوا جو ہر لحاظ سے دُنیا کی پس ماندہ قوم تھی۔ جہاں پر جہالت کے گھٹاٹوپ اندھیرے چھائے ہوئے تھے۔عرب کے پورے معاشرہ میں پڑھے لکھے آدمی کی تلاش محال تھی۔ سامانِ تحریر جس میں کاغذ، پنسل ،قلم اور سیاہی خاصے محدود تھے۔ چھاپہ خانوں کا وجود مفقود تھا۔مگر یہ قرآنِ مجید کا معجزہ اور اعجاز ہے کہ ایسی سہولتوں کے نہ ہوتے ہوئے بھی وہ تحریر ہوا اور چودہ سو سال گزرنے کے بعد بھی بالکل اُسی طرح صحیح وسالم محفوظ ہے اور اس میں کہیں بھی ایک بھی حرف، شد، مد، زیر، زبر کی کمی بیشی نہیں ہوئی۔مگر اس کتاب کے علاوہ خواہ آسمانی کتابیں ہوں یا انسانی کسی میں بھی مجال نہیں کہ وہ یہ دعویٰ کر سکے کہ وہ اُسی حالت میں موجود ہے جس حالت میں نازل ہوئی یا ابتداء میں لکھی گئی۔آج قرآن کے علاوہ تمام سابقہ کتبِ سماویہ تحریف شدہ ہیں مگر قرآن زمانے کے دست برد سے بالکل مامون اور محفوظ ہے۔حقیقتِ حال یہ ہے کہ کتاب جس کی حفاظت کا ذمہ خدا تعالیٰ نے خود اُٹھایا ہوا ہے جب وہ خود اس کا محافظ ہے تو پھر کس کی مجال ہے کہ اس میں کمی بیشی کرے۔فرمایا:

اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّكۡرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ (الحجر:۹)

''اُس ذکر (قرآن) کو ہم ہی نے نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں''۔

فہمِ قرآن کا ابتدائی تعارف

اللہ تعالیٰ کی عظیم کتاب قرآنِ پاک، جو ہمارے لئے ہدایت اور راہنمائی کا ذریعہ ہے، ہر مسلمان کی زندگی کے لئے یہ ایک روشنی کا مینار ہے۔ ایک کامیاب اور پُرسکون زندگی گزارنے کے لئے قرآنِ پاک کی راہنمائی بہت ضروری ہے۔ لیکن قرآنِ پاک پر عمل کرنا ہمارے لئے اُس وقت آسان ہوگا جب ہم اِس کے معنی اور مفہوم کو سمجھنے کے قابل ہو جائیں گے۔ کیونکہ قرآنِ پاک جس زبان میں نازل ہوا وہ زبان عربی ہے، اور ہم عربی زبان پڑھنا لکھنا نہیں جانتے۔ اللہ تعالیٰ قرآنِ پاک میں ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ (یوسف:۲)

''بے شک ہم نے اس قرآن کو عربی زبان میں نازل کیا ہے تاکہ تم سمجھ سے/عقل سے کام لو۔''

عربی زبان کی فضیلت

عربی زبان کی سب سے بڑی فضیلت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا کلام قرآنِ پاک اسی زبان میں نازل کیا۔ عربی زبان ایک جامع زبان ہے۔ اس کی فصاحت و بلاغت اور اس کی لفظی اور معنوی وسعت پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس زبان کا انتخاب اس لئے فرمایا کہ یہ تمام زبانوں کے مقابلے میں ہر حیثیت سے بہتر اور افضل ہے، اور جس طرح وضاحت یہ زبان کر سکتی ہے وہ کسی اور زبان میں ممکن نہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''تم عربی زبان کو تین وجوہات کی بنا پر پسند کرو:

۱۔ میری یعنی کہ تمہارے نبی حضرت محمد ﷺ کی زبان عربی ہے۔

۲۔ قرآنِ پاک عربی زبان میں نازل ہوا۔

۳۔ اہلِ جنت کی زبان عربی ہوگی۔''

قرآنِ پاک عربی زبان میں نازل ہوا۔ عام لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ عربی زبان کو سیکھنا،

اس کے قواعد کو، معنی اور مفہوم کو سیکھنا بہت مشکل ہے لیکن ایسی بات بالکل نہیں۔عربی زبان کے قواعد مشکل نہیں بلکہ ان قواعد کے ذریعے اس زبان کو سیکھنا اور زیادہ آسان ہو جاتا ہے۔

عربی زبان کے آسان قواعد

ماہرِ لسانیات کے مطابق عربی زبان تمام قواعد کے ساتھ سیکھنا تمام زبانوں سے زیادہ آسان، سائنٹیفک اور دلچسپ ہے، کیونکہ اس زبان میں الفاظ کے اعراب وحرکات بھی کسی ضابطہ و قانون سے خارج نہیں ۔اور مسلمان اس زبان کو اس لئے بھی سیکھنا چاہتا ہے کہ یہ اللہ کی کتاب ہے، اللہ کا کلام ہے اپنے بندوں کے ساتھ۔مسلمان کے دل میں جب یہ شوق ہوگا کہ ہمارا خدا ہم سے ہم کلام ہے اور وہ اس شوق و جذبے سے اس کتاب کو سمجھے گا تو انشاء اللہ، اللہ تعالیٰ اس کے لئے سب کام آسان بنا دے گا۔اور پھر صرف شوق نہیں بلکہ کارِثواب بھی ہے اور عبادت بھی۔اسی لئے اس راہ میں جو کوئی کوشش کرے گا اسے اللہ کی رضا حاصل ہوگی اور اللہ تعالیٰ نے کوشش کرنے والے لوگوں کے لئے قرآنِ پاک میں ارشاد فرمایا:

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ (القمر:۱۷)

''اور تحقیق ہم نے قرآنِ پاک کو نصیحت حاصل کرنے کیلئے آسان بنایا کوئی ہے جو اس سے نصیحت حاصل کرے۔''

عربی اور اُردو کا باہمی تعلق

قرآنِ پاک کو سمجھنا اور سیکھنا مشکل نہیں ہے۔قرآن کی زبان ایسی زبان ہے جو تمام زبانوں کی ترجمانی کرتی ہے۔قرآن پاک میں ۶۵٪ اُردو زبان کے ایسے الفاظ ہیں جو ہم روزمرّہ زندگی میں بولتے ہیں، جیسے رب، یوم، آخرت، جنت، رحمٰن، رحیم، صراطِ مستقیم، غضب، دوزخ، علم، عمل، ایمان، امن، قبل، کفر، ہدایت، متقین، فلاح، مومن، مسلمان، اللہ، قلب، شعور، فساد، مرض، شیطان، مثال، رزق، شہید، حیات، ملائکہ، نہریں، حمد، عہد، خوف، انعام، نفس، عدل، عذاب، شکر، کتاب، ثواب، توبہ، دنیا، احسان، قتل، اجر، قوت، عقل، والدین، حرام، حلال، رسول، حق، فتنہ، عَدُوّ (دشمن)، فرقہ، اختلاف، وسعت، تلاوت، فضل، مقام، امت وغیرہ۔ یہ ایسے

الفاظ ہیں جو ہماری زندگی میں روزانہ اردو زبان کی صورت میں بولے جاتے ہیں اور ان کی تعداد تقریباً ۶۵٪ ہے۔

۲۰٪ الفاظ ایسے ہیں کہ جو قرآنِ پاک کی تلاوت کرتے کرتے دماغی حِس میں مانوس ہوجاتے ہیں کہ ہمیں یہ یاد ہوجاتے ہیں اور ہمیں مشکل نہیں لگتے۔ مثلاً

رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ، عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا،

اُولٰٓئِكَ، الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ، وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا،

لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ، وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ، يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ،

وَمَا، اِنَّ، اِلَّا، اَلَا، فِيْ، نَحْنُ، مَنْ،

مِنْ، عَنْ، اِلٰى، عَلٰى، اَنْتَ وغیرہ۔

یہ تقریباً ۲۰٪ الفاظ ہیں جو بار بار تلاوت کے دوران پڑھے جاتے ہیں اس لئے ہمیں ازبر ہو جاتے ہیں اور ہم ان سے مانوس ہوجاتے ہیں اور ان کو جان جاتے ہیں۔

باقی ۵۵٪ الفاظ ایسے ہیں جو مشکل الفاظ ہیں ان کے لئے گرائمر سے استفادہ کیا جاتا ہے۔ ان کے روٹ نکالے جاتے ہیں۔ اس طرح ۵۵٪ الفاظ بھی مشکل نہ رہے، بلکہ وہ آسان ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ (البقرہ : ۱۲۱)

''جن لوگوں کو دی ہم نے یہ کتاب وہ اس کو اس طرح پڑھتے ہیں جس طرح کہ اس کے پڑھنے کا حق ہے۔ یہی لوگ ایمان والے ہیں جو اس قرآن پر ایمان لاتے ہیں اور جو لوگ اس قرآن کو نہیں پڑھتے، نہ ہی سیکھتے ہیں اور اس کا انکار کرتے ہیں، وہ لوگ تو سراسر نقصان میں ہیں۔''

فہمِ قرآن کے لئے بنیادی/ضروری لغت

قرآنِ پاک کو سمجھنے کے لئے ہم نے کچھ بنیادی الفاظ اور ان کے معنی لکھے ہیں جو قرآن

کا ترجمہ اور تفسیر شروع کرنے سے پہلے یاد کروائے جاتے ہیں۔ اگر یہ الفاظ کسی کو اچھی طرح زبانی یاد ہو جائیں تو ان کے لئے قرآن ترجمہ اور تفسیر سے پڑھنا کافی آسان ہو جاتا ہے۔ یہ ایسے الفاظ ہیں جو سارے قرآنِ پاک میں بار بار آتے ہیں۔ سورۃ الفاتحہ سے لے کر سورۃ الناس تک مسلسل ہر آیت میں آتے ہیں۔ جن کو یہ الفاظ اچھی طرح یاد ہو جائیں تو ان کے لئے ہر آیت، ہر صفحہ پڑھنا آسان ہو جائے گا کیونکہ اس میں سے پہلے ہی سے کافی الفاظ آتے ہوں گے، صرف مشکل کو یاد کرنا ہوگا۔

ا۔ء	کیا؟	بَ	ساتھ، سے، پر
تَ	تو، تیرا، تیری	تُ	میں، میرا، میری
ثَ، ثُمَّ	پھر	سَ	جلدی، عنقریب
فَ	پس	لَ	البتہ، ضرور
لِ	واسطے، تاکہ، لیے، کے لیے	لِلْ	واسطے، کے لئے
لَا	نہ، نہیں	وَ	اور، قسم ہے
نَ، نَحْنُ	ہم، ہمارا، ہمیں	ی، یِ	میں، میرا، میری، میرے
مَا	جو، نہیں، کیا	اَوْ	یا، کیا
مِنْ	سے	عَنْ	سے
مَنْ	جو کوئی، کون	لَمْ	نہیں
لَنْ	ہرگز نہیں	اَنْ	یہ کہ
اِنْ	اگر	اِنَّ	بے شک
اَنَّ	یہ کہ	اَلْ	تمام
كَ	تیرا، تیری، تو	فِی	بیچ، میں، اندر
اِلٰی	طرف	عَلٰی	اوپر، پر

اَلاَ	خبردار	اَلَّا	یہ کہ نہیں
اِلَّا	مگر، سوائے	اَنْتُمْ	تم سب (جمع)
کُمْ	تم، تمہارے، تمہارا (جمع)	هُمْ	وہ، اُن کا، اپنا (جمع)
اَنْتَ	تو (مذکر)	اَنْتِ	تو (مؤنث)
تِلْکَ	یہ (مؤنث)	ذَالِکَ	یہ، وہ، اُس کا (مذکر)
اِیَّا	صرف، خاص کر	لَوْ	کاش
اِذْ	جب	هٰذَا	یہ
هُوَ	وہ، اُس کا (مذکر)	کَمَا	جیسا کہ، مانند
بِمَا	ساتھ اُس چیز کے جو	عِنْدَ	نزدیک
مِمَّا	اس چیز سے	اِنَّمَا	سوائے اس کے نہیں
آمِیْن	الٰہی دعا قبول فرما	قَدْ	تحقیق
حَتّٰی	یہاں تک کہ	قُلْ	کہہ دیجئے
قَالَ	کہا	قِیْلَ	کہا جاتا ہے
قَالُوْا	کہا انہوں نے (مذکر)	کَانَا	وہ دونوں تھے
کَانُوْ	تھے، سب (جمع) (مذکر)	حَمْد	اللہ کی تعریف
نَعْت	نبی اکرم ﷺ کی تعریف	لَیْسَ	نہیں
اُوْلٰٓئِکَ	یہ لوگ	اَلَّذِیْنَ	جو لوگ
لَعَلَّ	تاکہ شاید کہ		

سورۃ الفاتحہ

(بنیادی مضامین)

☆ تعارفِ سورۃ فاتحہ

☆ فضیلتِ سورۃ فاتحہ

تعارفِ سورۃ الفاتحہ

سورۃ الفاتحہ قرآنِ مجید کی پہلی سورۃ ہے۔ یہ مکی سورۃ ہے۔ فاتحہ کے معنی کھولنا، ابتداء کرنے اور شروع کرنے کے ہیں۔ چونکہ قرآنِ مجید میں سب سے پہلے یہی سورۃ آئی ہے، اس لئے اس کو سورۃ الفاتحہ کہتے ہیں۔ گویا یہ قرآنِ مجید کا دیباچہ ہے۔ اس کا نام حضور ﷺ نے خود تجویز فرمایا۔ اس کے اور بھی کئی نام ہیں، مثلاً:

☆ **سورۃ الشفاء:**

مراد اس کی تاثیر سے روحانی اور جسمانی شفا حاصل ہوتی ہے۔

☆ **ام القرآن:**

مطلب یہ قرآن کی اصل ہے اور قرآنِ مجید کے سب علوم اس میں جمع ہیں۔

☆ **تعلیم المسئلہ:**

معنی یہ کہ اس میں اللہ تعالیٰ نے بندوں کو سوال کرنا سکھایا ہے۔

☆ **السبع المثانی:**

یہ کہ اس کی سات آیتیں ہیں اور وہ بار بار پڑھی جاتی ہیں۔

☆ **الحمد:**

کہ اس میں خدا کی خوبیوں کا بیان ہے۔

☆ **سورۃ الصلوٰۃ:**

آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں نے صلوٰۃ کو اپنے اور اپنے بندوں کے درمیان آدھا آدھا تقسیم کر دیا ہے۔ جب بندہ کہتا ہے، **اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ** تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندے نے میری تعریف کی اس لئے کہ اس سورۃ کا نماز

میں پڑھنا شرط ہے۔

اسی طرح الکافیہ، الکنز، الاساس اورالرقیہ وغیرہ بھی اس کے نام ہیں، جن سے اس سورۃ کا تعارف اوراہمیت سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔

فضیلتِ سورۃ الفاتحہ

اس سورۃ کی اہمیت اس بات سے ظاہر ہے کہ یہ نماز میں بار بار پڑھی جاتی ہے۔ الفاظ کے اعتبار سے گومختصر ہے مگر مضامین اور معانی کے لحاظ سے گویا دریا کوزہ میں بند ہے۔

جناب ابی سعد بن معلیٰؓ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ ''دیکھو میں تمہیں مسجد سے باہر جانے سے پیشتر قرآن کی ایک اہم سورۃ بتاؤں گا چنانچہ آپ ﷺ میرا ہاتھ پکڑ کر چلے اور پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ سورۃ الحمد ہے، جس کی سات آیتیں ہیں اور وہ بہت بڑا وِرد ہے جو مجھ کو عطا ہوا ہے۔''

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ ہم لوگ ایک مرتبہ سفر میں تھے۔ ایک جگہ قیام پذیر تھے کہ ایک لونڈی آئی اور کہا کہ یہاں کے قبیلے کے سردار کو سانپ نے کاٹ کھالیا ہے۔ ہمارے آدمی یہاں موجود نہیں لہذا آپ میں سے کوئی ایسا ہے جو جھاڑ پھونک کر دے؟ ہم میں سے ایک شخص اٹھ کر ساتھ ہولیا۔ اس نے وہاں جا کر کچھ پڑھ کر دَم کیا۔ خدا کے فضل سے وہ بالکل اچھا ہو گیا۔ تیس بکریاں اس نے دیں اور ہماری مہمانی کے لئے دودھ بھی بہت سارا بھیجا۔ جب وہ واپس آیا تو ہم نے اس سے کہا، کیا تم کو اس کا علم آتا تھا؟ اس نے جواب دیا کہ میں نے تو صرف سورۃ الفاتحہ پڑھ کر دَم کیا ہے۔ ہم نے کہا، اس آئے ہوئے مال کو ابھی نہ چھیڑو، پہلے رسول اللہ ﷺ سے مسئلہ پوچھ لو۔ جب آپؐ ﷺ سے اس مسئلے کے بارے میں پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا، ''اسے کیسے معلوم ہو گیا کہ یہ پڑھ کر دَم کرنے کی سورۃ ہے؟'' اُس نے عرض کی، ''حضور آپ ﷺ سے سیکھا ہے۔'' تو آپ ﷺ نے فرمایا، ''اس مال کے حصے کرلو، میرا بھی حصہ نکالنا۔''

مسلم اور نسائی کی ایک روایت کے مطابق ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کے پاس حضرت

جبریلؑ بیٹھے ہوئے تھے کہ اوپر سے ایک زوردار دھماکے کی آواز آئی۔ حضرت جبریلؑ نے اوپر دیکھا اور فرمایا، آج آسمان کا وہ دروازہ کھلا ہے جو کبھی نہیں کھلا تھا۔ پھر وہاں سے ایک فرشتہ حضور ﷺ کے پاس آتا ہے اور کہتا ہے، خوش ہو جایئے، دو نور آپ ﷺ کو ایسے دیئے گئے ہیں جو آپ ﷺ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دیئے گئے تھے۔ سورۃ الفاتحہ اور سورۃ البقرہ کی آخری آیات۔ ایک ایک حرف پر ان میں سے نور ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا، ''جو شخص اپنی نماز میں ام القرآن نہ پڑھے، اس کی نماز ناقص ہے، ناقص ہے، ناقص ہے، پوری نہیں ہے۔''

ان تمام روایتوں سے ہمیں اس کی فضیلت کا اندازہ ہوتا ہے کہ یہ سورۃ کس قدر فضیلت والی ہے۔ اس کے علاوہ اس سورۃ میں تین مضامین بیان کئے گئے ہیں اور قرآن مجید جو تین اہم مضامین پر مشتمل ہے، وہی تینوں مضامین اس سورۃ میں چند جملوں میں بیان کئے گئے ہیں۔ وہ مضامین حسبِ ذیل ہیں:

☆ پہلا یہ کہ زمین و آسمان اور ہر چیز کا پیدا کرنے والا اللہ ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں، وہ واحد ہے اور تمام چیزوں کی وہی نگہبانی اور پرورش/ دیکھ بھال کرنے والا ہے۔

☆ دوسرا مضمون یہ ہے کہ ہر انسان اپنے کاموں کا خود ذمہ دار ہے۔ قیامت کے روز تمام لوگوں کو اللہ کے دربار میں حاضر ہونا ہے جہاں ان کے کاموں کی جانچ پڑتال کی جائے گی۔ ان کے اعمال کے بارے میں پوچھ گچھ ہوگی اور انہی کے مطابق جزا و سزا دی جائے گی۔

☆ تیسرا مضمون یہ ہے کہ دنیا کے ہر ملک اور ہر قوم پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول بھیجے گئے ہیں جو لوگوں کو سیدھی اور غلط راہ میں فرق بتلاتے ہیں اور نیکی کی ہدایت دیتے ہیں۔

لہٰذا یہ سورۃ بہت فضیلت والی ہے۔ گویا سارے قرآن کا خلاصہ ہے۔

سورۃ الفاتحہ کا متن بمعہ لفظی و بامحاورہ ترجمہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

شروع کرتی/کرتا ہوں ساتھ نام اللہ کے جو رحم کرنے والا نہایت مہربان ہے۔

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ (۱) الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ (۲) مٰلِکِ یَوۡمِ الدِّیۡنِ (۳)
تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں (۱) رب ہے تمام جہانوں کا رحم کرنے والا نہایت مہربان ہے۔(۲) مالک ہے دن قیامت کا(۳)
تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنہار ہے روزِ قیامت کا مالک ہے
اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ (۴) اِھۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ (۵) صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡھِمۡ ۙ
صرف تیری ہم عبادت کرتے ہیں اور صرف تجھ سے ہم مدد مانگتے ہیں(۴) دکھا ہم کو راستہ سیدھا(۵) ان لوگوں کا انعام کیا تو نے اُن پر
صرف تیری ہی ہم عبادت کرتے ہیں اور تیری ہی ہم مدد چاہتے ہیں ہمیں سیدھا راستہ دکھا اُن لوگوں کا جن پر تُو نے انعام و اکرام کیے ہیں
غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡھِمۡ وَلَا الضَّآلِّیۡنَ (۶) آمِیۡن
نہ کہ غضب کیا گیا اُن پر اور نہ گمراہوں کا۔(۶)(الٰہی دعا قبول فرما!)
اور اُن لوگوں کا راستہ نہ دکھانا جو گمراہ ہو گئے اور جو تیرے غیظ و غضب کا نشانہ بنے۔

مشکل الفاظ اور اُن کا مادہ

نمبر شمار	الفاظ/Words	معانی/Meanings	گرائمر/Grammer	مادہ/Root
۱۔	اَلۡحَمۡدُ	اللہ کی تعریف	اسم صفت	حَ. مِ. دَ
۲۔	اَلۡعٰلَمِیۡنَ	جہان، عالم	اسم جمع	عَ. لَ. مَ
۳۔	اَلرَّحۡمٰنِ	نہایت مہربان	اسم صفت	رَ. حِ. مَ
۴۔	اَلرَّحِیۡمِ	رحم کرنے والا	اسم صفت	رَ. حِ. مَ
۵۔	نَعۡبُدُ	ہم عبادت کرتے ہیں	فعل مضارع	عَ. بَ. دَ
۶۔	نَسۡتَعِیۡنُ	ہم مدد مانگتے ہیں	فعل مضارع	عَ. یُ. نَ

۷۔	اَلْمُسْتَقِيْمَ	سیدھا	اسم معرفہ	قِ. یْ. مَ
۸۔	اَنْعَمْتَ	انعام کیا تو نے	فعل ماضی	نَ. عَ. مَ
۹۔	اَلْمَغْضُوْبِ	غضب، غصہ کیے گئے	اسم مفعول	غَ. ضَ. بَ
۱۰۔	الضَّآلِّيْنَ	گمراہ، واحد ضالّ	اسم صفت	ضَ. لْ. لُ

سورۃ الفاتحہ

اہم اکتشافات

☆ تعوذ کی برکات ☆ تسمیہ کے آداب وثمرات
☆ صراطِ مستقیم کی وضاحت ☆ انعام یافتہ لوگ
☆ غضب وغصہ کے مستحقین ☆ گمراہ کن لوگوں کی نشاندہی

سورۃ الفاتحہ سے متعلق اہم اکتشافات پر گفتگو

س ۱۔ تعوذ کسے کہتے ہیں؟ نیز اس کی برکات مختصراً لکھیں۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ کو تعوذ کہتے ہیں، جس کے معنی ہیں، ''میں پناہ مانگتی/ مانگتا ہوں اللہ کی شیطان مردود سے۔''

جیسا کہ ہمیں پتہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں سے ایک مخلوق وہ بھی ہے جسے شیطان کہتے ہیں، جو آگ سے بنی ہے۔ اسی طرح جب فرشتوں اور آدم علیہ السّلام میں علم کا مقابلہ ہوا تو حضرت آدم علیہ السّلام اس میں کامیاب ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ تم سب حضرت آدم علیہ السّلام کو سجدہ کرو۔ چنانچہ سب نے اُن کو سجدہ کیا مگر شیطان نے سجدہ کرنے سے انکار کر دیا، کیونکہ اس کے اندر تکبر کی بیماری تھی اور اس کا یہ کہنا تھا کہ میں آگ سے بنا ہوں اور آدم علیہ السلام مٹی سے پیدا کیے گئے ہیں، اس لئے میں ان سے بہتر ہوں لہٰذا آگ، مٹی کے آگے کیسے جھک سکتی ہے۔ شیطان کو اس کے اس تکبر کی وجہ سے ہمیشہ کے لئے مرُدود قرار دے دیا گیا اور قیامت تک کے لئے اس پر لعنت کی گئی۔ اب شیطان نے اپنی اس ذلت کا بدلہ لینے کی ٹھان لی، اور کسی نہ کسی طریقے سے حضرت آدم علیہ السّلام اور اُن کی بیوی حضرت حوّا علیہا السلام کو جنت سے نکلوا دیا اور اس نے اس بات کا اعلان کر دیا کہ میں قیامت تک آدمؑ کی اولاد کو صحیح راستے سے ہٹانے کی کوشش کرتا رہوں گا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ شیطان ہمارا مستقل دشمن ہے۔ ارشادِ ربّانی ہے:

وَ لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ'' (سورۃ البقرۃ:۲۰۸)

''اور شیطان کے قدموں کے پیروی نہ کرو بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔''

اس لئے اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ اس طرح اللہ کے حضور میں دعا کیا کرو:

''اے میرے رب! میں آپ کی پناہ مانگتی/ مانگتا ہوں شیطان کے وسوسوں سے اور اے میرے رب! میں آپ کی پناہ مانگتی/ مانگتا ہوں اس سے کہ شیطان میرے پاس بھی آئے۔''

لہٰذا ہمیں اس سے یہ سبق ملتا ہے کہ قرآنِ مجید کی تلاوت کرنے سے پہلے، بلکہ ہر کام

شروع کرنے سے پہلے اگر ہم تعوذ پڑھ لیا کریں تو اللہ تعالیٰ ہمیں شیطان کے وسوسے سے محفوظ رکھے گا۔جیسا کہ حضرت محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ ’’شیطان تمہارے رگ و ریشہ میں اس طرح اثر کرتا ہے جس طرح کہ خون تمام جسم میں دوڑتا ہے۔شیطان آدمی کو دیکھتا ہے مگر آدمی شیطان کو نہیں دیکھ سکتا، نہ ہی اس کے حملے سے آسانی کے ساتھ بچ سکتا ہے۔اس لئے ہر انسان کے لئے ضروری ہے کہ وہ شیطان کے اثر سے پناہ مانگے۔‘‘

اسی طرح سے ایک روایت میں ہے کہ حضرت جبریل علیہ السّلام جنابِ محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم پر جب سب سے پہلے وحی لے کر آئے تو پہلے **اَعُوْذُ بِاللّٰہِ**...... پڑھنے کا حکم دیا۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ پہلے پہل حضرت جبریلؑ محمد ﷺ پر وحی لے کر آئے تو فرمایا اعوذ....... پڑھیئے۔پھر کہیئے بسم اللہ....... پھر کہا اقراء باسم..........

حاصلِ کلام

یعنی شیطان سے بچانے والا سوائے اللہ تعالیٰ کی ذات کے اور کوئی نہیں۔تعوذ پڑھنا اللہ تعالیٰ کی طرف التجا کرنا ہے اور ہر برائی والے کی برائی سے پناہ طلب کرنا ہے۔لہٰذا قرآنِ مجید کی تلاوت کے آداب میں یہ بات شامل ہے کہ تلاوت کی ابتداء میں **اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ** پڑھا جائے، تاکہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی پناہ میں لے لے اور اس نیک کام میں شیطان کو بہکانے اور پھسلانے کا موقع نہ ملے اور اللہ تعالیٰ ہمیں ہر قسم کی گمراہیوں سے محفوظ رکھے۔(آمین)

س۲۔ تسمیہ کسے کہتے ہیں؟ اس کے آداب وثمرات اختصار سے لکھیں۔

تسمیہ **بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ** کو کہتے ہیں، جس کے معنی ہیں، ’’شروع کرتی/کرتا ہوں ساتھ نام اللہ کے جو نہایت مہربان ہے، رحم کرنے والا ہے۔‘‘

تسمیہ میں اللہ تعالیٰ کے تین نام بیان کئے گئے ہیں؛ اللہ، رحمٰن اور رحیم۔

اللہ ایسا نام ہے جو صرف اس کی ذات کے لئے استعمال ہوتا ہے، کسی اور کو اس نام سے نہیں پکارا جا سکتا۔اسے اسمِ ذات بھی کہتے ہیں۔اللہ ہی وہ ذات ہے جس نے سب کچھ پیدا کیا۔ زمین، آسمان، سمندر، چاند، سورج، چرند، پرند، نباتات، جمادات، پہاڑ، دریا، غرض ہر چیز اُسی کی پیدا کی ہوئی ہے۔اُسی کی قدرت سے چاند، ستارے روشن ہوتے ہیں۔وہی بارش برساتا ہے۔وہی

ہر قسم کی پیداوار اُ گاتا ہے۔غرض اس پوری کائنات کا نظام وہ اکیلا خود چلا رہا ہے۔

رحمٰن (رحم کرنے والا)، یہ اللہ تعالیٰ کا صفاتی نام ہے۔ یہ اس کی رحمتِ عامّہ کا اظہار ہے کہ وہ سب پر یکساں رحم فرماتا ہے اور وہ بن مانگے ہم پر بے شمار انعام فرماتا ہے۔حضرت عیسیٰ علیہ السّلام سے روایت ہے کہ ''رحمٰن سے مراد دنیا میں رحم کرنے والا اور رحیم سے مراد دنیا و آخرت میں رحم کرنے والا ہے۔''

رحیم (نہایت مہربان ہے)، یہ اللہ تعالیٰ کا دوسرا صفاتی نام ہے۔اس نام میں اس کی خاص رحمت کا اظہار ہے، یعنی کہ دنیا اور آخرت دونوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، وہ اپنے بندوں پر خصوصی انعام فرماتا ہے۔ایک نیکی کے بدلے میں ستّر بلند درجے عطا کرتا ہے۔

یعنی کہ جب اللہ تعالیٰ رحمٰن ورحیم ہے تو ہمیں اسی کی رحمت پر بھروسہ رکھنا چاہئے۔ ہمت نہیں ہارنی چاہئے۔ جب ہم اللہ کی رحمت پر توکل کریں گے تو ہر کام میں یقیناً کامیاب ہوں گے۔

اسی لئے رسول پاک ﷺ کا ارشاد ہے، ''اگر کسی کام کے شروع کرتے وقت بسم اللہ نہ پڑھی جائے تو اس کام میں خدا کی برکت شامل نہ ہوگی اور اس سے دل کو اطمینان حاصل نہ ہوگا۔''

یعنی کہ یہ بسم اللہ کی برکت ہے اس لئے ہر جائز کام اور ہر بات کے شروع میں بسم اللہ کہہ لینا مستحب ہے۔

حاصلِ کلام

حدیث شریف میں ہے کہ ''جس کام کو بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ سے شروع کیا جائے تو وہ با برکت ہوتا ہے۔''اسی طرح رفع حاجت جاتے وقت بھی بسم اللہ پڑھ لے۔ آپ ﷺ نے فرمایا، ''جو شخص وضو میں اللہ تعالیٰ کا نام نہ لے اُس کا وضو نہیں ہوتا۔''

جانور کو ذبح کرتے وقت اور کھانا کھاتے وقت بھی بسم اللہ پڑھنی مستحب ہے۔اگرچہ بسم اللہ پڑھنے کی ہر کام شروع کرنے سے پہلے بہت زیادہ فضیلت بیان کی گئی ہے، اس لئے جب ہم اس کا نام لے کر کسی کام میں ہاتھ ڈالتے ہیں تو گویا ہم یہ کہیں گے کہ میرا دل بالکل پاک ہے۔ میری نیت میں پورا پورا اخلوص ہے۔میرا مقصد اعلیٰ ہے۔ میں صرف اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں اور شرک سے

پوری طرح بیزار ہوں۔

اس لئے جب ہم قرآن مجید کی ابتداء اسی کے نام سے کرتے ہیں تو اس کی مدد یقیناً ہمارے ساتھ ہوگی اور ہم اپنی زندگی میں کامیاب ہوں گے۔

س۳۔ سورۃ الفاتحہ میں ''صراطِ مستقیم'' کی وضاحت کریں۔ نیز انعام یافتہ کون سے لوگ ہیں۔؟

صراطِ مستقیم کی وضاحت

سورہ ھذا میں ہم نے اللہ تعالیٰ کو اپنا رب، مالک، مہربان تسلیم کر کے اس کے ساتھ اقرار کیا کہ ہم صرف اسی کی اطاعت اور بندگی کریں گے اور اسی سے ہر وقت مدد مانگیں گے۔ اب ہماری یہ آرزو ہے کہ ہمارا خدا ہماری رہنمائی کرے اور ہم بھولے سے بھی کوئی ایسی غلطی نہ کر بیٹھیں جو اس کی ناراضگی کا سبب ہو۔ اس لئے ہمیں ایسی راہ کی ضرورت ہے جس پر چل کر ہم اس کی خوشنودی حاصل کر سکیں اور جو ہمیں بالکل سیدھا اسی تک پہنچا دے۔

صراطِ مستقیم، یہ ایک ایسی دعا ہے کہ اے اللہ! ہمیں اگر راستہ معلوم نہ ہو تو وہ راستہ دکھا دے اور جو راستہ کا علم رکھتے ہیں انہیں اس پر چلنے کی توفیق بخش، اور جب نیک راستے پر چلیں تو اس پر ہمیں قائم رکھ، تاکہ اپنی کامیابی کی منزل کو پالیں اور کہیں راستے میں ہی نہ رہ جائیں۔ لیکن یہ راہ ہم اپنے علم و عقل سے دریافت نہیں کر سکتے چونکہ ہمارا علم محدود ہے اور عقل ناقص ہے، اس لئے ہم اسی سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اپنے علم کی بناء پر ایسی راہ بتا دے جس میں کوئی اونچ نیچ نہ ہو، کہیں بھٹکنے کا ڈر نہ ہو، کسی قسم کی ٹھوکر لگنے کا ڈر نہ ہو۔ زندگی کا مکمل دستور العمل ہو اور زندگی کے ہر شعبے میں ہدایت کا ایک مکمل قاعدہ ہو۔

صراطِ مستقیم کی وضاحت ہم اس روایت سے بھی سمجھ سکتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے ایک مثال بیان کی ہے کہ ایک راستہ ہے جس کے دونوں طرف دو دیواریں ہیں اور یہ دیواریں اللہ تعالیٰ کی حدیں ہیں۔ اس راستے پر کئی دروازے کھلے ہوئے ہیں اور جن پر پردے لٹکے ہوئے ہیں، اور یہ کھلے ہوئے دروازے اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزیں ہیں۔ اور کئی بند دروازے ہیں اور صراطِ مستقیم کے راستے پر ایک پکارنے والا مقرر ہے جو قرآنِ مجید ہے اور وہ کہتا

ہے کہ اے لوگو! تم سب کے سب اس سیدھی راہ پر چلے جاؤ، ٹیڑھی ترچھی، اِدھر اُدھر کی راہوں پر نہ لگو۔ اور ایک پکارنے والا اس راستے کے اوپر ہے جو خوفِ الٰہی ہے۔ جب کوئی شخص ان دروازوں میں سے کسی کو کھولنا چاہتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ خبردار! اسے نہ کھولنا۔ اگر کھولو گے تو بھٹک جاؤ گے اور صراطِ مستقیم سے ہٹ جاؤ گے۔ پس صراطِ مستقیم تو اسلام ہے۔ دیواریں اللہ کی حدیں ہیں، کھلے ہوئے دروازے حرام کردہ چیزیں ہیں، دروازے پر پکارنے والا قرآن مجید ہے، راستے کے اوپر سے پکارنے والا خوفِ الٰہی ہے جو ہر ایماندار کے دل میں اللہ کی طرف سے موجود ہوتا ہے۔

یہ دعا ہم جمع کے صیغے میں کرتے ہیں کیونکہ ہر شخص کا تعلق پوری امت سے قائم ہے۔ عبادت کرتے ہیں تو ہم سب، مدد مانگتے ہیں تو ہم سب، ہدایت کی درخواست کرتے ہیں تو ہم سب کرتے ہیں۔ مل جل کر رہنے کی تعلیم اسلام کے سوا کہیں اور نہیں پائی جاتی۔ ہمارے رب نے ہمیں ایک جامع اور مکمل دعا بتلائی کہ ہر کام میں صحیح اور درست راہ معلوم کرنے اور اس پر چلنے اور قائم رہنے کی دعا کرو۔

انعام یافتہ کون ہیں؟

انعام یافتہ لوگ وہ ہیں جن پر اللہ کا انعام نازل ہوا، یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء، صالحین اور نیز اس کی سنگت اختیار کرنے والے بھی۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَأُولَٰٓئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيِّنَ وَالصِّدِّيقِينَ
وَالشُّهَدَآءِ وَالصَّٰلِحِينَ وَحَسُنَ أُولَٰٓئِكَ رَفِيقًا (سورۃ النساء:۶۹)

انبیاء: نبی اس شخصیت کو کہتے ہیں جسے اللہ نے اپنا پیغام بندوں تک پہنچانے کے لئے چُن لیا ہو۔ نبی کی تعلیم میں کسی غلطی کا امکان نہیں ہوتا۔ وہ ہر قسم کے گناہوں سے محفوظ ہوتا ہے۔ نبیوں کی اس پاکیزہ جماعت کے سب سے بڑے سردار جنابِ حضرتِ محمد مصطفٰی ﷺ ہیں۔ آپ ﷺ کی سیرتِ مبارکہ کی ایک ایک بات محفوظ ہے اور ہر بات کی پیروی ہماری زندگی کی کامیابی اور آخرت میں نجات کا باعث ہے۔

صدیقین: قرآن کے فیصلے اور حکمِ خداوندی کے مطابق یہ انبیاء کے بعد دوسرے درجے پر ہیں۔ یہ لوگ نبیوں کی تعلیمات کے ذریعے بڑے اونچے درجے کو پہنچتے ہیں، جیسا کہ

حضرت ابوبکرؓ ''صدیقِ اکبرؓ'' کہلائے۔

شہداء: وہ بزرگ کہلاتے ہیں جن پر نبیوں کی تعلیم سے ایک خاص اثر پڑتا ہے۔ ان کو ثواب اور اللہ کے وعدوں پر پورا یقین ہوتا ہے۔ وہ یہاں تک آمادہ ہو جاتے ہیں کہ اپنی جان کی بازی لگا دیتے ہیں۔ بقول شاعر:

؎ یہ بازی عشق کی بازی ہے جو چاہے لگا دو ڈر کیسا
گر جیت گئے تو کیا کہنا، ہارے بھی تو بازی مات نہیں

ان لوگوں کو اللہ ہمیشہ کی زندگی عطا کرتا ہے۔ شہداء کے سردار حضرت امامِ حسینؓ ہیں۔ بقول خواجہ خواجگان خواجہ ہندالولی معین الدین چشتی اجمیریؒ:

شاہ است حُسینؓ بادشاہ است حُسینؓ
دین است حُسینؓ دین پناہ است حُسینؓ

سرداد، نہ داد دست، دستِ یزید
حقا کہ بنائے لا الہ است حُسینؓ

حضرت اقبالؒ بھی فرماتے ہیں:

درنوائے زندگی سوز از حسینؓ
اہلِ حق حریت آموز از حسینؓ

صالحین: وہ لوگ ہیں جو انبیاء کی پیروی ہر ممکن طریق سے کرتے ہیں۔ یہ سبھی لوگ اپنے اپنے درجے میں بعد میں آنے والوں کے لئے نمونہ کا کام دیتے ہیں۔

ابن کثیر سے روایت کی گئی ہے کہ ''یا اللہ! تو ہمیں سیدھا راستہ دکھا۔ ان کا راستہ جن پر تو نے انعام کیا۔ جو ہدایت اور استقامت والے تھے اور اللہ اور رسول ﷺ کے اطاعت گزار، اس کے حکموں پر عمل کرنے والے، اس کے منع کئے ہوئے کاموں سے رُکنے والے تھے۔''

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''اے اللہ! تو مجھے ان فرشتوں، نبیوں، صدیقوں، شہیدوں اور صالحین کی راہ پر چلا جن پر تو نے اپنی اطاعت و عبادت کی وجہ سے انعام نازل فرمایا۔''

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فرمایا ہے کہ سیدھی اور درست راہ وہی ہے جس پر انعام یافتہ لوگ چلے ہیں۔ انہی کے نقشِ قدم پر چل کر کامیابیاں حاصل ہوں گی۔ یہ بہترین ساتھی اور اچھے رفیق ہیں۔ چنانچہ ہمیں یہ دعا بتلائی کہ وہ ہمیں ایسے لوگوں کے نقشِ قدم پر چلائے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام نازل فرمایا۔

س ۴۔ جن لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا غضب وغصہ نازل ہوا وہ کون سے لوگ ہیں؟

ان سے مراد یہودی لوگ ہیں جو دنیا میں بھی ذلیل ہوئے اور آخرت میں بھی ہوں گے۔ اس بات کی تائید میں کئی حدیثیں بھی آئی ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کا غصہ اور عذاب نازل ہوا۔ جنہوں نے اللہ کے احکام کی نافرمانی کی، نبیوں کو جھٹلایا اور حق کو پہچان لینے کے بعد بھی اس کو مٹانے کی کوشش کرتے رہے۔ جنہوں نے اپنے انجام کی بھی پرواہ نہ کی اور جان بوجھ کر اپنے کاموں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے غصہ اور غضب کا نشانہ بنے۔

س ۵۔ گمراہ لوگ کون ہیں؟ یہ گمراہ کیسے ہوئے؟

گمراہ لوگوں کی ظاہری مثال عیسائیوں کی ہے جو ایک نبی کو مان لینے کے بعد بھی گمراہی میں جا پھنسے اور شرک میں مبتلا ہو گئے۔ یعنی ایسے لوگ جو غلط راہ پر پڑ گئے۔ ان کو ہدایت کے اسباب تو میسر ہوتے ہیں مگر جان بوجھ کر غلط راستہ اختیار کر لیتے ہیں۔ اور یہ لوگ یعنی عیسائی لوگ اس لئے گمراہ ہو گئے تھے کیونکہ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کو خدا کا بیٹا بنالیا اور اس طرح خود راستے سے بھٹک گئے تھے اور شرک کے مرتکب ہوئے جو کہ ظلمِ عظیم ہے اور گمراہ ہو گئے۔

سورۃ البقرہ

(بنیادی مضامین)

☆ سورۃ البقرہ کا زمانہ ءنزول ☆ البقرہ کی وجہ تسمیہ اور حالاتِ نزول

☆ نزولِ قرآن کی غرض و غایت ☆ صفاتِ متقین

☆ کفار و منافقین ☆ قصہ آدم و ابلیس

☆ یہود پر تنقید ☆ واقعہ ہاروت و ماروت

☆ صیامِ رمضان ☆ طالوت و جالوت کا قصہ

☆ واقعہ سبت ☆ حضرت ابراہیمؑ و آلِ ابراہیمؑ

☆ تحویلِ قبلہ ☆ شرعی احکامات کا بیان

☆ معاشرتی مسائل کا تذکرہ ☆ دعوتِ جہاد

☆ آیتُ الکرسی ☆ انفاق فی سبیل اللہ

☆ حرمتِ سود ☆ مسائلِ قرض

سورۃ البقرہ کا زمانہ نزول

سورۃ البقرہ قرآنِ مجید کی دوسری سورۃ ہے جو سب سے بڑی سورت ہے۔ یہ سورت کریمہ مدینہ منورہ میں نازل ہوئی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں سورۃ بقرہ اور سورۃ نساء جن دنوں نازل ہوئیں میں آنحضور ﷺ کے یہاں موجود تھی (بخاری)۔ حضور ﷺ نے فرمایا، سورۃ بقرہ قرآن کی کوہان ہے اور اس کی بلندی ہے۔ اس کی ایک ایک آیت کے ساتھ اسّی اسّی فرشتے نازل ہوتے تھے اور بالخصوص آیت الکرسی تو خاص عرش تلے سے نازل ہوئی ہے۔ آیت الکرسی کو تمام آیتوں کی سردار کہا گیا ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ اپنے گھروں کو قبریں نہ بناؤ۔ جس گھر میں سورۃ بقرہ پڑھی جائے وہاں شیطان داخل نہیں ہوسکتا۔

چونکہ یہ قرآن مجید کی سب سے بڑی سورۃ ہے اس لئے عقائد اور اعمال سے متعلق اہم ترین تعلیمات اس کے اندر آ گئی ہیں۔ روایتوں میں آتا ہے کہ حضرت عمرؓ کو اس کے سیکھنے میں کئی سال لگ گئے۔ اس سورۃ کا بیشتر حصہ ہجرت مدینہ کے بعد مدنی زندگی کے بالکل ابتدائی دور میں نازل ہوا ہے اور کمتر حصہ ایسا ہے جو بعد میں نازل ہوا اور مناسبت مضمون کے لحاظ سے اس میں شامل کر دیا گیا۔ حتیٰ کہ سود کی ممانعت کے سلسلہ میں جو آیات نازل ہوئی ہیں وہ بھی اس میں شامل ہیں حالانکہ وہ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کی زندگی کے بالکل آخری زمانہ میں اتری تھیں۔ سورۃ کا خاتمہ جن آیات پر ہوا ہے وہ ہجرت سے پہلے مکہ میں نازل ہو چکی تھیں۔ مگر مضمون کی مناسبت سے ان کو بھی اسی سورۃ میں ضم کر دیا گیا ہے۔ اس کے ۴۰ رکوع ہیں۔ اس سورت کی کل آیات اہل بصرہ کے نزدیک ۲۸۷ اور اہل کوفہ کی رائے میں ۲۸۶ ہیں۔ یہ سورت ۶۱۲۱ کلمات اور ۲۵۰۰ حروف پر مشتمل ہے۔ (تفسیر مظہری)

البقرہ کی وجہ تسمیہ اور حالاتِ نزول

قرآنی سورتوں کے نام زیادہ تر ان کے مضامین کے اعتبار سے تجویز کئے گئے ہیں۔ (قرآنی سورتوں کے ناموں کے وجود واسباب کے لئے دیکھئے اتقاق سیوطی) مگر یہ ضروری نہیں سورت میں صرف وہی مضمون بیان کیا گیا ہو جیسے اس کا عنوان قرار دیا گیا مثلاً سورۃ بقرۃ ہی کو لیجئے اڑھائی پارہ

پر مشتمل اس طویل ترین سرت میں متعدد اہم مضامین بیان ہوئے مگر پوری سورت کو بنی اسرائیل سے متعلق ایک مختصر واقعہ کی بناء پر جو آیات ۶۷ تا ۷۳ میں بیان ہوا ہے اس ے سورہ بقرہ (گائے والی سورت) کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ اس کو علمی اصطلاح میں تسمیہ التی باسم جزبہ یعنی ایک جزو کی بنا پر کسی چیز کو اسی نام سے موسوم کر دینا سورہ بقرہ کے نام سے اس وقعہ کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔ واقعہ کی تفصیلات آیات ۶۷ تا ۷۳ کی تفسیر میں ملاحظہ فرمائیے۔

حضورر ﷺ جب ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو یہ سورۃ نازل ہوئی۔ یہاں اسلامی دعوت کے جو مخاطب تھے وہ مکہ کے باشندوں سے مذہبی، ذہنی اور عمرانی اعتبار سے مختلف تھے۔ خود دعوت اسلامی جس مرحلہ میں داخل ہو رہی تھی، اس کی ضروریات اور تقاضے بھی بالکل نئے تھے۔ اہلِ مکہ چونکہ مشرک و بت پرست تھے۔ قتل و غارت اور لوٹ مار میں وہ فخر اور لذت محسوس کرتے تھے۔ اس لئے مکہ میں جو سورتیں نازل ہوئیں ان میں انہیں عقائد باطلہ اور اعمالِ مفسدہ کی اصلاح پیشِ نظر تھی۔ یثرب کے اصلی باشندے گو انصار تھے لیکن قوت و اقتدار یہود کے ہاتھ میں تھا۔ انصار مذہبی اور ذہنی طور پر یہود سے بہت متاثر تھے۔ یہود کیونکہ اہلِ کتاب تھے اس لئے وحی، رسالت، قیامت، جنت، دوزخ وغیرہ پر ان کا ایمان تھا لیکن بدقسمتی سے وہ اپنی قوم پرستی اور قومی برتری کے نشہ میں اس حد تک مست تھے کہ وہ یہ تصور ہی نہیں کر سکتے تھے کہ ان کے علاوہ نبوت کسی اور کو بھی عطا کی جاسکتی ہے۔ یثرب کی زرخیز زمین اور شاداب باغات ان کی ملکیت میں آچکے تھے۔ علم و دانش میں انصار کو ان سے کوئی نسبت ہی نہ تھی۔ عملی طور پر حکومت یہود کی تھی۔

نزولِ قرآن کی غرض وغایت

سورت کے آغاز اس امر سے ہوتا ہے کہ قرآن کہاں سے آیا؟ اور کیوں آیا؟ قرآن کریم کی یہ عظیم خصوصیت ہے کہ اپنے نزول سے متعلق ہر سوال کا چافی جواب دیتا ہے۔ یہ خصوصیت دوسری کسی آسمانی کتاب میں موجود نہیں مثلاً قرآن کریم یہ بتاتا ہے کہ:

۱۔ اسے کس نے اُتارا؟
۲۔ کس پر اُتارا؟
۳۔ کب اُتارا؟
۴۔ کیوں اُتارا؟

صفات متقین

"ھدی للمتقین" میں فرمایا کہ قرآن اہل تقویٰ کے لئے پیام ہدایت ہے۔اب یہ بیان کرنا ضروری تھا کہ اہل تقوی کے امتیازی اوصاف کیا ہیں؟ چنانچہ اس ضمن میں ایمان بالغیب، اقامتِ صلوٰۃ، انفاق فی سبیل اللہ، ایمان بالکتب کا ذکر کیا۔

کفار ومنافقین

جب مومن ومتقی لوگوں کا ذکر ہو چکا تو کفار ومنافقین کے کردار واعمال پر روشنی ڈالنا از بس ناگزیر تھا۔مشہور مقولہ ہے **الاشیاء تعرف باضدادھا** (چیزیں اپنی ضد سے پہنچانی جاتی ہیں) چنانچہ دوسرے رکوع میں منافقین کے خصائل وعادات بیان کر کے ان کی بدکرداری کا پردہ چاک کیا گیا ہے۔تیسرے رکوع میں بنی نوع انسان کو علی العموم عباداتِ خداوندی کی اہمیت وضرورت سے آگاہ کیا۔

قصہ آدم وابلیس

چوتھے رکوع میں ظہور آدم علیہ السلام اور فرشتوں کے واقعہ پر روشنی دالی۔ان آیات میں بتایا کہ انسان کو اس کرہ ارضی پر خلیفتہ اللہ (خدا کا نائب) بنا کر بھیجا گیا ہے۔خلیفہ کے تقرر پر فرشتوں کے اعتراض اور جوابِ خداوندی کا ذکر کیا اور بتایا کہ حضرت آدم فی الواقع اس منصب کے اہل تھے۔

یہود پر تنقید

پانچویں رکوع سے لیکر پندرہویں رکوع تک یہود کے احوال واعمال پر نقد وتبصرہ کرتے ہوئے بتایا کہ پیہم اور مسلسل عنایاتِ ربانی کے باوجود یہود خدا کی ناشکری کا اظہار کرتے رہے۔ بچھڑے کی پوجا، شہری زندگی پر دیہاتی زندگی کو ترجیح، من وسلویٰ چھوڑ کر ساگ پات کی خواہش کفرانِ نعمت میں داخل ہے۔

واقعہ ہاروت وماروت

زہرہ نامی رقاصہ والی روایت جمہور علماء کے نزدیک مردود اور غیر مقبول ہے۔امام رازی اور صاحبِ روح البیان لکھتے ہیں کہ کاش ایسی بے ہودہ روایات سے اہلِ اسلام کی تصنیفات

پاک ہوتیں۔ صحیح بیان جس کی طرف قرآنِ پاک میں مختصر اشارہ ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی آزمائش کے لئے جیسے ممنوع چیزیں پیدا کیں اسی طرح جادو سے بھی دنیا کو روشناس کروایا تاکہ دیکھا جائے کہ کون شخص اللہ رب العزت کی ربوبیت کا دامن تھامے رکھتا ہے اور کون اس سے منہ موڑ کر جادو سے قسمت وابستہ کرتا ہے۔ لہذا سورۃ میں یہود کے بیہودہ طرزِ عمل پر بھرپور تنقید کرتے ہوئے جادو ٹونے اور جنتر منتر کے فضول کاموں پر لگنے کے ضمن میں ہاروت ماروت کا واقعہ ذکر کیا۔

صیامِ رمضان

سورۃ میں رمضان کے مہینے میں روزے رکھنے کا حکم ہے البتہ مسافر اور مریض وغیرہ کے لئے کچھ رخصتیں ہیں اور مزید روزے کے اوقات وغیرہ کے بارے میں چند احکام درج ہیں۔

طالوت و جالوت کا قصہ

سورۃ کے آخری حصے میں آشکار کیا گیا ہے کہ بنو اسرائیل کی خواہش پر طالوت کو ان کا بادشاہ بنایا گیا ہے اور تابوت سیکنت بنو اسرائیل میں واپس بھیجا گیا تاکہ ان کے دل مضبوط ہوں اور اس کے بعد اسرائیلی لشکر کو جہاد کا حکم ہوا لیکن انہوں نے دل سے طالوت کا ساتھ نہ دیا اور جالوت کے مقابلہ میں جانے سے گھبرا گئے۔

واقعہ سبت

بحیرہ قلزم کے کنارے ایلہ نامی بستی میں یہود آباد تھے۔ موسیٰ کی شریعت میں ہفتہ کا دن مقدس بنایا گیا تھا۔ یہ لوگ اسی دن مچھلیاں پکڑتے اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی کرتے جس کی وجہ سے ان پر عذابِ الٰہی نازل ہوا اور ان کی شکلیں مسخ کر کے بندر بنا دیئے گئے اور یہ لوگ تین دن تک روتے چیختے مر گئے۔

حضرتِ ابراہیمؑ و آلِ ابراہیمؑ

سولہویں رکوع سے رکوع نمبر ۹ تک ابراہیم علیہ السلام کی آزمائش ان کی امامت کبرئے ان کی دعاؤں کی قبولیت اور یہود کے دوراز کار و عادی کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہود اپنے آپ کو ابرہیمی کہتے تھے۔ قرآن کریم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی حیاتِ مقدسہ کے چند واقعات بیان

کر کے ان کے اس دعویٰ کی تردید کی۔ یہود پر یہ حقیقت واضح کی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خانہ کعبہ کو از سرِنو آباد کیا تھا اور اس کی تعمیر وترقی کے لئے بارگاہِ ایزدی میں دست مدعا ہوئے تھے مگر یہودی خانہ کعبہ کے دشمن ہیں اور بیت المقدس کو اس سے افضل تصور کرتے ہیں۔

تحویل قبلہ

آغازِ اسلام میں بیت المقدس کو مسلمانوں کا قبلہ مقرر کیا گیا تھا۔ ہجرت کے تقریباً سولہ ماہ بعد اس کے بجائے خانہ کعبہ کو قبلہ نماز قرار دیا۔ یہود قبلہ کی تبدیلی پر معترض ہوئے قرآن کریم نے تحویل قبلہ کی فلاسفی واضح کر کے یہود کا منہ بند کیا۔

شرعی احکام

رکوع نمبر۲۰ سے ۲۶ تک وہ شروعی احکام بیان کئے جو منصبِ امامت کے لئے سنگ بنیاد کی حیثیت رکھتے ہیں مثلاً توحید، نماز، زکوۃ، قصاص، وصیت، وراثت، روزہ، حج اور جہاد وغیرہ۔ منہیات شرعیہ سے بچنے کی تلقین کی مثلاً جُواء و شراب وغیرہ۔

معاشرتی مسائل

رکوع ۲۷ سے ۳۱ تک معاشرتی مسائل پر روشنی ڈالی۔ اِن آیات میں مشرک عورت سے نکاح کی حرمت مسائل نکاح وطلاق ایلا، خلع، رضاعت، نان نفقہ، عدت، مہر اور عائلی زندگی کے دیگر احکام و مسائل کی تفصیلات کا ذکر کیا ہے۔ ان احکام کا بغور مطالعہ کرنے سے واضح ہوتا ہے کہ اسلام نے عائلی زندگی سے متعلق کس قدر ہمہ گیر ہدایات دی ہیں جن پر عمل کرنے سے گھریلو زندگی جنت کا نمونہ بن جاتی ہے۔

دعوتِ جہاد

رکوع ۳۲۔۳۳ میں دعوت جہاد دی گئی ہے۔ اس ضمن میں طالوت وجالوت کا واقعہ بیان کیا۔ مطلوب و مقصود یہ ہے کہ فتح وشکست کا انحصار تائید ربانی اور قوت ایمانی پر ہے۔ لہذا کسی حال میں بھی مومن کو جذبہ جہاد سے عاری نہیں ہونا چاہیے۔

آیت الکرسی

رکوع نمبر۳۴ آیت الکرسی پر مشتمل ہے جو خداوند تعالیٰ کی صفاتِ جلیلہ وعظیمہ کے

بیان کرنے میں لاثانی ہے۔فضائل ومناقب کے اعتبار سے آیت الکُرسی قرآن کریم کی عظیم ترین آیت ہے۔

انفاق فی سبیل اللہ

رکوع ۳۵ سے ۳۹ تک خدا کی راہ میں خرچ کرنے کا طرز وانداز بتایا اور واضح کیا کہ ریاکاری اور اخلاص کے ساتھ خرچ کرنے میں کیا فرق ہے۔قبل ازیں دعوت جہاد دی گئی تھی۔اس کے بعد انفاق فی سبیل اللہ کا حکم دے کر واضح کیا کہ انسانی جسم وجان کی طرح مال و دولت بھی اس وہابِ حقیقی کا عطا کردہ ہے لہذا جسم کی طرح مال کو بھی خدا کی راہ میں قربان کرنا چاہیے۔انفاق مال کی اولین شرط اخلاص نیت ہے،نیت نیک ہو تو ایک پیسہ خرچ کر کے ساتھ سو پیسے ملیں گے اور اگر نیت ریاکاری کی ہے تو حاتمانہ فیاضی کے سب مظاہرے بیکار ہیں۔مثال دے کر یہ حقیقت ذہن نشین کی۔انفاق فی سبیل اللہ کے مصارف (مدات) بیان کئے۔

سُود کی حرمت

اِن آیات میں سُود کی حرمت سے متعلق احکا ذکر کئے اور مثالوں سے اس کی قباحت وحُرمت واضح کی۔

قرض کے مسائل

چالیسواں رکوع قرآن کریم کی طویل ترین آیت پر مشتمل ہے۔اس آیت میں لین دین کے احکا بیان کئے۔خصوصی طور پر اس امر پر زور دیا گیا ہے کہ باہمی معاملات انجام دیتے وقت دستاویز لکھ لی جائے۔ایسے معاملات میں دستاویز کا لکھنا جذبات الف ومودت کے منافی نہیں بلکہ دوستی کی بقاء ودوام کا ذریعہ ہے سورت کا خاتمہ ایک جامع دعا پر کیا گیا۔

سورۃ البقرہ

(رکوع نمبر 1)

سورۃ البقرہ (رکوع نمبر 1) کا متن بمعہ لفظی و با محاورہ ترجمہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

شروع کرتی / کرتا ہوں ساتھ نام اللہ کے جو رحم کرنے والا نہایت مہربان ہے۔

الٓـمّٓ (۱) ذٰلِکَ الۡـکِتٰـبُ لَا رَیۡـبَ ۛۚ فِیۡـهِ ۛۚ هُـدًی لِّـلۡـمُتَّـقِیۡـنَ (۲)
حروف مقطعات یہ کتاب نہیں شک اس میں ہدایت ہے واسطے پرہیز گاروں کے۔
حروف مقطعات (اللہ اور رسولؐ اللہ بہتر جانتے ہیں) (۱) یہ وہ کتاب ہے جس میں کوئی شک نہیں ہے۔ یہ (کتاب) پرہیز گاروں کے لئے ہدایت نامہ ہے (۲)
الَّـذِیۡـنَ یُـؤۡمِـنُـوۡنَ بِـالۡـغَیۡـبِ وَ یُـقِیۡـمُـوۡنَ الـصَّـلٰـوۃَ وَ مِـمَّـا رَزَقۡـنٰهُـمۡ
جو لوگ وہ ایمان لاتے ہیں ساتھ غیب کے اور وہ قائم کرتے ہیں نماز کو اور اس سے جو رزق دیا ہم نے اُن کو
وہ لوگ جو غیب پر ایمان لاتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا اُس میں سے
یُـنۡـفِـقُـوۡنَ (۳) وَالَّـذِیۡـنَ یُـؤۡمِـنُـوۡنَ بِـمَـآ اُنۡـزِلَ اِلَیۡکَ وَمَـآ اُنۡـزِلَ
وہ خرچ کرتے ہیں۔ اور جو لوگ کہ وہ ایمان لاتے ہیں ساتھ اُس کے جو نازل کیا گیا طرف تیری اور جو نازل کیا گیا
خرچ کرتے ہیں (۳) اور وہ لوگ جو ایمان لاتے ہیں اُس پر جو آپ کی طرف نازل کیا گیا اور اُس پر جو آپ سے پہلے نازل کیا گیا
مِـنۡ قَبۡلِکَ ۚ وَ بِـالۡاٰخِـرَۃِ هُـمۡ یُـوۡقِـنُـوۡنَ (۴) اُولٰٓـئِکَ عَـلٰـی هُـدًی مِّـنۡ رَّبِّهِـمۡ ۗ وَ
پہلے تجھ سے اور آخرت پر وہ یقین رکھتے ہیں۔ یہ لوگ اوپر ہدایت کے ہیں اپنے رب سے اور
اور وہ آخرت پر یقین کامل رکھتے ہیں (۴) وہی لوگ ہدایت پر ہیں اور
اُولٰٓـئِکَ هُـمُ الۡـمُـفۡـلِـحُـوۡنَ (۵) اِنَّ الَّـذِیۡـنَ کَـفَـرُوۡا سَـوَآءٌ عَـلَیۡـهِـمۡ ءَ اَنۡـذَرۡتَـهُـمۡ
یہ لوگ وہی فلاح پانے والے ہیں۔ بے شک جو لوگ کہ کفر کیا انہوں نے برابر ہے اوپر اُن کے خواہ تو ڈرائے اُن کو
وہی کامیاب ہونے والے ہیں (۵) بے شک وہ لوگ جنہوں نے انکار کیا تو اُن کے لئے یکساں ہے کہ خواہ آپ اُن کو ڈر سنائیں
اَمۡ لَـمۡ تُـنۡـذِرۡهُـمۡ لَا یُـؤۡمِـنُـوۡنَ (۶) خَـتَـمَ الـلّٰـهُ عَـلٰـی قُـلُـوۡبِهِـمۡ وَ عَـلٰـی سَـمۡـعِـهِـمۡ ؕ
یا نہ تو ڈرائے اُن کو نہیں وہ ایمان لائیں گے مہر لگا دی اللہ نے ان کے دلوں پر اور ان کے کانوں پر
یا نہ سنائیں وہ ہرگز ایمان نہیں لائیں گے (۶) اللہ تعالیٰ نے اُن کے دلوں اور کانوں پر مُہر لگا دی ہے
وَ عَـلٰٓـی اَبۡـصَـارِهِـمۡ غِـشَـاوَۃٌ ۫ وَّلَـهُـمۡ عَـذَابٌ عَـظِـیۡـمٌ (۷)
اور اوپر اُن کی آنکھوں کے پردہ ہے اور اُن کے لئے عذاب ہے بڑا۔

اور آنکھوں پر پردے ڈال دیئے ہیں اور اُن کے لئے بہت بڑا عذاب ہے (۷)

مشکل الفاظ اور اُن کا مادہ

نمبر شمار	الفاظ	معانی	گرائمر	مادہ/Root
۱۔	لِّلْمُتَّقِیْنَ	واسطے پرہیزگاروں کے، تقویٰ، ڈرنا، بچنا	اسم فاعل	وَقْیٌ/ وِقَایَۃٌ
۲۔	یُقِیْمُوْنَ	وہ قائم کرتے ہیں	فعل مضارع	اِقَامَتُ
۳۔	الصَّلٰوۃَ	نماز	اسم معرف باللام	صَلْیٌ/ صَلٰوٌ
۴۔	رَزَقْنٰھُمْ	دیا ہم نے ان کو	فعل ماضی	ر. ز. ق
۵۔	یُنْفِقُوْنَ	وہ خرچ کرتے ہیں	فعل مضارع	ن. ف. ق
۶۔	یُؤْمِنُوْنَ	وہ ایمان لاتے ہیں	فعل مضارع	أمَنَ. ء. م. ن
۷۔	یُوْقِنُوْنَ	وہ یقین رکھتے ہیں	فعل مضارع	ی. ق. ی. ن
۸۔	الْمُفْلِحُوْنَ	فلاح پانے والے	اسم فاعل جمع	ف. ل. ح
۹۔	اَنْذَرْتَھُمْ	ڈرانا، آگاہ کرنا	فعل ماضی	ن. ذ. ر
۱۰۔	خَتَمَ	اس نے مُہر لگائی	فعل ماضی	خ. ت. م
۱۱۔	قُلُوْبِھِمْ	دِل کی جمع	اسم جمع	قَلْبَ. ق. ل. ب
۱۲۔	سَمْعِھِمْ	سننا، سماعت، کان	اسم	س. م. ع
۱۳۔	اَبْصَارِھِمْ	دیکھنا، بصارت، آنکھیں	جمع بصر کی	ب. ص. ر
۱۴۔	غِشَاوَۃٌ	پردہ	اسم	غ. ش. ی

سورۃ البقرہ

(رکوع نمبر 1)

اہم اکتشافات

☆ حروفِ مقطعات

☆ متقین کی صفات

☆ کفار کی پہچان

سورۃ البقرہ (رکوع نمبر 1) سے متعلق اہم اکتشافات پر گفتگو

س۱۔ حروفِ مقطعات کیا ہیں؟ اختصار سے بیان کریں۔

قرآنِ حکیم کی ۲۹ سورتوں کے شروع میں چند حروف سے مرکب ایک کلمہ لایا گیا ہے جیسے الٓمّٓ اور حٰمٓ وغیرہ جن کو اصطلاح میں حروفِ مقطعات کہا جاتا ہے۔ان میں ہر حرف جدا جدا ساکن پڑھا جاتا ہے۔ترمذی شریف کی ایک حدیثِ مبارکہ جو حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے کتابِ الٰہی سے ایک حرف پڑھا اس کے واسطے ایک نیکی اور اس نیکی کا ثواب دس گناہ ہے۔اور میری مراد یہ نہیں کہ الٓمّٓ ایک حرف ہے بلکہ ''الف'' ایک حرف ہے، ''لام'' ایک حرف ہے اور ''میم'' ایک حرف ہے۔

قرآنِ حکیم میں کل ۱۴ حروفِ مقطعات آتے ہیں۔ان حروف کو ۲۹ سورتوں کے سر کا تاج بنایا گیا ہے۔جس میں سے ۲ سورتیں مدنی جبکہ ۲۷ سورتیں مکی ہیں۔

علامہ جلال الدین سیوطیؒ مولف ''الاتقان فی علوم القران'' نے حروفِ مقطعات کو متشابہات میں شمار کیا ہے۔

حضرت علامہ قاضی محمد ثناء اللہ عثمانیؒ صاحبِ تفسیرِ مظہری فرماتے ہیں:

''قرآنی مقطعات قرآنِ مجید کے متشابہات اور ان رموز و اسرار میں سے ہیں جو صرف حق تعالیٰ اور اس کے آخری نبی الزمان ﷺ کے کے درمیان دائرہ ہیں جنہیں عام لوگ سمجھنے کی لیاقت نہیں رکھتے۔''

امام قرطبیؒ تفسیر قرطبی کے مصنف رقم طراز ہیں:

''عامر شعبیؒ، سفیان ثوریؒ اور محدثین کی ایک جماعت نے فرمایا کہ ہر آسمانی کتاب میں اللہ تعالیٰ کے کچھ خاص رموز و اسرار ہوتے ہیں۔اسی طرح حروفِ مقطعات قرآن میں اللہ تعالیٰ کے راز ہیں۔''

س۲۔ سورۃ البقرہ مدنی ہے یا مکی ہے؟ نیز اس کا نام بقرہ کیوں رکھا گیا؟ وجہ بتایئے؟

سورۃ البقرہ مدنی سورۃ ہے اور یہ قرآنِ مجید کی سب سے بڑی سورۃ ہے۔عربی میں

بقرہ، گائے کو کہتے ہیں اور اس سورۃ میں ایک گائے کا واقعہ خاص طور پر بیان ہوا ہے، جس کی وجہ سے اس سورۃ کا نام سورۃ بقرہ رکھا گیا ہے۔

س۳۔ اس سورۃ کے شروع میں متّقین کی جو چھ صفات بیان کی گئی ہیں، ان کا خلاصہ لکھیے۔

اللہ رب العزت کا احسان ہے کہ اس نے انسانوں کی رہنمائی کے لئے انبیاء علیہ السلام کو مبعوث فرمایا اور اس پر مزید احسان یہ ہے کہ بنی نوع انسان کی ہدایت و رہنمائی کے لئے آسمانی کتب وصحائف اور بالخصوص قرآن حکیم کا نزول فرمایا لیکن اللہ جل شانہ کا یہ طریقہ ہے کہ وہ اُن اقوام اور افراد کو قطعاً ہدایت سے سرفراز نہیں فرماتا جو ہدایت کے طلب گار نہ ہوں۔ راہ ہدایت کے جویا اور متمنی نہ ہوں۔ جیسا کہ قرآن حکیم کی ابتداء میں ہی بتا دیا گیا ہے کہ:

ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَا رَیْبَ ج فِیْهِ ج هُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ

''یہ کتاب الٰہی ہے۔ اس کے کتاب الٰہی ہونے میں کوئی شک نہیں۔ ہدایت ہے خدا سے ڈرنے والے کے لئے''۔

یعنی اس کتاب سے فائدہ وہی لوگ اُٹھائیں گے جو متقی ہیں جس طرح بارش تو سب زمینوں کے لئے برستی ہے مگر اس فائدہ وہی زمین اٹھاتی ہے جو سیم زدہ نہیں بلکہ اس میں روئیدگی اور پیداوار کی صلاحیت موجود ہوتی ہے۔ جس طرح سورج چمکتا تو سب کے لئے ہے لیکن اس سے فائدہ وہی لوگ اُٹھاتے ہیں جو آنکھیں رکھتے ہیں اور اُن کو دیکھنے کے لئے کھولتے بھی ہیں۔ اسی طرح یہ کتاب اُتری تو سب کی ہدایت کے لئے ہے مگر اس سے فائدہ وہی لوگ اُٹھاتے گے جن کے اندر خدا کا خوف ہو۔ آیئے دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے وہ کون سے طریقے بتائے ہیں جن کو اختیار کرنے سے انسان میں خوف خدا اور خشیت الٰہی پیدا ہوتی ہے جو قرآن سے ہدایت کے حصول کی ضامن ہے۔

متقی کا مفہوم

متقی کا لفظ اتقاء سے جو قرآن مجید میں کئی معنوں میں استعمال ہوا ہے مثلاً:

ا۔ اس رب قدوس سے ہر وقت ڈرتے رہنا، لرزتے کانپتے رہنا جو اپنے شکر گزار و وفادار بندوں پر رحم فرماتا ہے مثلاً:

وسیق الذین اتقو ربهم الی الجنة زمرا

''اور جو لوگ اپنے پروردگار سے برابر ڈرتے رہے ان کو گروہ در گروہ جنت کی طرف لے جاتا جائے گا''۔

۲۔ گناہ سے اس کے بُرے نتائج اور خدا کے غضب سے ڈرنا ہے مثلاً:

وان تومنو وتتقوا فلکم اجز عظیم

''اگر تم ایمان لاؤ گے اور تقویٰ اختیار کرو گے تو تمہارے لئے بہت بڑا اجر ہے''۔

یعنی متقی وہ ہے جس کے دل میں خدا کی عظمت اور اس کے غضب کا خوف سمایا ہوا ہو اور جس کو گناہوں کے نتائج کا پورا پورا احساس ہو۔

متقین کی صفات

متقین کی صفات مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ ایمان بالغیب

۲۔ اقامتِ صلوٰۃ

۳۔ انفاق فی سبیل اللہ

۴۔ ایمان بالکتب

۵۔ ایمان بالآخرت

غیب پر ایمان

اہل تقویٰ کی پہلی صفت ایمان بالغیب ہے۔ غیب سے مُراد وہ پوشیدہ اور ان دیکھی حقیقتیں ہیں جن کا ادراک اور جاننا انسان کے حواس خمسہ سے ممکن نہیں ہے اور یہ حقیقتیں تمام انسانوں کے تجربہ اور مشاہدہ سے ماورئی ہیں اور انسان کو ان کا علم صرف انبیاء کرام کی وساطت سے ہوتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات، فرشتے، جنت و دوزخ، قیامت، حساب و کتاب، جزاوسزاوغیرہ۔ کیونکہ ایمان کے بغیر دل میں بے توجہی اور بے قراری سی رہتی ہے۔ اگر انسان کا ایمان پختہ ہوگا تو وہ کسی قسم کے وہم وگمان اور تمام قسم کے شکوک وشبہات سے بچا رہے گا۔ کیونکہ اس کو یقین وسکون میسر ہوتا ہے اور روح کو چین ملتا ہے۔ عالمِ غیب کا یہ عقیدہ دین کا مغز اور ایمان کی روح ہے، اس کے بغیر ایمان پختہ نہیں ہوتا۔ ہر دور کے انسان کی یہ کمزوری رہی ہے کہ اُس نے ہر اس چیز کے وجود کو مانا اور تسلیم کیا ہے جو اُس کے حواسِ خمسہ کی گرفت میں آ گئی اور ہر اُس چیز کا انکار کیا ہے جو ان کی گرفت سے بالا تھی۔ حالانکہ بے شمار چیزیں اور لامتناہی حقیقتیں ایسی ہیں جو انسان کے حواسِ خمسہ، محسوسات اور تجربات ومشاہدات سے بالا ہیں مثلاً خدا تعالیٰ اور اس کی ذات وصفات، ملائکہ، وحی، جنت و دوزخ اور احوال قیامت اور ایسی بہت سی دیگر حقیقتیں جن کا

علم ہمیں انبیاء کرام کی وساطت سے ملتا ہے۔پس اہل تقویٰ محض مادیت کے غلام، محسوسات کے بندے نہیں ہوتے اور نہ ہی ایمان لانے کے لئے اس بات کے منتظر رہتے ہیں کہ تمام حقائق کو وہ اپنی آنکھوں سے ضرور مشاہدہ کریں اور تجربہ کی کسوٹی پر خود پرکھیں بلکہ وہ مشاہدہ وتجربہ کے بغیر صرف اور صرف انبیاء علیہ السلام کی دعوت اور حکم پر ان دیکھی حقیقتوں پر ایمان لاتے ہیں۔

اقامتِ صلوٰۃ

دوسری صفت متقی کی یہ ہے کہ وہ نماز کی پابندی کرتا ہے یعنی نماز پوری شرائط اور پابندی کے ساتھ اور باقاعدگی سے خود بھی ادا کرتا ہے اور دوسروں کو بھی اس پر آمادہ کرتا ہے۔کیونکہ نماز خدا کے آگے جھکنے، اپنی بندگی کا اظہار کرنے، اللہ سے گہرا تعلق پیدا کرنے اور امت کے تمام لوگوں میں نظم پیدا کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔نماز بدنی عبادتوں میں سے اعلیٰ عبادت ہے۔نماز ایک ایسی عبادت ہے جو اخلاقی، روحانی، انفرادی اور اجتماعی، غرض ہر لحاظ سے مفید ہے۔اسی لئے نماز کو دین کا ستون قرار دیا ہے۔حدیث میں آتا ہے کہ ”مسلمان اور کافر کے درمیان فرق کرنے والی چیز نماز ہے۔“ ایک اور حدیث میں ہے کہ ”نماز مومن کی معراج ہے۔“

قرآن کریم سے استفادہ کے لئے لازم ہے کہ زبانی اور قلبی ایمان کے ساتھ عملی اطاعتِ کا مظاہرہ بھی کیا جائے اور ایمان لانے کے بعد ایمان کے عملی سورت میں اظہار کو قرآن نے اقامت صلوٰۃ سے تعبیر کیا ہے۔اقامتِ کے معنی کسی چیز کو کھڑے کرنے یا اس طرح سیدھے کرنے کے ہیں کہ اس میں کوئی ٹیڑھ باقی نہ رہ جائے۔چنانچہ قرآن کریم نے خود مختلف مقامات پر اقامت صلوٰۃ جو تعبیر کی ہے وہ کچھ اس طرح ہے مثلاً:

☆ نماز میں اخلاص ہو یعنی نماز اللہ ہی کے لئے پڑھی جائے اور کسی کو اس میں شریک نہ کیا جائے اور اس کے اندر جو سیدھا کرنے کا مفہوم ہے اس کا تقاضا اُس وقت تک پورا نہیں ہوسکتا جب تک وہ پوری یکسوئی کے ساتھ اللہ ہی کے لئے نہ پڑھی جائے۔سورۃ اعراف میں ہے: ”اور اسی کی طرف اپنے رُخ کرو ہر مسجد کے پاس اور اُسی کو پکارو اُسی کے لئے اطاعت کو خاص کرتے ہوئے“۔(القرآن)

☆ اقامت صلوٰۃ کا دوسرا مقصد نماز میں خشوع وخضوع کا پیدا کرنا ہے مثلاً سورۃ مومنون میں ہے کہ ”اُن مومنوں نے فلاح پائی جو اپنی نمازیں خشوع وخضوع سے ادا کرتے ہیں“۔(القرآن)

☆ اقامت صلوٰۃ کا تیسرا مقصد نماز بغیر کسی کمی اور بیشی اوراس کی تمام صفات اورارکان کے ساتھ ٹھیک ٹھیک اُسی طرح ادا کی جائے جس طریقہ پر اللہ تعالیٰ نے اُس کوادکرنے کاحکم دیا ہے۔سورۃ بقرہ میں حکم ہے،''اور نماز قائم کروسورج کے زوال کے وقت سے لے کر رات کے تاریک ہونے تک''۔(القرآن)

انفاق فی سبیل اللہ

اہل تقویٰ کی تیسری صفت انفاق فی سبیل اللہ یعنی اللہ رب العزت کی طرف سے عطا کردہ تمام ظاہری وباطنی نعمتیں جن میں مال، صحت، اولاد، علم وحکمت، عقل ودانائی، مال ومنال کی صورت میں جوبھی اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا کیا ہے اُسے وہ مخلوق خدا کی فلاح و بہبود کے لئے خرچ کرتے ہیں وہ ان نعمتوں کواپنے ہاتھ کی کمائی نہیں سمجھتے بلکہ اس کواللہ کی عطا سمجھتے ہوئے اس کی راہ میں لٹادیتے ہیں۔وہ صدقات وخیرات، عشروزکوٰۃ کی ادائیگی خوش دلی سے کرتے ہیں اور بخیل نہیں بنتے۔کیونکہ اس قسم کا بخل دنیاوآخرت دونوں جہانوں میں نقصان دہ ہے۔

جیسا کہ حضورؐ نے فرمایا کہ''اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے؛ اللہ کی توحیداور محمدؐ کی رسالت پر گواہی دینا، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ دینا، رمضان کے روزے رکھنا، بیت اللہ کا حج کرنا۔''

الغرض اہل تقویٰ بدنی اور قلبی عبادات کے علاوہ مالی عبادت کے حامل بھی ہوتے ہیں۔

آسمانی کتب پر ایمان

اہل تقویٰ کی چوتھی صفت یہ ہے کہ وہ اس پر ایمان رکھتے ہیں جوآپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل کیا گیا اور جوآپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قبل اتارا گیا۔قرآن مجید میں فرمایا کہ ''رسول ایمان لائے اس پر جوان کی طرف ان کے رب کی طرف سے نازل ہوا ہے اور تمام ایمان والے بھی۔ ہر ایک ایمان لایا اللہ پر اوراس کے فرشتوں پر اوراس کی کتابوں پر اوراس کے رسولوں پر۔''

اس صفت کا تقاضا ہے کہ متقی ایمان لائے ان کتابوں پر جوآپؐ سے پہلے کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار نبیوں پر نازل ہوئیں۔جو نبی آپؐ سے پہلے گزرے ہیں،ان کی تعداد بہت زیادہ ہے۔قرآن پاک میں ان میں سے بعض کا نام لے کر ذکر کیا گیا ہے اور باقیوں کی طرف اشارہ کیا

گیا ہے۔نبیوں پر ایمان لانے سے مراد یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السّلام سے لے کر آخری نبی حضرت محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) تک جتنے بھی انبیاء آئے ہیں وہ سب کے سب اللہ کی طرف سے بھیجے ہوئے تھے اور وہ اپنے وقت میں مناسب تعلیم دیتے رہے۔پہلی آسمانی کتابوں میں سے چار کتابوں کا ذکر قرآن مجید میں خاص طور پر کیا گیا ہے؛(۱) حضرت ابراہیمؑ کے صحیفے،(۲) حضرت موسیٰؑ کی تورات،(۳) حضرت داؤدؑ کی زبور اور (۴) حضرت عیسیٰؑ کی انجیل۔متقی اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ جب تک ان کتب کو الہامی اور تنزیل من اللہ نہیں مانیں گے تب تک ایمان مکمل نہیں ہوتا اور انہیں اس بات پر بھی پختہ یقین ہوتا ہے کہ قرآن کریم کے علاوہ یہ کتابیں ایک وقت کے لئے تھیں اور اب راہ ہدایت کا صرف ایک ہی آخری ذریعہ قرآن کریم ہے جو قیامت تک کے تمام انسنوں کے لئے واحد سرچشمہ ہدایت ہے۔

ایک جگہ ارشاد ہوتا ہے کہ ''اے اہلِ کتاب! تم کسی چیز پر نہیں ہو جب تک تورات اور انجیل اور جو کچھ تمہاری طرف تمہارے رب کی جانب سے اتارا گیا ہے،کو قائم نہ رکھو۔''

یعنی کہ قرآن مجید پر ایمان لانے کے ساتھ ساتھ پہلی الہامی کتابوں پر ایمان لانا بھی ضروری ہے۔لیکن اب قابل عمل صرف قرآن مقدس ہے جو ہر تحریف سے پاک ہے۔

یومِ آخرت پر ایمان

اہل تقویٰ کی پانویں صفت یہ ہے کہ وہ یوم آخرت پر پختہ ایمان رکھتے ہیں۔ان کی نظر میں یہ فلسفہ کہ بابر بہ عیش کوش کہ عالم دوبارہ نسیت کوئی حقیقت نہیں رکھتا ہے۔وہ اس دُنیا کو دارالفناہ اور آخرتکو دارالقرار سمجھتے ہیں۔وہ اس بات پر ایمان رکھتا ہو کہ یہ دنیا عارضی دنیا ہے۔اس نے ایک دن فنا ہو جانا ہے اور اصل اور ابدی دنیا وہی ہے جو آخرت کی ہے۔یہ دنیا دارالعمل ہے اور اس کے بعد آنے والی دنیا دارالجزا ہے۔جس میں ہمیں ہمارے ایک ایک عمل کا بدلہ ملے گا۔اس میں کوئی شک نہیں کہ اس دنیا میں بھی ہمیں اس کے حالات وواقعات کے لحاظ سے بدلہ ملتا ہے لیکن کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس دنیا میں انسان کو پورا بدلہ نہیں ملتا۔نیک عمل والے جزا سے محروم رہ جاتے ہیں اور بدکردار مجرم سزا سے بچ جاتے ہیں۔لیکن آخرت کے دن ایسا نہیں ہوگا۔جس نے جو جو اعمال کئے ہوں گے اس کے مطابق جزا و سزا ملے گی۔اس لئے متقی کی یہ نشانی ہوتی ہے کہ وہ ہر کام کرنے سے پہلے اطمینان کر لیتا ہے کہ یہ کام عاقبت اور انجام کے لحاظ سے آسمانی تعلیمات اور خدائی ہدایت

کے خلاف تو نہیں ہے۔انہیں اس بات کا یقین ہوتا ہے کہ:

۱۔ انسان اس دُنیا میں غیر ذمہ دار نہیں ہے بلکہ اپنے اعمال کے لئے خدا کے سامنے جوابدہ ہے۔

۲۔ دُنیا کا یہ سارا نظام ابدی نہیں ہے بلکہ ایک وقت تک کے لئے ہے جس کو اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔

۳۔ اس عالم کے خاتمے کے بعد اللہ ایک دوسرا عالم پیدا کرے گا جس میں حضرت آدم سے لے کر قیامت تک پیدا ہونے والے نفوس کے اعمال کا حساب وکتاب ہوگا اور ہر ایک کو اس کا پورا پورا بدلہ دے گا۔

۴۔ کامیابی وناکامی کا معیار اس زندگی کی خوشحالی وبدحالی نہیں بلکہ کامیابی ونامرادی کا اصل معیار اللہ تعالیٰ کے آخری فیصلے پر موقوف ہے۔

الغرض مندرجہ بالا پانچ عقائد پر مشتمل صفات جس شخص میں پیدا ہوگئیں وہ تقویٰ اور اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی کا حامل ٹھہرے گا۔قرآن اُسی کے لئے اپنی ہدایت کے دروازے کھولے گا۔ بصورتِ دیگر زندگی کے خاردار راستے اور دُنیا کی سنگلاخ وادیوں میں بھٹکنا اس کا مقدر ٹھہرے گا۔جیسا کہ حضرت ابی بن کعبؓ نے ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا، تقویٰ کسے کہتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا، اگر کسی ایسے جنگل سے گزرو جو کانٹوں اور جھاڑیوں سے بھرا ہوا ہو تو کیا کروگے؟ انہوں نے جواب دیا، میں اپنے کپڑوں کو سمیٹ لوں گا کہ دامن کانٹوں سے نہ الجھے۔حضرت عمرؓ نے فرمایا، بس یہی تقویٰ ہے۔

س۴۔ کافروں کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں؟ کافر کی پہچان کیا ہے؟

کافر وہ ہوتا ہے جو حق کا منکر اور مخالف ہو۔اللہ اور اس کے رسولؐ کو نہ مانتا ہو۔ یہ لوگ دل سے اسلام کے دشمن ہوتے ہیں۔ یہ لوگ اپنا وقت، قوت اور دولت تک مسلمانوں کی مخالفت میں صَرف کر دیتے ہیں۔ان لوگوں کے سامنے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت سی دلیلیں بھی موجود ہوتی ہیں، لیکن یہ لوگ پھر بھی کفر پر قائم رہتے ہیں۔اس لئے قرآن مجید میں ان لوگوں کے بارے میں آیا ہے کہ ''نبیؐ کا ان کو عذاب سے ڈرانا یا نہ ڈرانا برابر ہے۔'' کیونکہ یہ لوگ حق کو پہچاننے اور ماننے کی قوت ضائع کر چکے ہیں۔اور آپؐ کی سب سے بڑی آرزو بھی یہی تھی کہ یہ سب لوگ اسلام کے دائرے میں داخل ہو جائیں۔

مُہر زدہ بدنصیب لوگ

قرآن مجید میں ان کفر والوں کے بارے میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مُہر لگا دی اور ان کے کانوں اور آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ہے اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ مطلب یہ ہے کہ دلوں پر مُہر لگا دی یعنی جب کسی چیز پر مُہر لگا دی جاتی ہے تو اس کے بعد نہ کوئی چیز اندر جاتی ہے اور نہ ہی کوئی چیز باہر آتی ہے۔تو ان کافروں کے دلوں کا بھی یہی حال ہے، اور آنکھوں اور کانوں پر پردوں سے مراد یہ ہے کہ ان کے اندر سننے اور دیکھنے کی قوت بھی موجود نہیں ہوتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اس تخلیق کردہ کائنات کی نشانیوں میں سے کچھ سیکھ سکیں، کوئی سبق حاصل کر سکیں۔ مطلب یہ کہ یہ ایسا پردہ ہے جو غفلت کا پردہ ہے جو حق کی نشانیاں دیکھ کر بھی اس کے ماننے میں حائل ہوتا ہے۔

خطا کار کون؟......انسان

اور یہاں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مہر لگ جانے کا عمل انسان کے جان بوجھ کر کفر اختیار کرنے اور اس پر اصرار کرنے کے بعد ہوتا ہے۔ ہر شخص کو اللہ کی طرف سے صحیح فطرت عطا ہوئی ہے اور اس میں اللہ کی نشانیوں میں غور وفکر کرنے کی قوت بھی شامل ہے۔لیکن جب انسان اپنی قوتوں کا غلط استعمال کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی مدد اس کا ساتھ چھوڑ دیتی ہے اور وہ پھر غلط راستے کو ہی سیدھا راستہ سمجھنے لگتا ہے۔

حاصلِ کلام

اللہ تعالیٰ نے ہر شخص میں حق قبول کرنے کی صلاحیت رکھی ہے، لیکن جو لوگ ذاتی فائدوں، غلط تعلیم، بری صحبت کی وجہ سے سچائی کی مخالفت کرتے ہیں ان میں حق قبول کرنے کی قوت رفتہ رفتہ باقی نہیں رہتی۔یعنی جو لوگ حق کے پوشیدہ کرنے اور چھپا لینے کے عادی ہیں اور ان کی قسمت میں ہی ہے، یہ کبھی بھی اللہ تعالیٰ کی اس وحی کی تصدیق نہیں کریں گے جو آپ ؐ پر نازل ہوئی ہے جیسا کہ ایک دوسرے موقع پر فرمایا، ’’یعنی جن لوگوں پر خدا کی بات ثابت ہو چکی ہے وہ ایمان نہ لائیں گے اگرچہ تمام آیتیں دیکھ لیں، یہاں تک کہ دردناک عذاب دیکھیں۔‘‘

سورۃ البقرہ

(رکوع نمبر 2)

سورۃ البقرہ (رکوع نمبر 2) کا متن بمعہ لفظی و با محاورہ ترجمہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

شروع کرتی / کرتا ہوں ساتھ نام اللہ کے جو رحم کرنے والا نہایت مہربان ہے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ یَّقُوۡلُ اٰمَنَّا بِاللّٰہِ وَبِالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَمَا ہُمۡ بِمُؤۡمِنِیۡنَ (۸)
اور بعض لوگوں میں سے وہ ہے جو کہتے ہیں ایمان لائے ہم اللہ پر اور دن آخرت پر اور نہیں وہ ایمان لانے والے
اور لوگوں میں سے جو (گروہ) کہتا ہے کہ ہم اللہ پر اور روزِ آخرت پر ایمان لے آئے اور وہ تو ایمان والے نہیں ہیں۔
یُخٰدِعُوۡنَ اللّٰہَ وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا ج وَمَا یَخۡدَعُوۡنَ اِلَّاۤ اَنۡفُسَہُمۡ وَمَا یَشۡعُرُوۡنَ (۹)
وہ دھوکا دیتے ہیں اللہ کو اور اُن لوگوں کو جو ایمان لائے اور نہیں وہ دھوکا دیتے مگر جانوں اپنی کو اور نہیں وہ شعور رکھتے
اور اللہ تعالیٰ اور اہلِ ایمان کو (اپنے زعم میں) دھوکہ دیتے ہیں اور (حالانکہ) وہ اپنے آپ کو دھوکہ دے رہے ہیں اور (کیونکہ) وہ شعور سے عاری ہیں۔
فِیۡ قُلُوۡبِہِمۡ مَّرَضٌ لا فَزَادَہُمُ اللّٰہُ مَرَضًا ج وَلَہُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ م بِمَا کَانُوۡا یَکۡذِبُوۡنَ (۱۰)
ان کے دلوں میں بیماری ہے پس زیادہ کردی ان کی اللہ نے بیماری اور ان کے لئے عذاب ہے دردناک بوجہ اس کے جو تھے وہ جھٹلاتے
اُن کے دلوں میں مرض ہے تو اللہ تعالیٰ نے اُن کے مرض میں زیادتی کردی اور اُن کے لئے دردناک عذاب ہے کیونکہ وہ (حق کو) جھٹلاتے تھے۔
وَاِذَا قِیۡلَ لَہُمۡ لَا تُفۡسِدُوۡا فِی الۡاَرۡضِ لا قَالُوۡۤا اِنَّمَا نَحۡنُ مُصۡلِحُوۡنَ (۱۱) اَلَاۤ اِنَّہُمۡ
اور جب کہا جاتا ہے ان کے لئے نہ تم فساد کرو زمین میں کہتے ہیں سوائے اس کے ہم اصلاح کرنے والے ہیں خبردار بے شک وہ
اور جب اُن کو کہا جاتا ہے کہ تم زمین میں فساد نہ پھیلاؤ (تو) انہوں نے کہا کہ بے شک ہم (تو) اصلاح کرنے والے ہیں۔(۱۱) خبردار! بے شک وہ
ہُمُ الۡمُفۡسِدُوۡنَ وَلٰکِنۡ لَّا یَشۡعُرُوۡنَ وَاِذَا قِیۡلَ لَہُمۡ اٰمِنُوۡا کَمَاۤ اٰمَنَ النَّاس (۱۲)
وہی فساد کرنے والے ہیں اور لیکن نہیں وہ شعور رکھتے اور جب کہا جاتا ہے ان کے لئے ایمان لاؤ جیسا کہ ایمان لائے لوگ
وہی فسادی ہیں اور لیکن وہ شعور نہیں رکھتے۔(۱۲) اور جب اُن کو کہا جاتا ہے کہ ایمان لے آؤ جیسے (دوسرے) لوگ ایمان لائے
وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ آمِنُواْ كَمَا آمَنَ النَّاسُ قَالُواْ أَنُؤْمِنُ كَمَا آمَنَ السُّفَهَاء أَلا إِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَاء وَلَكِن لَّا يَعْلَمُونَ (۱۳)
کہا انہوں نے کیا ہم ایمان لائیں جیسا کہ ایمان لائے بیوقوف خبردار بیشک وہ وہی بیوقوف ہیں اور لیکن نہیں وہ جانتے
(تو) انہوں نے کہا کہ ہم ان بیوقوفوں کی طرح ایمان لے آئیں، (حقیقت میں) خبردار! وہ خود بیوقوف ہیں اور لیکن وہ علم سے پیدل ہیں۔(۱۳)

وَإِذَا لَقُواْ الَّذِيْنَ آمَنُواْ قَالُواْ آمَنَّا وَإِذَا خَلَوْاْ إِلَى شَيَاطِيْنِهِمْ

اور جب ملتے ہیں ان لوگوں سے جو ایمان لائے کہتے ہیں ایمان لائے ہم اور جب اکیلے ہوتے ہیں طرف سرداروں اپنے کے

اور جب وہ ایمان والوں سے ملتے ہیں (تو) انہوں نے کہا (کہ) ہم ایمان لے آئے اور جب وہ اپنے شیطانوں (حواریوں) کے ساتھ علیحدگی میں ہوتے ہیں

قَالُواْ إِنَّا مَعَكُمْ إِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِئُونَ (۱۴) اللّهُ يَسْتَهْزِئُ

کہا انہوں نے بیشک ہم تمہارے ساتھ ہیں سوائے اس کے نہیں کہ ہم مذاق کرنے والے ہیں اللہ مذاق کا جواب دیتا ہے

(تو) انہوں نے کہا (کہ) ہم تمہارے ساتھ ہیں بے شک ہم تو اُن (مسلمانوں) سے مذاق کرنے والے ہیں۔(۱۴) اللہ تعالیٰ اُن کے مذاق کا جواب دیتا ہے

بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ (۱۵) أُولَـئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرُوُاْ الضَّلاَلَةَ بِالْهُدَى

ساتھ ان کے اور وہ کھینچتا ہے ان کو بیچ سرکشی ان کی کے وہ بہکتے ہیں یہ لوگ ہیں جنہوں نے خریدا گمراہی کو بدلے ہدایت کے

اور اُن کو اُن کی سرکشی میں دھکیلتا ہے کہ وہ اُس میں بھٹکتے پھرتے ہیں۔(۱۵) وہی لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کی بجائے گمراہی کو خرید لیا۔

فَمَا رَبِحَت تِّجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُواْ مُهْتَدِيْنَ (۱۶) مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِيْ اسْتَوْقَدَ نَاراً

پس نہ فائدہ دیا تجارت ان کی نیا اور نہ ہوئے وہ راہ پانے والے مثال ان کی مانند مثال اس شخص کی جس نے جلائی آگ

تو اُن کو اُن کی تجارت نے کوئی نفع نہ دیا اور وہ تو ہدایت والے ہی نہ تھے۔(۱۶) اُن کی مثال تو اُس شخص کی طرح ہے جس نے آگ کو روشن کیا

فَلَمَّا أَضَاءتْ مَا حَوْلَهُ ذَهَبَ اللّهُ بِنُورِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِيْ ظُلُمَاتٍ لاَّ يُبْصِرُونَ (۱۷) صُمٌّ

پس البتہ جب روشن ہوا ماحول اس کا لے گیا اللہ نور اُس کا اور چھوڑ دیا اُن کو بیچ اندھیروں کے نہیں وہ دیکھ سکتے بہرے ہیں

پھر جب اُس کا ماحول اُس سے منور ہو گیا تو اللہ تعالیٰ اُن کے نور کو لے گیا اور انہیں اندھیروں میں چھوڑ دیا (کہ) وہ دیکھنے سے عاری ہیں۔(۱۷) وہ بہرے،

بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لاَ يَرْجِعُونَ (۱۸) أَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَاءِ فِيْهِ ظُلُمَاتٌ وَرَعْدٌ وَبَرْقٌ

گونگے ہیں اندھے ہیں پس وہ نہیں لوٹ سکتے یا مانند بارش کے آسمان سے اس میں اندھیرے ہیں اور گرج اور بجلی ہے

گونگے اور اندھے ہیں۔ پس وہ واپس نہیں لوٹ سکتے۔(۱۸) یا (اُن کی مثال) جیسے بارش آسمان سے اترے جس میں اندھیرے اور کڑک اور بجلی بھی ہو

يَجْعَلُونَ أَصْابِعَهُمْ فِيْ آذَانِهِم مِّنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ واللّهُ مُحِيْطٌ بِالْكافِرِيْنَ (۱۹) يَكَادُ

وہ دے لیتے ہیں انگلیاں اپنی اپنے کانوں میں کڑک سے ڈر موت کے سے اور اللہ گھیرنے والا ہے کافروں کو قریب ہے

(اور) وہ اپنی انگلیوں کو اپنے کانوں میں ٹھونستے ہیں کڑک اور موت کے خوف سے اور اللہ تعالیٰ کفار کو (خوب) گھیرے میں لینے والا ہے۔(۱۹) (بہت) قریب ہے

الْبَرْقُ يَخْطَفُ أَبْصَارَهُمْ كُلَّمَا أَضَاء لَهُم مَّشَوْاْ فِيْهِ وَإِذَا أَظْلَمَ عَلَيْهِمْ

بجلی اُچک لے جائے آنکھیں ان کی جب کبھی روشنی ہوتی ہے ان کے لئے چلتے ہیں اس میں اور جب اندھیرا ہوتا ہے اوپر ان کے

کہ بجلی اُن کی آنکھوں کو سلب کر لے۔ (پھر) جب کبھی اُن پر روشنی ہو تو وہ اُس میں چل پڑتے ہیں اور جب اُن پر اندھیرا ہو

قَامُواْ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ وَأَبْصَارِهِمْ إِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ
کھڑے ہو جاتے ہیں اور اگر چاہتا اللہ البتہ لے جاتا کان ان کے اور آنکھیں ان کی بیشک اللہ اوپر ہر چیز کے قادر ہے
تو کھڑے ہو جائیں اور اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو اُن کی سماعت اور بصارت کو سلب کر لے (کیونکہ) بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔(۲۰)

مشکل الفاظ اور اُن کا مادہ

نمبر شمار	الفاظ	معانی	روٹ		گرائمر
۱.	يَّقُوْلُ	کہتا، کہتے ہیں	ق.و.ل	قولَ	فعل مضارع
۲.	اٰمَنَّا	ایمان لائے ہم	ا م.ن	أمَنَ	فعل ماضی
۳.	بِمُؤْمِنِنَ	ایمان لانے والے	ا م.ن	اَمَنَ	جمع اسم فاعل
۴.	يُخٰدِعُوْنَ	وہ دھوکا دیتے ہیں	خ.د.ع	خَدَعُ	فعل مضارع
۵.	اَنْفُسَهُمْ	جان، جانوں اپنی کو	ن.ف.س	نَفُسَ	اسم جمع
۶.	يَشْعُرُوْنَ	وہ شعور رکھتے	ش.ع.و.ر	شعور	فعل مضارع
۷.	قُلُوْبِهِمْ	دل، دلوں ان کے میں	ق.ل.ب	قَلَبَ	اسم جمع
۸.	فَزَادَهُمُ	پس زیادہ کر دی ان کی	ز.ا.د	زاد	فعل ماضی
۹.	يُكَذِبُوْنَ	وہ جھٹلاتے ہیں	ک.ذ.ب	كَذَبَ	فعل مضارع
۱۰.	تُفْسِدُوْا	تم فساد کرو	ف.س.د	فَسَدَ	فعل مضارع
۱۱.	مُصْلِحُوْنَ	اصلاح کرنے والے ہیں	ص.ل.ح	صَلَحَ	اسم جمع

۱۲.	اَلسُّفَهَآءُ	بیوقوف	س. ف. ی.ھ	سَفِأً	اسم جمع
۱۳.	يَعْلَمُوْنَ	وہ جانتے ہیں	ع.ل.م	عَمَلَ	فعل مضارع
۱۴.	لَقُوْا	ملتے ہیں	ل.ق.ی	لَقِیَ	فعل ماضی
۱۵.	خَلَوْا	اکیلا ہونا	خ.ل.و	خَلَوَ	فعل ماضی معروف
۱۶.	شَيٰطِيْنِهِمْ	شیطان، ابلیس	ش.ط.ن	شَطَنَ	اسم جامد، اسم جمع
۱۷.	مُسْتَهْزِءُوْنَ	مذاق اُڑاتے ہیں	ھ.ز.ی	هَذیَ	اسم فاعل
۱۸.	يَمُدُّهُمْ	کھینچنا	م.د.د	مَدَّدَ	فعل مضارع
۱۹.	طُغْيَانِهِمْ	سرکشی	ط.غ.ی	طَغٰی	اسم جامد
۲۰.	يَعْمَهُوْنَ	بہکتا	ع.م.ہ	عَمَهَ	فعل مضارع
۲۱.	اشْتَرَوُا	خریدا	ش.ر.و	شَرَوَ	فعل ماضی
۲۲.	الضَّلٰلَةَ	گمراہ، گمراہی	ض.ل.ل	ضَلَّلَ	اسم جامد
۲۳.	رَبِحَتْ	فائدہ	ر.ب.ح	رَبَّحَ	فعل ماضی
۲۴.	مُهْتَدِيْنَ	ہدایت	ھ.د.ی	هُدٰی	اسم مفعول
۲۵.	اسْتَوْقَدَ	جلانا	و.ق.د	وَقَدَ	فعل ماضی
۲۶.	بِنُوْرِهِمْ	نور	ن.و.ر	نَوَّرَ	اسم جامد
۲۷.	تَرَكَهُمْ	چھوڑنا	ت.ر.ک	تَرَكَ	فعل ماضی
۲۸.	ظُلُمٰتٍ	اندھیرا	ظ.ل.م	ظَلِمَ	جمع مؤنث سالم
۲۹.	يَرْجِعُوْنَ	لوٹنا	ر.ج.ع	رَجَعَ	فعل مضارع
۳۰.	كَصَيِّبٍ	بارش	ص.و.ب	صَوَبَ	اسم مصدر

۳۱.	يَجْعَلُوْنَ	کرنا	ج.ع.ل	جَعَلَ	فعل مضارع
۳۲.	اَصَابِعَهُمْ	انگلیاں	ص. ب. ع	صَبَحَ	اسم جامد، جمع
۳۳.	الصَّوَاعِقِ	کڑک	ص.ع.ق	صَعَقَ	جمع مکسر
۳۴.	حَذَرَ	ڈر	ح.ذ.ر	حَذَّرَ	اسمِ صفت
۳۵.	مُحِيْطٌ	گھیرنا	ح.و.ط	حَوَّطَ	اسم فاعل
۳۶.	يَخْطَفُ	اُچکنا	خ.ط.ف	خَطَّفَ	فعل مضارع
۳۷.	مَّشَوْا	چلنا	م.ش.ی	مَشِیَ	فعل ماضی
۳۸.	قَامُوْا	کھڑا ہونا	ق.و.م	قَوَمَ	فعل ماضی

سورۃ البقرہ

(رکوع نمبر 2)

اہم اکتشافات

☆ نفاق کی اقسام ☆ منافقین کی نشانیاں
☆ قرآن کی منافقین کے متعلق بیان کردہ دو مثالیں

سورۃ البقرہ (رکوع نمبر 2) سے متعلق اہم اکتشافات پر گفتگو

س ا۔ منافقین کی اہم انشانیاں کونسی ہیں، ان پر روشنی ڈالیں؟

دُنیا میں جب بھی کوئی انقلاب خواہ وہ مادی انقلاب ہو یا روحانی برپا ہوا۔اس کی مخالفت اور حمایت میں دو گروہ پیدا ہونے کے علاوہ ایک تیسرا گروہ بھی جو محض تماش بین، منافع خور، خاموش تماشائی ہوتا ہے پیدا ہوجایا کرتا ہے جس کی عادت ثانیہ یہ ہوتی ہے کہ انقلاب موافق اور مخالف گروپس جس سے اس کی غرض پوری ہوجائے اور اس کا ساتھ دیا جائے اور ایک گروہ کی بات کو دوسرے گروہ تک پہنچایا جائے اور اس طرح دونوں کی ہمدردیاں حاصل کی جائیں جب ایک گورہ کامیاب ہوجائے تو اس کی حمایت کا دم بھرت ہوئے اس سے نفع حاصل کیا جائے اور جب دوسرا کامیاب ہوجائے تو اس کا ساتھ دیا جائے۔ایسی صفات کے حامل لوگ کسی سے مخلص نہیں ہوتے بلکہ وہ اپنی غرض کے بندے ہوتے ہیں اور وہ جہاں سے پوری ہوجائے اس کے ساتھی بن جاتے ہیں۔ایسے لوگوں کے کردار کے متعلق قرآن کریم نے یوں واضح کیا ہے۔

مُّذبذبین بین ذلک لاالیٰ ھئولاء ولا الیٰ ھولآ (النساء۔قرآن)

''درمیان میں ڈگمگا رہے ہیں۔نہ ادھر کے ہیں نہ اُدھر کے''۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسے لوگوں کو ذولوجہین یعنی دو منہ والا قرار دیا ہے کیونکہ جب وہ ایک گروہ کے پاس جاتے ہیں تو اور منہ لے کر جاتے ہیں جب ان کا سامنا دوسرے گروہ سے ہوتا ہے تو دوسرا منہ لے کر اُن کے پاس جاتے ہیں۔الغرض دوغلا پن ان کی سرشت میں داخل ہوتا ہے۔

داعی انقلاب اسلامی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ منورہ میں جب اسلامی ریاست کی بنیاد رکھی تو کچھ نے تو آپ کی مخالفت کی جو کفار کہلاتے اور کچھ نے کھل کر دل وجان سے ساتھ دیا جن کو اللہ تعالیٰ نے مومن خالص ہونے کا رتبہ عطا فرمایا اور تیسرا گروہ ایسا پیدا ہوگا ی جو اسلام کے عروج کو دیکھ کر دب سا گیا۔اندر سے کفر اختیار کئے رکھا اور بظاہر اسلام کے نام لیوا ہونے کا روپ دھار لیا۔لیکن جب آزمائش کا وقت آیا تو مختلف حیلوں اور بہانوں سے کھل کر ساتھ دینے

سے احتراز کیا۔ایسے لوگ جو زمانہ امن وخوشحالی میں ساتھ رہیں اور بوقت آزمائش الگ ہو جائیں فی الحقیقت کفار سے بھی زیادہ خطرناک ثابت ہوتے ہیں۔

نفاق کی اقسام

۱۔ حقیقی یا اعتقادی نفاق ۲۔ عملی یا مجازی نفاق

۱۔ حقیقی یا اعتقادی نفاق

جس میں ایمان سرے سے ہوتا ہی نہیں اس کی سزا دائمی دوزخ ہے اور وہ جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں رہیں گے۔فرمان خداوندی ہے:

ان المنافقین فی الدرک الاسفل من النار.

۲۔ مجازی نفاق

جو تذبذب کا شکار ہوتا ہے اس میں ایمان کے تقاضے پورے کرنے کی ہمت نہیں ہوتی اور وہ گناہوں کا ارتکاب کرنے پر دلیر ہوتا اور اسلام کے لئے قربانی وایثار سے گریز کرتا ہے۔

منافق کی نشانیاں:

منافق کی نشانیاں مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ صرف زبانی دعویٰ اسلام ۲۔ اپنی روش پر بزعم خود شاداں
۳۔ ایمان لانے والوں کو احمق سمجھنا ۴۔ ہر گروہ کی مخبری
۵۔ اپنی اغراض کے غلام ۶۔ اپنے آپ کو کامیاب سمجھنا
۷۔ اخلاقی پستی ۸۔ فساد فی الارض

۱۔ صرف زبانی دعویٰ اسلام

یہ لوگ مسلمانوں کے پاس آکر زبانی دعویٰ تو کرتے ہیں ہم توحید ورسالت اور آخرت پر ایمان رکھتے ہیں حالانکہ ایمان ان کے دلوں میں اترا ہوا نہیں ہوتا۔اُن کے دل ایمان سے خالی ہوتے ہیں۔اللہ تعالیٰ کے نزدیک اصل مومن اور مسلمان تو وہ ہے جو توحید ورسالت کے زبانی اقرار کے ساتھ ساتھ دل سے بھی اس کی تصدیق کرے اور اس کے قول وفعل بھی اس بات کی گواہی دے کہ وہ مسلمان ہے اور جب اس کے ایمان کی پرکھ کا وقت آئے تو امتحان میں وہ پورا اُترے لیکن منافق کے ہاں سوائے دعویٰ اسلام کے اوع کوئی ایمان نامی شے نہیں ہوتی۔منافق مدینہ کے

زبانی دعوؤں کی قلعی بار بار کھلتی رہی کبھی کفار مدینہ کے کہنے پر دبک کر بیٹھ گئے کبھی غزوہ اُحد میں معرکہ کارزار میں پہنچنے سے پہلے واپس لوٹ آئے۔

۲۔ اپنی روش پر بزعم خود شاداں

اپنی منافقانہ روش پر ایسے لوگ بزعم خود خوش رہتے ہیں اور انہیں ہمیشہ یہ خیال رہتا ہے کہ وہ ہر دو رفریق مسلمانوں اور کفار کو بڑی کامیابی سے دھوکہ میں رکھ رہے ہیں اور اُن کی اس چالاکی کا کسی کو علم نہیں ہے۔ حالانکہ وہ اپنے آپ کو دھوکہ دے رہے ہوتے ہیں کیونکہ ان کی یہ مکاری اور چالاکی آخر کب تک کامیاب ہوسکتی ہے۔آخر ایک دن منافقت کی اس ہنڈیا نے عین چوراہے پر پھوٹنا ہوتا ہے اور جب ایسے حالات پیدا ہو جائیں تو پھر فریق اُن کے تمام حساب چکا کر رکھ دیتا ہے۔اسی بات کو رب العزت نے یوں فرمایا کہ:

''یہ دھوکا دینا چاہتے ہیں اللہ تعالیٰ کو اور اُن کو جو لوگ ایمان لائے حالانکہ یہ خود اپنے آپ ہی کو دھوکا دے رہے ہیں اور اس کا احساس نہیں کر رہے ہیں''۔(القرآن)

۳۔ ایمان لانے والوں کو احمق سمجھنا

منافقین کی دیگر نشانیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ کسی بھی تحریک خواہ اسلامی ہو یا غیر اسلامی کا کھل کر ساتھ دینے والوں کو وہ احمق سمجھتے ہیں۔ان کا ہمیشہ یہ خیال رہا ہے کہ کسی کے ساتھ مخلصانہ رویہ نہ اپنایا جائے جہاں سے نفع حاصل ہو اس کے گن گائے جائیں۔ جہاں سے نقصان کا احتمال ہو اس طرف کا رُخ اختیار نہ کیا جائے اور جو لوگ ایسا نہیں کرتے بلکہ اس کے برعکس رویہ اختیار کرتے ہیں تحریکوں کی کامیابی کے لئے زندگیاں لگا دیتے ہیں مال وجان داؤ پر لگا دیتے ہیں ایسے لوگ عقل مند نہیں ہوتے۔یہی خیال منافقین مدینہ کا بھی تھا وہ مخلص ترین صحابہ اور جاںنثارانِ رسول کے متعلق ہی کہتے کہ اُنہوں نے اللہ تعالیٰ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت میں اپنا گھر بار چھوڑ کر اپنے رشتہ داروں سے تعلق توڑ کر عقل مندی کا ثبوت نہیں دیا۔ان کے ان خیالات کا جواب اللہ رب العزت نے یوں دیا ہے کہ:

''اور جب اُن سے کہا جاتا ہے اس طرح ایمان لاؤ جس طرح لوگ ایمان لائے تو کہتے ہیں کہ کیا ہم اُسی طرح ایمان لائیں جس طرح بے وقوف ایمان لائے ہیں؟ آگاہ رہو کہ بے وقوف یہی لوگ ہیں لیکن یہ نہیں جانتے ہیں''۔(البقرہ۔قرآن)

لیکن ایسے منافقین کی آنکھ اُس وقت کھلتی ہے جب دُنیا اخلاص کی قدر کرتی اور مخلص لوگوں کواُن کے اخلاص کا بدلہ ملتا ہے۔ایسے وقت میں ان لوگوں کا مقدر سوائے پشیمانیوں کے اور کچھ نہیں ہوتا۔

۴۔ ہر گروہ کی مخبری

ایسے لوگوں کا مرغوب مشغلہ یہ ہوتا ہے کہ انقلاب موافق اور مخالف ہر دو گروہ کی مخبری دوسرے گروہ کی کمزوریاں اور خامیاں اُن پر واضح کرتے ہیں اور جب دوسرے گروہ کے پاس جاتے ہیں تو اس کے ساتھ اپنے اخلاص کا اظہار کرتے ہوئے پہلے گروہ کی کمزوریاں اور خامیاں اُن پر عیاں کرتے ہیں۔اس طرح وہ گروہ سے علیحدہ علیحدہ اخلاص کا اظہار کر کے یہ اپنا اُلو سیدھا رکھنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن یہ کردار دیر تک نہیں چلتا۔اللہ رب العزت نے ان کے اس کردار کو قرآن میں یوں بیان فرمایا ہے۔

''اور جب ایمان والوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے اور جب اپنے شیطانوں کی مجلس میں پہنچتے ہیں تو کہتے ہیں ہم تو آپ کے ساتھ ہیں ہم تو اُن لوگوں سے محض مذاق کرتے ہیں''۔(سورۃ بقرۃ)

مگر جب ان گریبان کے سانپوں کی اصلیت کا پول لوگوں پر کُھلتا ہے تو پھر جو اُن کا حشر ہوتا ہے وہ بھی دیدنی ہوتا ہے۔

۵۔ اپنی اغراض کے غلام

منافقین کی سرشت میں خودغرضی کوٹ کوٹ کر بھری ہوتی ہے ان کے دل ایمان کی دولت سے خالی ہوتے ہیں۔وہ محض دینوی منفعت کے لئے ایمانی دعویٰ کرتے ہیں کبھی جاسوسی کے لئے اور کبھی ذاتی وجاہت واقتدار کی خاطر ایسی روش اختیار کئے ہوئے ہوتے ہیں ا۔اُن کے دل میں نہ خدا کا خوف ہوتا ہے، نہ آخرت میں جوابدہی کا احساس ان کا مطمع نظر محض جاہ و دولت کا حصول ہوتا ہے۔ خواہ وہ جہاں سے بھی اور جس طرح سے بھی ملے۔اس کے لئے خود فروشی کرنا پڑے یا ضمیر فروشی اُن کے سب جائز ہے۔

٦۔ اپنے آپ کو کامیاب سمجھتے ہیں

منافقین اپنی ذاتی منفعت کے لئے اپنی اغراض کے حصول کی خاطر جو چالیں چلتے ہیں ان کے خیال میں دیگر لوگوں کو بزعم خور اُلو بنا رہے ہوتے ہیں اور ان کا خیال ہوتا ہے کہ لوگ اُن کی

ان حرکتوں سے بے خبر ہیں حالانکہ بودی چالوں سے جو چند دن انہیں کامیابی ہوتی ہے اس کو وہ دائمی سمجھتے ہوئے خوش ہوتے رہتے ہیں جب کہ اُن کی یہ منافقت دیر تک قائم نہیں رہ سکتی۔ ایک وقت آتا ہے اُن کا اعتماد اُٹھ جاتا ہے۔ اِن کی یہ ساکھ ختم ہو جاتی ہے اور دُنیا میں ذلت، ندامت ان کا مقدر ہو کر رہتی ہے۔

۷۔ اخلاقی پستی

دُنیا میں کسی قوم یا فرد کی برتری اس کی ملوں کی بہتات اور زرعی زمینوں کی کثرت سے نہیں ہوتی بلکہ اس اخلاق و کردار ہی جو اُسے دیگر اقوام سے ممیّز کرتا ہے اور اس کی شان کو دوبالا کرتا ہے لیکن اگر اس کی اخلاقی ساکھ ہی باقی نہ رہے تو قوم یا فرد معاشرے میں جھوٹا، دغا باز نا قابلِ اعتماد ٹھہرتا ہے اور منافقین میں یہ علامتیں بدرجہ اتم پائی جاتی ہیں۔ وعدہ خلافی، امانت میں خیانت، بات بات پر قسمیں اُٹھا کر اعتماد دلانا، چھوٹی چھوٹی باتوں پر جھگڑنا اور گالیوں پر اُتر آنا ان کی عادت ثانیہ ہوتی ہے۔ انہیں علامتوں کی بناء پر لوگ اُن پر اعتماد نہیں کرتے، ان کو دوست نہیں رکھتے۔ اُن کو قابلِ بھروسہ اور مخلص نہیں سمجھتے۔ الغرض ایک شخص کا دوغلا پن کسی کے ساتھ مخلص نہ ہونا ہی اس کی بداخلاقی اور اخلاقی پستی کی بہت بڑی دلیل ہے۔

۸۔ فسادفی الارض

منافقین کے اس کردار کی بنا پر کہ جب وہ ایک گروہ یا فرد کے پاس جا کر اس کی خیر خواہی اور دوسرے گروہ یا فرد کی بدخواہی اور مخبری کرتے ہیں تا کہ وہ اس گروہ سے مخلص ہونے کے دعوے کا کچھ انعام حاصل کریں اور اُس کو دوسرے گروہ کے خلاف بھڑکا سکیں۔ یہی وطیرہ وہ موخر الذکر سے اپناتے ہیں تا کہ اس کو اول الذکر کے خلاف بھڑکا کر اپنی منفعت حاصل کر سکیں۔ اس طرح اُن دونوں گروپوں کو آپس میں لڑا کر یہ اپنا اُلو سیدھا رکھتے ہیں جب کہ دونوں گروہ آپس میں لڑتے رہتے ہیں۔ لیکن ان کی یہ حرکت بھی دیر تک نہیں چل سکتی۔

اللہ رب العزت نے ان کے اس کردار کو کچھ اُجاگر کیا فرمایا ہے:

''اور جب انہیں کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد نہ پیدا کرو تو جواب دیتے ہیں کہ ہم تو اصلاح کرنے والے لوگ ہیں۔ آگاہ رہو کہ یہی لوگ فساد برپا کرنے والے ہیں لیکن یہ محسوس نہیں کر رہے''۔ (البقرہ)

س۲۔ سورۃ البقرہ میں منافقین کی بیان کردہ دو مثالوں کی وضاحت بیان کریں؟

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے زمانہ میں دو قسم کے منافق تھے، ایک وہ جو اسلام کے دل سے پکے دشمن تھے، مگر زبان سے مسلمانوں کے ہمدرد، دوست ہونے کا دعویٰ کرتے تھے۔ دوسرے وہ تھے جو طبیعت کے کمزور تھے اور نہ ہی پکے اسلام کے حامی تھے اور وہی مخالف جس طرف اپنا فائدہ دیکھتے، اُسی طرف ہو جاتے۔ سورۃ البقرہ میں ان دونوں قسم کے منافقوں کی مثالیں دی ہیں۔

پہلی قسم کے منافقین کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص نے اندھیری رات میں آگ جلائی۔ اس کی روشنی سے اردگرد کی تمام چیزیں روشن ہوگئیں اور وہ اس قابل ہو گیا کہ نقصان پہنچانے والی اور نفع پہنچانے والی چیزوں کو پہچان سکے۔ مگر اچانک اللہ تعالیٰ نے اس کی آنکھوں کی روشنی چھین لی اور اب اسے کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ روشنی کے باوجود اندھوں کی طرح ٹامک ٹوئیاں مار رہا ہے۔ یعنی کہ منافقین پہلے کفر کی تاریکی میں پڑے ہوئے تھے۔ اچھائی برائی، نیکی بدی کے بارے میں کوئی فرق نہیں محسوس کرتے تھے۔ پھر اسلام کی شمع روشن ہوئی اور اس سے وہ فائدہ اٹھانے لگے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ مسلمانوں کو دھوکہ دینے لگے۔ لیکن کچھ عرصہ بعد وہ اس قابل نہ رہے کہ مسلمانوں کو دھوکہ دے سکیں۔ کچھ منافق از خود حق کو ٹھکرا کر باطل کی طرف جھک گئے۔ کچھ اپنی غرض کی وجہ سے اس روشنی سے فائدہ اٹھانے سے محروم ہو گئے۔ ان تینوں صورتوں میں ان کے لئے اسلام کی روشنی بیکار ہوگئی اور ہر طرف اندھیرا چھا گیا، جیسا کہ وہ صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْيٌ ہو گئے ہوں۔ یعنی کہ وہ ظاہری طور پر بہرے، گونگے اور اندھے نہیں تھے، مگر وہ کان رکھنے کے باوجود اسلام کی حق باتیں سنتے اور ٹال دیتے اور سنی بات کو اَن سنی کر دیتے۔ گویا وہ بہرے ہیں، کچھ سنتے ہی نہیں۔ اسی طرح وہ آنکھیں رکھنے کے باوجود اندھے ہیں۔ وہ آنکھیں تو رکھتے ہیں لیکن اللہ کی نشانیاں دیکھ کر قبول نہیں کرتے۔ اسی طرح وہ زبان رکھنے کے باوجود سچی باتیں پوچھنے سے گریز کرتے اور حق کی بات کا اقرار نہ کرتے۔ گویا وہ گونگے ہیں، زبان نہیں رکھتے۔

اس مثال میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ منافق لوگ اسلام کی روشنی ظاہر ہو جانے کے باوجود کفر کے اندھیروں میں پڑے رہے۔ دنیاوی فائدوں، ذاتی غرضوں، نفسانی خواہشوں کی پیروی میں انہوں نے اچھے اور بُرے میں تمیز نہ کی۔ کفر اُن پر غالب آ گیا۔ وہ اسلام کی روشنی سے محروم ہو گئے۔ اللہ نے ان کی بداعمالیوں کی وجہ سے روشنی کو سلب کر لیا اور وہ اندھیرے میں بھٹکنے

لگے۔نیکی اور بدی کی تمیز اُٹھ جانے کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ وہ حق کی آواز سننے کے قابل نہ رہے۔ان کی زبانیں گونگی ہوگئیں کہ وہ کسی سے راہِ حق دریافت نہ کرسکتے۔ان کی آنکھیں اندھی ہوگئیں کہ اسلام کی روشنی انہیں نظر نہ آتی اور اللہ کی نشانیاں ان پر کوئی اثر نہ کرتیں۔

منافقوں کی دوسری مثال میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ یہ وہ لوگ تھے جو اپنی طبیعت کی کمزوری کی وجہ سے نہ تو پوری طرح اسلام میں داخل ہوتے تھے اور نہ اسے چھوڑتے تھے۔بس وہ شک و شبہ میں رہتے تھے۔ان کی مثال زوردار بارش سے دی گئی ہے۔اس میں بیشمار فائدے ہیں۔مردہ زمین زندہ ہوتی ہے،کھیتیاں لہلہانے لگتی ہیں،ندی نالے بہنے لگتے ہیں،لیکن ساتھ ہی دل کو لرزانے والی بادلوں کی کڑک اور آنکھوں کو چندھیانے والی بجلی کی چمک بھی ہوتی ہے،گھٹا ٹوپ اندھیرا بھی چھا جاتا ہے۔لیکن ان باتوں کے باوجود کوئی بارش کا دشمن نہیں ہوتا۔اسی طرح اسلام بھی ان پر سراسر رحمت بن کر آیا،لیکن اُس میں نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، جہاد اور احکامِ خداوندی کی دوسری پابندیاں اور دشواریاں بھی ہیں۔منافق ان پابندیوں سے بدکتے ہیں اور جی کتراتے ہیں۔منافق جب اسلام کے فائدے دیکھتے تو اس کی طرف دوڑتے،مگر جب قربانی کا وقت آتا تو پیچھے ہٹ جاتے۔جس طرح بارش میں گرج، چمک اور کڑک سب کچھ ہوتا ہے،اسی طرح اسلام میں آزمائش کے طور پر محنت،سختی،غربت اور تکلیف سب ہی کچھ ہوسکتا ہے،جس سے ہمیں گھبرانا نہیں چاہیئے۔

پس منافق وہ لوگ تھے جو اندرونی طور پر اسلام کے بڑے دشمن تھے لیکن ظاہری طور پر وہ اس کا دَم بھرتے تھے اور مسلمانوں کے حمایتی ہونے کا دعویٰ کرتے تھے۔دوسری قسم کے منافق طبیعت کے کمزور، بزدل، پست ہمت تھے۔وہ جس مجلس میں جاتے تھے اُس کا اثر قبول کرلیتے تھے۔ان کی شان اور فتح مندی دیکھتے تو مرغوب ہوکر اسلام میں داخل ہوجاتے تھے،لیکن جب آزمائش اور امتحان سے واسطہ پڑتا تو پھر کفر کی طرف لوٹ جاتے تھے۔وہ مشقت اور موت سے ڈرتے تھے۔

سورۃ البقرہ

(رکوع نمبر 3)

سورۃ البقرہ (رکوع نمبر 3) کا متن بمعہ لفظی و با محاورہ ترجمہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتی / کرتا ہوں ساتھ نام اللہ کے جو رحم کرنے والا نہایت مہربان ہے۔

يَـا أَيُّهَـا النَّـاسُ اعْبُدُواْ رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ (۲۱)
اے لوگو! عبادت کرو رب اپنے کی جس نے پیدا کیا تم کو اور ان لوگوں کو جو تم سے پہلے تھے تاکہ تم بچو
اے لوگو! اپنے پروردگار کی عبادت کرو جس نے تم کو پیدا کیا اور اُن لوگوں کو پیدا کیا جو تم سے پہلے تھے تاکہ تم متقی (پرہیزگار) بن جاؤ۔(۲۱)
الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الأَرْضَ فِرَاشاً وَالسَّمَاء بِنَاء وَأَنزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاء فَأَخْرَجَ بِهِ مِنَ الثَّمَرَاتِ
وہ ذات جس نے بنایا تمہارے لیے زمین کو فرش اور آسمان کو چھت اور اس نے نازل کیا آسمان سے پانی پس نکالا ساتھ اس کے پھلوں سے
وہ جس نے تمہارے لیے زمین کو بچھونا اور آسمان کو چھت بنایا۔ اور آسمان سے پانی (بارش) اتارا پھر اُس (پانی) کی مدد سے تمہارے لیے پھلوں میں سے
رِزْقاً لَّكُمْ فَلاَ تَجْعَلُواْ لِلّهِ أَندَاداً وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ (۲۲) وَإِن كُنتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا
رزق تمہارے لیے پس نہ تم مقرر کرو اللہ کے لیے شریک اور تم تم جانتے ہو اور اگر ہو تم بیچ شک کے اس میں سے جو
رزق ظاہر کیا لہٰذا تم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہراؤ اور تم (یقیناً) جانتے (بھی) ہو۔(۲۲) اور اگر تمہیں اس نازل شدہ (قرآن) کے بارے میں شک ہے جو
نَزَّلْنَا عَلَى عَبْدِنَا فَأْتُواْ بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ وَادْعُواْ شُهَدَاءكُم مِّن دُونِ اللّهِ
نازل کیا ہم نے اوپر بندے اپنے کے پس لے آؤ ایک سورۃ مانند اس کی اور پکارو گواہوں اپنوں کو سوائے اللہ کے
ہم نے اپنے بندے پر نازل کیا تو پھر تم اس قرآن جیسی ایک سورت (ہی) لے آؤ۔ اور اپنے ساتھیوں کو بھی بلا لو سوائے اللہ کی ذات کے
إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ (۲۳) فَإِن لَّمْ تَفْعَلُواْ وَلَن تَفْعَلُواْ فَاتَّقُواْ النَّارَ الَّتِي وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ
اگر ہو تم سچے پس اگر نہ تم کرو اور ہرگز نہ تم کرو گے پس ڈرو آگ سے وہ جو ایندھن اس کا لوگ اور پتھر ہیں
اگر تم (اس موقف میں) سچے ہو۔(۲۳) پھر اگر تم ایسا نہ کر سکو اور تم ہرگز ایسا نہ کر سکو گے اور پھر اس آگ سے ڈرو جس میں انسانوں اور پتھروں کو بطور ایندھن ڈال دیا جائے
أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ (۲۴) وَبَشِّرِ الَّذِين آمَنُواْ وَعَمِلُواْ الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ
تیار کی گئی کافروں کے لیے اور خوشخبری دیاں لوگوں کو جو ایمان لائے اور عمل کیے نیک یہ کہ ان کے لیے باغات ہیں
گا۔ جس کو انکار کرنے والوں کے لیے تیار کر دیا گیا ہے۔(۲۴) اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے اُن کو خوشخبری سنا دو کہ اُن کے لیے (نعمت کے) باغ ہیں
تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الأَنْهَارُ كُلَّمَا رُزِقُواْ مِنْهَا مِن ثَمَرَةٍ رِّزْقاً قَالُواْ هَذَا الَّذِي

بہتی ہیں ان کے نیچے سے نہریں جب کبھی رزق دیے جائیں گے ان میں سے پھلوں سے رزق کہیں گے یہ وہ چیز ہے

جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں جب اُنہیں اُن میں سے کسی قسم کا میوہ کھانے کو دیا جائے گا تو کہیں گے یہ تو وہی ہے

مِن قَبْلُ وَأُتُواْ بِهِ مُتَشَابِهاً وَلَهُمْ فِيهَا أَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ

رزق دیے گئے تھے ہم پہلے اس سے اور لائے جائیں گے ساتھ اس کے ملتے جلتے اور ان کے لیے اس میں بیویاں ہیں پاکیزہ

جو ہم کو پہلے دیا گیا تھا۔ اور اُن کو ایک دوسرے کے ہم شکل میوے دیے جائیں گے اور وہاں اُن کے لیے پاک بیویاں ہوں گی

وَهُمْ فِيهَا خَالِدُونَ (۲۵) إِنَّ اللَّهَ لاَ يَسْتَحْيِي أَن يَضْرِبَ مَثَلاً مَّا بَعُوضَةً فَمَا فَوْقَهَا

اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے بیشک اللہ نہیں وہ شرماتا یہ کہ وہ بیان کرے کوئی مثال جو مچھر کی ہے پس جو اوپر اس کے ہے

اور وہ بہشتوں میں ہمیشہ رہیں گے۔(۲۵) اللہ اِس بات سے عار نہیں کرتا کہ مچھر یا اُس سے بڑھ کر کسی چیز (مثلاً مکھی، مکڑی وغیرہ) کی مثال بیان فرمائے۔

فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُواْ فَيَعْلَمُونَ أَنَّهُ الْحَقُّ مِن رَّبِّهِمْ وَأَمَّا الَّذِينَ كَفَرُواْ

پس رہے وہ لوگ جو ایمان لائے پس وہ جانتے ہیں یہ کہ وہ حق ہے ان کے رب کی طرف سے اور رہے وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا

جو مومن ہیں وہ یقین کرتے ہیں کہ وہ اُن کے پروردگار کی طرف سے سچ ہے اور جو کافر ہیں وہ کہتے ہیں

فَيَقُولُونَ مَاذَا أَرَادَ اللَّهُ بِهَـذَا مَثَلاً يُضِلُّ بِهِ كَثِيراً وَيَهْدِي بِهِ كَثِيراً وَمَا

پس وہ کہتے ہیں کیا ارادہ کیا اللہ نے ساتھ اس مثال کے وہ گمراہ کرتا ہے اس سے بہت سوں کو اور وہ راہ دکھاتا ہے ساتھ اس کے بہتوں کو اور نہیں

کہ اس مثال سے اللہ کی مُراد ہی کیا ہے اِس سے اللہ بہتوں کو گمراہ کرتا ہے اور بہتوں کو ہدایت بخشتا ہے اور

يُضِلُّ بِهِ إِلاَّ الْفَاسِقِينَ (۲۶) الَّذِينَ يَنقُضُونَ عَهْدَ اللَّهِ مِن بَعْدِ مِيثَاقِهِ وَيَقْطَعُونَ مَا

وہ گمراہ کرتا ساتھ اس کے مگر نافرمانوں کو جو لوگ توڑتے ہیں عہد اللہ کا بعد اس کی مضبوطی کے اور وہ کاٹتے ہیں جو

گمراہ بھی کرتا ہے تو نافرمانوں ہی کو۔(۲۶) جو اللہ کے اِقرار کو مضبوط کرنے کے بعد توڑ دیتے ہیں اور جس چیز (یعنی رشتۂ قرابت) کے جوڑے رکھنے کا

أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَن يُوصَلَ وَيُفْسِدُونَ فِي الأَرْضِ أُولَـئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ (۲۷) كَيْفَ

حکم دیا اللہ نے اس کا یہ کہ ملایا جائے اور وہ فساد کرتے ہیں زمین میں یہ لوگ وہی نقصان پانے والے ہیں کیسے

اللہ نے حکم دیا ہے اُس کو قطع کیے ڈالتے ہیں اور زمین میں خرابی کرتے ہیں یہی لوگ نقصان اُٹھانے والے ہیں۔(۲۷)

تَكْفُرُونَ بِاللَّهِ وَكُنتُمْ أَمْوَاتاً فَأَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ ثُمَّ إِلَيْهِ

تم انکار کرتے ہو اللہ کا اور تم تھے مردہ پس زندہ کیا تم کو پھر وہ مارے گا تم کو پھر وہ زندہ کرے گا تم کو پھر طرف اس کی

(کافرو!) تم اللہ سے کیونکر منکر ہو سکتے ہو جس حال میں کہ تم بے جان تھے تو اُس نے تم کو جان بخشی پھر وہی تم کو مارتا ہے پھر وہی تم کو زندہ کرے گا پھر تم اُسی کی طرف

تُرْجَعُونَ (۲۸) هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُم مَّا فِي الأَرْضِ جَمِيعاً ثُمَّ اسْتَوَى إِلَى

تم لوٹ کر جاؤ گے وہ ذات پاک جس نے پیدا کیا تمہارے لیے جو کچھ بیچ زمین کے ہے سب کا سب پھر قصد کیا طرف

لوٹ کر جاؤ گے۔(۲۸) وہ ہی تو ہے جس نے سب چیزیں جو زمین میں ہیں تمہارے لیے پیدا کیں پھر آسمان کی طرف متوجہ ہوا۔

السَّمَاء فَسَوَّاهُنَّ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ (۲۹)

آسمان	کی	پس	درست	کیا	ان	کو	سات	آسمان	اور	وہ	ہر	چیز	کو	جاننے	والا	ہے			
تو	اُن	کو	ٹھیک	سات	آسمان	بنا	دیا	اور	وہ	ہر	چیز	سے	خبردار	ہے۔(۲۹)					

مشکل الفاظ اور اُن کا مادہ

نمبر شمار	الفاظ	معانی	روٹ		گرائمر
۱.	يَّقُوْلُ	کہتا، کہتے ہیں	ق.و.ل	قولَ	فعل مضارع
۲.	اٰمَنَّا	ایمان لائے ہم	ا م.ن	أمَنَ	فعل ماضی
۳.	بِمُؤْمِنِنَ	ایمان لانے والے	ا م.ن	اَمَنَ	جمع اسم فاعل
۴.	يُخٰدِعُوْنَ	وہ دھوکا دیتے ہیں	خ.د.ع	خَدَعٌ	فعل مضارع
۵.	اَنْفُسَهُمْ	جان، جانوں اپنی کو	ن.ف.س	نَفُسَ	اسم جمع
۶.	يَشْعُرُوْنَ	وہ شعور رکھتے	ش.ع.و.ر	شعور	فعل مضارع
۷.	قُلُوْبِهِمْ	دل، دلوں ان کے میں	ق.ل.ب	قَلَبَ	اسم جمع
۸.	فَزَادَهُمُ	پس زیادہ کر دی ان کی	ز.ا.د	زاد	فعل ماضی
۹.	يُكَذِبُوْنَ	وہ جھٹلاتے ہیں	ک.ذ.ب	كَذْبَ	فعل مضارع
۱۰.	تُفْسِدُوْا	تم فساد کرو	ف.س.د	فَسَدَ	فعل مضارع
۱۱.	مُصْلِحُوْنَ	اصلاح کرنے والے ہیں	ص.ل.ح	صَلَحَ	اسم جمع

۱۲.	اَلسُّفَهَآءُ	بیوقوف	س. ف. ی.ھ	سَفِأَ	اسم جمع
۱۳.	یَعْلَمُوْنَ	وہ جانتے ہیں	ع.ل.م	عَمِلَ	فعل مضارع
۱۴.	لَقُوْا	ملتے ہیں	ل.ق.ی	لَقِیَ	فعل ماضی
۱۵.	خَلَوْا	اکیلا ہونا	خ.ل.و	خَلَوَ	فعل ماضی معروف
۱۶.	شَیٰطِیْنِهِمْ	شیطان، ابلیس	ش.ط.ن	شَطَنَ	اسم جامد، اسم جمع
۱۷.	مُسْتَهْزِءُوْنَ	مذاق اُڑاتے ہیں	ھ.ز.ی	هَذَیَ	اسم فاعل
۱۸.	یَمُدُّهُمْ	کھینچنا	م.د.د	مَدَّدَ	فعل مضارع
۱۹.	طُغْیَانِهِمْ	سرکشی	ط.غ.ی	طَغٰی	اسم جامد
۲۰.	یَعْمَهُوْنَ	بہکتا	ع.م.ہ	عَمَهَ	فعل مضارع
۲۱.	اشْتَرَوُا	خریدا	ش.ر.و	شَرَوَ	فعل ماضی
۲۲.	الضَّلٰلَةَ	گمراہ، گمراہی	ض.ل.ل	ضَلَّلَ	اسم جامد
۲۳.	رَبِحَتْ	فائدہ	ر.ب.ح	رَبَّحَ	فعل ماضی
۲۴.	مُهْتَدِیْنَ	ہدایت	ھ.د.ی	هُدٰی	اسم مفعول
۲۵.	اسْتَوْقَدَ	جلانا	و.ق.د	وَقَدَ	فعل ماضی
۲۶.	بِنُوْرِهِمْ	نور	ن.و.ر	نَوَّرَ	اسم جامد
۲۷.	تَرَکَهُمْ	چھوڑنا	ت.ر.ک	تَرَکَ	فعل ماضی
۲۸.	ظُلُمٰتٍ	اندھیرا	ظ.ل.م	ظَلِمَ	جمع مؤنث سالم
۲۹.	یَرْجِعُوْنَ	لوٹنا	ر.ج.ع	رَجَعَ	فعل مضارع
۳۰.	کَصَیِّبٍ	بارش	ص.و.ب	صَوَبَ	اسم مصدر

۳۱.	يَجْعَلُوْنَ	کرنا	ج.ع.ل	جَعَلَ	فعل مضارع
۳۲.	اَصَابِعَهُمْ	انگلیاں	ص. ب. ع	صَبَحَ	اسم جامد، جمع
۳۳.	الصَّوَاعِقِ	کڑک	ص.ع.ق	صَعَقَ	جمع مکسر
۳۴.	حَذَرَ	ڈر	ح.ذ.ر	حَذَّرَ	اسمِ صفت
۳۵.	مُحِيْطٌ	گھیرنا	ح.و.ط	حَوَّطَ	اسم فاعل
۳۶.	يَخْطَفُ	اُچکنا	خ.ط.ف	خَطَّفَ	فعل مضارع
۳۷.	مَّشَوْا	چلنا	م.ش.ی	مَشِیَ	فعل ماضی
۳۸.	قَامُوْا	کھڑاہونا	ق.و.م	قَوَمَ	فعل ماضی

سورۃ البقرہ

(رکوع نمبر 3)

اہم اکتشافات

☆ خالقِ کائنات کا چیلنج

☆ قاریٔ قرآن کا ہدایت یافتہ / گمراہ ہونے کا فلسفہ

سورۃ البقرہ (رکوع نمبر 3) سے متعلق اہم اکتشافات پر گفتگو

س ا۔ اس سورۃ میں اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کے بارے میں چیلنج کیا ہے، وہ چیلنج کیا تھا اور کن لوگوں کو چیلنج کیا اور وہ کیسے تمام ہوئے؟

اس سورۃ میں اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کے بارے میں منکر/کفار کو چیلنج کیا ہے، کیونکہ قرآن مجید اپنی صداقت کی خود دلیل ہے۔ کلام اللہ کا دعویٰ ہے اگر انکار کرنے والے منکر اسے خدا کا کلام نہیں سمجھتے تو اس جیسا کلام بنا کر پیش کریں۔ اگر قرآن مجید کسی انسان کا بنایا ہوا ہے یا نعوذ باللہ رسول کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اپنے دل سے گھڑ لیا ہے تو یقیناً وہ بھی ایسا کلام بنانے میں کامیاب ہوسکیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک جگہ فرمایا:

"تم قرآن جیسی دس سورتیں بنالاؤ۔"

دوسری جگہ فرمایا:

"اس جیسا قرآن لاکر دکھاؤ۔"

پھر فرمایا:

"اور نہیں تو کم از کم ایک سورت ہی بنا کر پیش کردو۔"

بے شک اپنے تمام ساتھیوں کو جمع کر کے کوشش کر کے دیکھ لو۔ شرط صرف ایک ہے کہ تمہارے کلام میں وہ تمام لفظی اور معنوی خوبیاں ہوں جو اللہ کے کلام میں موجود ہیں، اور تمہارا کلام انسانی زندگی پر ایسا ہی اثر کرنے والا ہو جیسے قرآن مجید کی سورتیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاکؐ کو یہ کلام دیا اور اس کے ذریعے یہی قوم دنیا کی پیشوا بن گئی۔ اسلام سے قبل عرب قوم دنیا کی دوسری قوموں سے اکثر باتوں میں پیچھے تھی۔ اخلاقی اعتبار سے وہ انسانیت کا جوہر کھو چکی تھی۔ معاشرتی اور معاشی زندگی میں عرب حد درجہ پست تھے۔ سیاسی شعور انہیں بالکل حاصل نہ تھا۔ وہ بہادر ضرور تھے لیکن جہالت نے انہیں ظالم بنا دیا تھا۔ لیکن یہی عرب اس کلام کے ذریعے اخلاق، روحانیت، معاشرت، معیشت، سیاست، حکومت، مذہب،

غرض زندگی کے ہر شعبے میں دنیا کی قوموں کے امام بن گئے۔ اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ میں کوئی فاضل اور ادیب بھی قرآن مجید کے اس چیلنج کو قبول نہ کر سکا۔ یہاں تک کہ وہ سورۃ فاتحہ کی سات آیتوں کا جواب بھی نہ لکھ سکے۔

اس کے بعد ساتھ ہی ساتھ یہ بھی بتایا گیا ہے کہ اگر تم اس کا مقابلہ نہ کر سکو گے بلکہ ہرگز نہ کر سکو گے تو یہ بات واضح ہو گی کہ یہ کلام اللہ تعالیٰ کا ہی ہے۔ وہ نبیؐ برحق پیغمبر ہیں۔ اب ان سب باتوں کو نہ ماننا جہنم کے عذاب کا باعث ہوگا۔ اس لیے تم کو اس سے بچنے کا بندوبست کرنا چاہیے کیونکہ جہنم کی آگ معمولی نہ ہوگی بلکہ ایسی آگ ہے جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہوں گے اور یہ آگ ان لوگوں کے لیے تیار کی گئی ہے جو اسلام کے احکام نبی کریمؐ کی نبوت، قرآن کے حق ہونے اور شرع کی سچائی کا انکار کرتے ہیں۔ پس کفر کی سزا دوزخ کو قرار دیا۔

ابن عباس فرماتے ہیں کہ ''ہر وہ شخص جو کفر پر ہو اُس کے لیے وہ آگ تیار ہے۔''

س۲۔ قرآن پاک کو پڑھنے والے ہی لوگ ہدایت پا جاتے ہیں اور ان کو پڑھنے والے ہی گمراہ ہو جاتے ہیں۔ ایسے کیوں ہوتا ہے اور کیسے؟

قرآن پاک کو پڑھنے والے ہی لوگ ہدایت پا جاتے ہیں اور ان کو پڑھنے والے ہی گمراہ ہو جاتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ لوگوں کو سمجھانے کے لیے طرح طرح کی مثالیں بیان کرتے ہیں۔ بعض لوگ ان مثالوں پر غور کرتے ہیں اور اس سے سبق حاصل کر کے ہدایت پا لیتے ہیں اور بعض ان میں تنقید و اعراض کرتے ہیں اور گمراہ ہو جاتے ہیں۔ ہدایت پانے والے وہ ایمان دار لوگ ہیں جو اپنی سوچنے اور دیکھنے کی طاقتوں سے صحیح کام لیتے ہیں۔

دنیا میں راہیں بے شمار ہیں مگر ان میں سیدھی راہ ایک ہی ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل بخشی اور سمجھ بوجھ عطا کی۔ صرف یہی نہیں بلکہ نبیوں اور رسولوں کے ذریعے راہِ ہدایت کے پیغام بھیجے۔ اس کے بعد انسان کو اختیار ہے کہ جو راہ چاہے اختیار کرے۔ اب اگر انسان اپنی اس آزادی سے ناجائز فائدہ اٹھا کر غلط راہ اختیار کرتا ہے تو وہ برائی میں پڑ جاتا ہے اور جب وہ اپنی مرضی سے گمراہی اختیار کر لیتا ہے تو اس برے راستے کے باقی سامان بھی مہیا ہو جاتے ہیں۔ جس طرح آگ میں ہاتھ ڈالنے سے ہاتھ جل جاتا ہے اُسی طرح جب کوئی آدمی غلط راہ اختیار کر لیتا

ہے تو اس راستے کی برائیاں اور بڑھتے ہی جاتی ہیں۔

کیونکہ ان کے دل بہت کمزور ہوتے ہیں، لوگوں کو سمجھنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے ان جانوروں کی مثالیں بیان فرمائی ہیں مثلاً کسی جگہ یہ کہ کافروں کے بت ایسے کمزور اور بے بس ہیں کہ ایک مکھی تک پیدا نہیں کر سکتے بلکہ اگر ان کے منہ پر مکھی، مچھر بیٹھ جائے تو اُڑا بھی نہیں سکتے۔ کسی جگہ یہ کہ کافروں کا دین مکڑی کے جالے کی طرح کمزور ہے۔ ایسی مثالیں سن کر بعض کافر کہنے لگے کہ مسلمانوں کا خدا بھی (نعوذ باللہ) عجیب باتیں کرتا ہے۔

پس ہدایت پانے والے اور ایمان دار لوگ اللہ تعالیٰ کے معبود ہونے اور آنحضرتؐ کے سچا ہونے پر پورا پورا یقین رکھتے ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے حکموں کو ماننا اور ان پر عمل کرنا اپنا سب سے بڑا فرض سمجھتے ہیں۔ وہ ان کی باتوں پر سچے دل سے ایمان لاتے ہیں۔ اس لیے اگر اللہ تعالیٰ کوئی مثال بیان فرمائے تو وہ کوشش کرتے ہیں کہ اس مثال کا اصلی مطلب سمجھ لیں۔ وہ اس چیز کی بالکل پرواہ نہیں کرتے کہ مثال بذاتِ خود کیسی ہے، معمولی ہے یا شاندار۔ اس میں کسی اعلیٰ چیز کا ذکر کیا گیا ہے یا گھٹیا۔ بلکہ مثال کا جو مطلب ہوتا ہے وہ فقط اس پر غور کرتے ہیں اور سبق حاصل کرتے ہیں۔

جبکہ گمراہ ہونے والے لوگ جو کافر لوگ ہیں، ان کے دل میں حق کی تلاش بالکل نہیں ہوتی۔ وہ صرف اسی ٹوہ میں لگے رہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے کلام میں کسی نہ کسی طرح کوئی عیب ڈھونڈیں یا خواہ مخواہ اس پر اعتراض کریں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ ان کے سمجھانے کے لیے کوئی مثال بیان فرماتا ہے تو وہ لوگ اس کے بجائے کہ اس مثال کا اصلی مطلب سمجھنے کی کوشش کریں، وہ اس پر بے تکے اعتراض کرنے شروع کر دیتے ہیں اور طنز کے طور پر ایمان داروں سے پوچھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا اس قسم کی مثال بیان کرنے سے مطلب کیا ہے؟

پس اللہ تعالیٰ نے اس بات کو واضح کر دیا ہے کہ گمراہی تو انہی پر آتی ہے جو خود گمراہ رہنا چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کسی پر گمراہی چسپاں نہیں کر دیتا بلکہ بار بار کی جانی بوجھی نافرمانیوں سے دل بجھ کر رہ جاتا ہے اور طبیعت میں حق کی طلب اور سچائی کی تلاش باقی نہیں رہتی۔ باطل اور جھوٹ جم جاتا ہے۔ گویا گمراہی ان کی نافرمانی اور مسلسل بدکاری کا نتیجہ ہوتی ہے۔

سورۃ البقرہ

(رکوع نمبر 4)

سورۃ البقرہ (رکوع نمبر 4) کا متن بمعہ لفظی و با محاورہ ترجمہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

شروع کرتی / کرتا ہوں ساتھ نام اللہ کے جو رحم کرنے والا نہایت مہربان ہے۔

وَاِذۡ قَالَ رَبُّکَ لِلۡمَلٰٓئِکَۃِ اِنِّیۡ جَاعِلٌ فِی الۡاَرۡضِ خَلِیۡفَۃً ط قَالُوۡٓا اَتَجۡعَلُ فِیۡہَا
اور جب کہا تیرے رب نے فرشتوں کے لیے بے شک میں بنانے والا ہوں زمین میں ایک نائب کہا انہوں نے کیا تو بنانے والا ہے اِس میں
اور جب تیرے پروردگار نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں زمین میں اپنا خلیفہ بنانے لگا ہوں۔ فرشتوں نے کہا کہ (اے اللہ!) تو اس زمین پر اُس کو بنائے گا
مَنۡ یُّفۡسِدُ فِیۡہَا وَیَسۡفِکُ الدِّمَآءَ ج وَنَحۡنُ نُسَبِّحُ بِحَمۡدِکَ وَنُقَدِّسُ لَکَ ط
جو کوئی فساد کرے اِس میں اور بہائے گا خون اور ہم تسبیح بیان کرتے ہیں ساتھ تعریف تیری کے اور پاکی بیان کرتے ہیں تیرے لیے
جو کہ اس میں فساد کرے گا اور (ناحق) خون بہائے گا؟ اور ہم تیری بہترین تسبیح، تعریف اور تقدیس بیان کرنے والے ہیں۔
قَالَ اِنِّیۡۤ اَعۡلَمُ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ (۳۰) وَعَلَّمَ اٰدَمَ الۡاَسۡمَآءَ کُلَّہَا ثُمَّ عَرَضَہُمۡ عَلَی الۡمَلٰٓئِکَۃِ لا فَقَالَ
کہا بے شک میں جانتا ہوں جو نہیں تم جانتے اور سکھائے آدمؑ کو نام سارے پھر سامنے لائے ان کو اوپر فرشتوں کے پس کہا
فرمایا (اللہ تعالیٰ نے) کہ بے شک میں وہ کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔ (۳۰) اور اُس نے آدمؑ کو تمام ناموں کا علم سکھا دیا۔ پھر اُس کو فرشتوں کے سامنے پیش کیا۔
اَنۡۢبِئُوۡنِیۡ بِاَسۡمَآءِ ہٰۤؤُلَآءِ اِنۡ کُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ (۳۱) قَالُوۡا سُبۡحٰنَکَ لَا عِلۡمَ لَنَاۤ اِلَّا مَا عَلَّمۡتَنَا ط
خبر دو مجھ کو ساتھ ناموں اُن کے اگر ہو تم سچے کہا انہوں نے پاک ہے تو نہیں علم واسطے ہمارے مگر جو سکھایا تو نے ہم کو
تو فرمایا کہ تم مجھے ان ناموں کی خبر دو، اگر تم (اپنے موقف میں) سچے ہو۔ (۳۱) انہوں (فرشتوں) نے کہا، (اے اللہ!) تو پاک ہے، ہمیں کچھ علم نہیں سوائے اس کے
اِنَّکَ اَنۡتَ الۡعَلِیۡمُ الۡحَکِیۡمُ (۳۲) قَالَ یٰۤاٰدَمُ اَنۡۢبِئۡہُمۡ بِاَسۡمَآئِہِمۡ ج فَلَمَّاۤ اَنۡۢبَاَہُمۡ بِاَسۡمَآئِہِمۡ لا
بے شک تو ہی جاننے والا حکمت والا ہے کہا اے آدمؑ خبر دے اُن کو اُن کے ناموں کی پس البتہ جب خبر دی ان کو ان کے ناموں کی
جو تو نے ہمیں سکھایا ہے۔ بے شک تو ہی جاننے والا اور حکمت والا ہے۔ (۳۲) فرمایا (اللہ تعالیٰ نے) اے آدمؑ! انہیں ان ناموں کے بارے میں بتاؤ۔ پھر جب اُن کو ان تمام ناموں کی
قَالَ اَلَمۡ اَقُلۡ لَّکُمۡ اِنِّیۡۤ اَعۡلَمُ غَیۡبَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ لا وَاَعۡلَمُ مَا
کہا کیا نہیں میں نے کہا تھا تمہارے واسطے بے شک میں جانتا ہوں غیب آسمانوں کے اور زمین کے اور میں جانتا ہوں جو
خبر دی گئی (تو) فرمایا (اللہ تعالیٰ نے) کہ تمہیں نہ کہا تھا کہ میں خوب جانتا ہوں آسمانوں اور زمینوں کے پوشیدہ رازوں کو۔ اور میں خوب جانتا ہوں جو

تُبْدُوْنَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ (۳۳) وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ
تم ظاہر کرتے ہو اور جو ہو تم چھپاتے اور جب کہا ہم نے واسطے فرشتوں کے سجدہ کرو واسطے آدمؑ کے پس سجدہ کیا انہوں نے مگر
تم ظاہر کرتے ہو اور جو کچھ تم چھپاتے ہو۔(۳۳) اور جب ہم (اللہ تعالیٰ) نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدمؑ کو تم سجدہ کرو۔ پس سب نے سجدہ کیا سوائے
اِبْلِيْسَ ط اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ ز وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ (۳۴) وَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا
ابلیس نے انکار کیا اور تکبر کیا اور ہو گیا کافروں میں سے اور کہا ہم نے اے آدمؑ رہ تو اور بیوی تیری جنت میں اور کھاؤ (دونوں)
ابلیس (شیطان) کے۔ اُس نے سرکشی اور تکبر کیا اور وہ کافروں میں سے ہو گیا۔(۳۴) اور ہم (اللہ تعالیٰ) نے آدمؑ اور اُن کی شریکِ حیات سے کہا کہ تم اس جنت میں رہو اور
مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا ص وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ (۳۵) فَاَزَلَّهُمَا
اس میں سے کھلا جہاں سے چاہو تم اور نہ تم قریب جاؤ اس درخت کے پس تم ہو جاؤ گے ظالموں میں سے پس بہکایا اُن دونوں کو
خوب بافراط ہو کر اس میں سے کھاؤ پیو جہاں سے بھی تم دونوں خواہش کرو۔ اور تم اس درخت کے قریب مت جانا ورنہ تم ظلم کرنے والوں میں سے ہو کر رہ جاؤ گے۔(۳۵)
الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ وَقُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ
شیطان نے اُس سے پس نکال دیا ان دونوں کو اس میں سے کہ تھے اُس میں اور کہا ہم نے اُترو بعض تمہارے واسطے بعض کے
پھر شیطان نے اُن دونوں کو اس سے پھسلا دیا تو دونوں کو اُس (جنت) سے نکلوا کر دم لیا۔ اور ہم نے اُن سے کہا کہ تم اتر جاؤ یہاں سے کہ بعض تمہارے بعض کے دشمن
عَدُوٌّ ج وَلَكُمْ فِى الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ (۳۶) فَتَلَقّٰٓى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ
دشمن ہیں اور واسطے تمہارے زمین میں ٹھکانا ہے اور فائدہ ہے ایک مدت تک پس سیکھ لیے آدمؑ نے اپنے رب سے چند کلمے
ہوں گے۔ اور تمہیں زمین پر ایک مقررہ مدت تک قیام کرنا اور نفع حاصل کرنا ہے۔(۳۶) پھر حضرت آدمؑ نے اپنے رب سے چند باتیں سیکھ لیں۔
فَتَابَ عَلَيْهِ ط اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ (۳۷) قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا ج فَاِمَّا
پس توبہ قبول لی اُس کی بے شک وہ وہی توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے کہا ہم نے اُترو اس میں سے سب کے سب پس اگر
پھر اُس پر توبہ لی، بے شک وہ (اللہ تعالیٰ) خوب توبہ قبول کرنے والا رحم فرمانے والا ہے۔(۳۷) ہم نے اُس سب سے کہا تھا کہ تم سارے اس (جنت) سے اُتر جاؤ۔ پھر
يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّىْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَاىَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (۳۸)
آئے تمہارے پاس میری طرف سے ہدایت پس جو کوئی پیروی کرے گا ہدایت میری کی پس نہ خوف اُن پر اور نہ وہ غمگین ہوں گے

جب تمہارے پاس ہماری طرف سے ہدایت آئے تو جو کوئی اس ہدایت کی راہ پر چلے گا تو اُن پر نہ تو کوئی خوف ہوگا اور نہ ہی وہ غمزدہ ہوں گے۔(۳۸)

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ج هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ. (۳۹)

اور جو لوگ کافر ہوئے اور جھٹلایا ہماری آیتوں کو یہ لوگ رہنے والے ہیں آگ کے وہ اُس میں ہمیشہ رہیں گے اے بنی اسرائیل

اور وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا، وہی آگ کے ساتھی ہیں۔ وہ اُس جہنم میں ہمیشہ کے لیے رہنے والے ہیں۔(۳۹)

مشکل الفاظ اور اُن کا مادہ

نمبر شمار	الفاظ	معانی	گرامر	مادہ(Root)
۱۔	قَالَ	کہا	فعل ماضی واحد	قَ ا لَ
۲۔	جَاعِلٌ	بنانے والا	اسم فاعل	جَ عَ لَ
۳۔	قَالُوْآ	کہا انہوں نے	فعل ماضی جمع	قَ ا لَ
۴۔	تَجْعَلُ	تُو بنائے گا	فعل مضارع	جَ عَ لَ
۵۔	يُّفْسِدُ	وہ فساد کرے گا	فعل مضارع	فَ سَ دَ
۶۔	يَسْفِكُ	وہ بہائے گا	فعل مضارع	سَ فَ كَ
۷۔	نُسَبِّحُ	ہم پاکی بیان کرتے ہیں	فعل مضارع	سَ بَّ حَ
۸۔	نُقَدِّسُ	ہم تقدیس کرتے ہیں	فعل مضارع	قَ دِّ سَ
۹۔	اَعْلَمُ	میں خوب جانتا ہوں	اسم مبالغہ	عَ لَ مَ
۱۰۔	عَرَضَهُمْ	پیش کیا اُن کو	فعل ماضی	عَ رَ ضَ
۱۱۔	اَنْۢبِئُوْنِىْ	خبر دو مجھ کو	فعل امر	ن ب ء
۱۲۔	صٰدِقِيْنَ	سچے	اسم فاعل جمع	ص د ق
۱۳۔	تُبْدُوْنَ	تم ظاہر کرتے ہو	فعل مضارع	ب ء
۱۴۔	تَكْتُمُوْنَ	تم چھپاتے ہو	فعل مضارع	ک ت م
۱۵۔	اسْجُدُوْا	تم سجدہ کرو	فعل امر	س ج د
۱۶۔	اَبٰى	انکار کیا	فعل ماضی	ا ب ء

۱۷۔	اسْتَكْبَرَ	تکبر کیا	فعل مضارع	کَ بَ رَ
۱۸۔	اسْكُنْ	رہو تم	فعل امر	س ک ن
۱۹۔	كُلَا	تم دونوں کھاؤ	فعل امر	أ ک ل
۲۰۔	شِئْتُمَا	تم دونوں چاہتے ہو	فعل مضارع	ش ا ء
۲۱۔	تَقْرَبَا	تم قریب جاؤ دونوں	فعل امر	قَ رَ بَ
۲۲۔	تَكُوْنَ	تم ہو جاؤ گے	فعل مضارع	ک ا ن
۲۳۔	الظّٰلِمِيْنَ	ظلم کرنے والے	اسم فاعل	ظَ لَ مَ
۲۴۔	فَاَزَلَّهُمَا	پھر پھسلا دیا دونوں کو	فعل ماضی	اَ زَّ لَ
۲۵۔	اهْبِطُوْا	تم اُتر جاؤ	فعل امر	ہ ب ط
۲۶۔	فَتَابَ	میں نے توبہ قبول کی	فعل ماضی	تَ ا بَ
۲۷۔	التَّوَّابُ	توبہ قبول کرنے والا	اسم فاعل	تَ ا بَ
۲۸۔	يَحْزَنُوْنَ	وہ غمزدہ ہوتے ہیں	فعل مضارع	ح ز ن
۲۹۔	كَذَّبُوْا	انہوں نے جھٹلایا	فعل ماضی	ک ذ ب
۳۰۔	فَارْهَبُوْنِ	پس ڈرو مجھ سے	فعل امر	رَ ہَ بَ

سورۃ البقرہ

(رکوع نمبر 4)

اہم اکتشافات

☆ حضراتِ آدمؑ وحواؑ کی پیدائش کا قصہ

☆ واقعہ آدمؑ وحواؑ کا بہکنا

☆ ابلیس کا سجدے سے انکار

☆ تکبرِ ابلیس کی وجوہات

☆ حضرت آدمؑ اور توبہ کی قبولیت

سورۃ البقرہ (رکوع نمبر 4) سے متعلق اہم انکشافات پر گفتگو

س ا۔ حضرت آدمؑ اور حضرت حواؑ کی پیدائش کا پورا واقعہ بیان کریں۔

تخلیقِ آدم کا قصہ

اللہ نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں۔یعنی اللہ نے آدمؑ اور اُن کی اولاد کی تخلیق کا ارادہ ظاہر فرمایا۔جس کی ہر نسل پہلی نسل کی جگہ لے گی۔فرشتے آدمؑ کی تخلیق کے بارے میں مفید معلومات اور حکمت جاننا چاہتے تھے اس لیے انہوں نے عرض کیا کہ کیا تو اس میں ایسے شخص کو نائب بنانا چاہتا ہے جو خرابیاں کرے اور خون بہائے۔مطلب یہ ہوا کہ جب ہم تیری عبادت کرتے ہیں اور تیری نافرمانی نہیں کرتے تو پھر انسان کی تخلیق کا مقصد کیا ہے۔اس پر اللہ نے فرمایا، جو کچھ میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیلؑ کو حکم دیا کہ تمام روئے زمین سے خاک اٹھالاؤ۔ ہر قسم کی، سیاہ، سفید، سرخ، کھاری، میٹھی، نرم، خشک، ایک مٹھی خاک اٹھالاؤ۔حضرت جبرائیلؑ نے زمین پر تشریف لاکر خاک اٹھانی چاہی۔زمین نے سبب پوچھا۔حضرت جبرائیلؑ نے سارا واقعہ سنایا۔

سارا واقعہ سننے کے بعد زمین نے عرض کیا کہ میں اس سے خدا کی پناہ پکڑتی ہوں کہ تو مجھ سے خاک اٹھا کر انسان بنائے جس کی وجہ سے میرا کچھ حصہ جہنم میں پہنچے۔حضرت جبرائیلؑ خالی واپس آگئے اور عرض کیا کہ خدایا! زمین نے تیری عزت کی پناہ مانگی، میں تیرے نام اور عزت کے ادب سے اس سے خاک نہ اٹھا سکا۔اللہ نے پھر حضرت میکائیلؑ اور حضرت اسرافیلؑ کو باری باری بھیجا۔مگر وہ بھی اسی طرح واپس آگئے۔آخر میں ملک الموت حضرت عزرائیلؑ کو بھیجا گیا۔ انہوں نے زمین کی ایک نہ سنی، بلکہ فرمایا کہ میں اللہ کے حکم کا تابعدار ہوں۔تیری عاجزی اور زاری کی وجہ سے رب کی اطاعت نہیں چھوڑ سکتا۔اسی طرح ان کو جان نکالنے کا کام سپرد کر دیا گیا۔
”تم نے ہی اس خاک کو زمین سے الگ کیا ہے، تم ہی اس کو ملانا۔“

اب انہیں حکم ہوا کہ اس خاک کو وہاں رکھو جہاں خانہ کعبہ ہے۔ پھر فرشتوں کو حکم ہوا کہ اس خاک کا مختلف پانیوں سے گارا بنائیں۔ چنانچہ اس پر ۴۰ روز بارش ہوئی۔ ۳۹ دن تو غم و رنج اور ایک دن خوشی کا۔ اسی لیے انسان کو رنج و غم زیادہ رہتے ہیں اور خوشی کم ہوتی ہے۔ پھر اس گارے کو مختلف ہواؤں سے اتنا خشک کیا گیا کہ کھنکھنانے لگا۔ پھر فرشتوں کو حکم دیا کہ اس گارے کو مکّے اور طائف کے درمیان والی وادیٔ نعمان میں عرفات پہاڑ کے نزدیک رکھیں۔ پھر حق نے خاص اپنے دستِ قدرت سے اس گارے کو حضرت آدمؑ کا قالب بنایا اور ان کی صورت تیار کی۔ فرشتوں نے کبھی ایسی صورت نہ دیکھی تھی۔ تعجب سے اس کے آس پاس پھرتے تھے۔ ابلیس کو بھی اس سارے اعلان کی خبر ہو چکی تھی۔ وہ بھی اس کو دیکھنے آیا اور اس کے ارد گرد پھر کر بولا، اے فرشتو! تم اسی کا تعجب کرتے ہو، یہ تو ایک اندر سے خالی جسم ہے جس میں جگہ جگہ سوراخ ہیں اور اس کی کمزوری کا یہ حال ہے کہ اگر بھوکا ہو تو گر پڑے اور اگر خوب سیر ہو جائے تو چل پھر نہ سکے۔ اس خالی قلب سے کچھ نہ ہو سکے گا۔ پھر بولا، ہاں اس کے سینے کی بائیں طرف ایک بند کوٹھڑی (دل) ہے، یہ خبر نہیں اس میں کیا ہے۔ شاید کہ یہی وہ چیز ہے جس کی وجہ سے یہ خلافت کا حقدار ہوا۔

پھر جب وہ وقت آیا جب اللہ نے اس جسم میں روح ڈالنے کا ارادہ کیا تو فرشتوں سے فرمایا، ''جب میں اس میں روح ڈال دوں تو اِسے سجدہ کرنا۔''

پھر روح ڈالی گئی تو سر کی طرف سے داخل ہوئی تھی۔ آدمؑ کو چھینک آ گئی۔ فرشتوں نے کہا، کہیے، ''الحمدللہ''۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا، ''یرحمک اللہ''۔ تب روح کمر تک پہنچی، حضرت آدمؑ نے اٹھنا چاہا مگر گر پڑے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا، ''انسان جلد بازی کا بنا ہوا ہے۔''

جب پورے بدن میں روح پھیل گئی تو حکم ہوا کہ فرشتوں کے پاس جا کر ان کو سلام کریں اور سنیں کہ وہ کیا جواب دیتے ہیں۔ تب آدمؑ ادھر تشریف لے گئے اور فرمایا، السّلام علیکم۔ فرشتوں نے کہا، وعلیک السّلام ورحمۃ اللہ۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا، یہی الفاظ تمہارے اور تمہاری اولاد کے لیے مقرر کیے گئے ہیں۔ حضرت آدمؑ نے عرض کیا کہ مولیٰ! میری اولاد کون؟ تب ان کی پشت پر دستِ قدرت پھیر کر اس سے ساری انسانی روحیں نکالی گئیں اور حضرت آدمؑ کو سب دکھائی گئیں اور انہیں کافر، مومن،

منافق، اولیاء، قطب، انبیاء دکھائے گے۔

حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا، ''بہترین دن جس میں سورج طلوع ہوتا ہے، وہ جمعہ کا دن ہے، اس دن آدمؑ کو پیدا کیا گیا، اس دن انہیں جنت میں داخل کیا گیا، اس دن انہیں اس سے نکالا گیا، اور اسی دن قیامت قائم ہوگی۔''

اللہ نے آدمؑ کو اپنے ہاتھ مبارک سے تخلیق فرما کر بلند مرتبہ عطا کیا۔ پھر فرشتوں سے آپ کو سجدہ کرواکے اس شرف ومنزلت کا اظہار فرمایا۔

حضرت حواؑ کی پیدائش کا واقعہ

جب حضرت آدمؑ کا علم تمام فرشتوں پر ظاہر ہو گیا تو فرشتوں کو، جن میں شیطان بھی رہتا تھا، حکم ہوا کہ تم سب کے سب آدمؑ کو تعظیمی سجدہ کرو۔ وہ سب گر گئے لیکن ابلیس نے سجدے سے انکار کیا اور کہا، یہ اللہ کا حکم غلط ہے۔ میں بڑا ہوں اور آدمؑ چھوٹے ہیں۔ بڑا چھوٹے کے سامنے کیسے جھک سکتا ہے۔ رب نے میری ہزار برس کی عبادت کی کوئی قدر نہ فرمائی۔ اور اس لیے وہ کافروں سے ہو گیا۔

اس کے بعد حضرت آدمؑ اکیلا پھرا کرتے تھے اور ہر جانور کو اپنا غیر جنس دیکھ کر گھبراتے تھے اور تمنا کرتے تھے کہ کاش میرا بھی کوئی ہم جنس ہوتا۔ جمعہ کو آدمؑ سو رہے تھے کہ فرشتوں نے ان کی بائیں پسلی چاک کی۔ جس سے انہیں کچھ تکلیف ہوئی۔ اللہ نے ایک خوبصورت عورت کو اُن کی پسلی سے پیدا کیا۔ جب آپؑ جاگے تو اپنا ہم جنس اپنے پاس بیٹھا ہوا دیکھا۔ پوچھا، تم کون ہو؟ انہوں نے کہا، عورت ہوں۔ تجھے کس کے لیے پیدا کیا گیا ہے؟ کہا، تا کہ آپ مجھ سے تسکین حاصل کریں۔

آدمؑ نے چاہا کہ ان کو ہاتھ لگائیں۔ حکم ہوا کہ ''اے آدم! پہلے ان کا مہر ادا کرو، پھر ہاتھ لگانا۔'' عرض کیا کہ مولیٰ! مہر کیا ہے؟ فرمایا، ''میرے نبی! آخر الزماں محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم پر دس بار درود شریف پڑھو۔'' پھر آپ نے درود پڑھا اور پھر فرشتوں کی گواہی میں نکاح ہوا۔ پھر حکم ہوا کہ ''اے آدم! تو اور تیری بیوی جنت میں رہو اور کھاؤ اس میں سے بے روک ٹوک جہاں تمہارا جی چاہے۔''

حضرت آدمؑ اور حضرت حواؑ دونوں کا قد ساٹھ ہاتھ کا تھا۔ آپ حضرت آدمؑ کی ہم عمر تھیں اوران کے بعد ٦٠ سال زندہ رہیں۔

س۲۔ حضرت آدمؑ اور حضرت حواؑ شیطان کے بہکاوے میں کیسے آ گئے اوران کو کیا سزا ملی؟

شیطان کا بہکاوا

شیطان کے دل میں حضرت آدمؑ کی طرف سے سخت حسد پیدا ہو چکا تھا۔ اس لیے وہ اس فکر میں تھا کہ ایک دفعہ موقعہ پا کر وہ جنت میں پہنچا۔ جنت میں مور اور سانپ نہایت خوبصورت تھے اور وہ آدمؑ اور حواؑ کی خدمت کیا کرتے تھے۔ شیطان نے مور اور سانپ کے ساتھ مل کر آدمؑ اور حواؑ کو جنت کے دروازے تک لانے کا مشورہ کیا۔ اس طرح تجویز طے ہونے کے بعد مور نے حضرت آدمؑ وحواؑ کے سامنے ناچنا شروع کر دیا اور اس طرح وہ ان کو جنت کے دروازے تک لے آیا۔ ادھر سانپ بھی تیار کھڑا تھا اور شیطان کو لے کر پہنچ گیا۔ اس ترکیب سے شیطان ان کے سامنے آ گیا۔ شیطان ان کے روبرو پہنچ گیا اور جا کر عرض کیا کہ مجھ سے آپ کے حضور میں بڑی بے ادبی ہوئی کہ میں نے آپ کو سجدہ نہ کیا۔ میں آپ سے معافی مانگنا چاہتا ہوں۔ اس گناہ کا کفارہ ادا کروں اور آپ کو اس مرتبہ پر پہنچا دوں جس سے آپ مجھ سے راضی ہو جائیں۔ کیونکہ آپ کو آخر کار موت آنے والی ہے۔ جس سے کہ تمام عیش و آرام ختم ہو جائیں گے۔ آپ نے پوچھا، موت کیا چیز ہے؟ جب آپ کو اس کی حالت بتائی تو آپ ڈر گئے اور اس سے بچنے کی ترکیب پوچھی تو شیطان نے کہا کہ میں آپ کو ایسے درخت کا پتہ دیتا ہوں جس کا پھل کھا کر آپ ہرگز نہ مریں گے۔ انہوں نے پوچھا، وہ کون سا درخت ہے؟ اس نے وہی درخت بتایا جس سے ان کو منع کیا گیا تھا۔ آپ نے فرمایا، یہ درخت تو وہی ہے جس سے اللہ نے ہمیں دور رہنے کو کہا ہے اور اگر یہ اتنا فائدے مند ہوتا تو ہمیں اللہ منع کیوں کرتا؟ شیطان نے کہا، پاس جانے سے روکا ہے، کھانے سے نہیں۔ اس طرح ان کو اس کی باتوں پر اعتبار آ گیا اور وہ اس کے بہکاوے میں آ گئے۔ پھر اس کے کھانے کا اثر یہ ہوا کہ ان کے جسموں سے جنتی لباس جاتا رہا اور وہ برہنہ ہو گئے۔

فرمانِ الٰہی ہے، ''اس (مردود نے) دھوکا دے کر ان کو کھینچ ہی لیا۔ جب انہوں نے

درخت کو کھالیا تو ان کے ستر کی چیزیں کھل گئیں اور وہ بہشت کے پتے اپنے اوپر چپکانے لگے۔''
مارے شرم کے انجیر کے درخت کے پتے توڑ کر اپنے جسموں کو چھپانے لگے۔ اسی حالت میں رب کی طرف سے ندا آئی۔

سزا

اللہ کی طرف سے ندا آئی کہ آدم وحوا! کیا ہم نے تم کو اس درخت کے دانوں کو کھانے سے منع نہ کیا تھا اور شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے۔ پھر فرشتوں کو حکم دیا کہ ان سب کو زمین پر اُتار دو۔ چنانچہ آدمؑ کو ہندوستان میں شہر سراندیپ کے پہاڑ نود پر، حضرت حوا کو ساحل عرب جدہ میں، شیطان کو جنگل میان (بصرا سے کچھ فاصلے پر ہے، جہاں یاجوج ماجوج کی دیوار قائم ہے) میں اتارا گیا۔

حضرت آدمؑ کو کھیتی باڑی کرنے، معاش حاصل کرنے کی تکلیف دی گئی۔ حضرت حواؑ کو حیض وحمل اور نقصان میراث ملی۔ سانپ کے پاؤں غائب کر دیے گئے۔ مور کے پاؤں بدشکل کر دیے گئے۔ ابلیس کی صورت مسخ کر دی گئی اور نہایت رسوا کر کے دنیا میں رکھا۔

س۳۔ ابلیس نے حضرت آدمؑ کو سجدہ کیوں نہ کیا؟ اس کو کیا سزا ملی۔

اللہ تعالیٰ نے تمام فرشتوں کو آدمؑ کو سجدہ کرنے کا حکم دیا تو ابلیس نے تکبر میں آ کر سجدے سے انکار کیا۔ اس پر اللہ نے اسے ہمیشہ کے لیے لعنتی قرار دے دیا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ ''اور ہم ہی نے تم کو پیدا کیا ہے، پھر تمہاری صورت شکل بنائی، پھر فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کے آگے سجدہ کرو۔ تو سب نے سجدہ کیا، سوائے ابلیس کے، وہ سجدہ کرنے والوں میں شامل نہ ہوا۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا، ''جب میں نے تم کو حکم دیا تو کس چیز نے تجھے سجدہ کرنے سے باز رکھا''۔ اس نے کہا، ''میں اس سے افضل ہوں، مجھے تو نے آگ سے پیدا کیا ہے اور اسے مٹی سے بنایا ہے۔''

شیطان کا انکار اور تکبر کی وجوہات

۱۔ اپنے آپ کو آدمؑ سے بڑا سمجھا، یہ کہ میں آگ سے پیدا ہوا ہوں، وہ خاک سے، اور آگ خاک

سے بہتر اور افضل ہے، لہٰذا میں آدمؑ سے افضل ہوں۔

۲۔ میں نے ہزاروں سال اللہ کی عبادت کی ہے۔ آدم نے ابھی کوئی عبادت نہیں کی لہٰذا میں اس سے افضل ہوں۔

۳۔ میں نے دنیا میں بڑے بڑے کام انجام دیے ہیں۔ انہوں نے ابھی کوئی مشقت نہیں کی، لہٰذا میں ان سے افضل ہوں۔

جب ابلیس نے حکمِ الٰہی کی تعمیل سے انکار کیا تو اللہ نے اسے تا قیامت تک مردود قرار دے کر جنت سے نکل جانے کا حکم دیا۔ اس کا مقام و مرتبہ بھی چھین لیا جو اس کو اس کی عبادت کی وجہ سے ملا تھا۔ اسے ذلت ولعنت کے ساتھ زمین پر پھینک دیا گیا۔ پھر شیطان نے کہا، اے اللہ! چونکہ تو نے مجھے گمراہ کیا ہے اس لیے میں انہیں گمراہ کرنے کے لیے ہر جگہ گھات لگائے بیٹھا رہوں گا اور ہر طرف سے آؤں گا۔

سورۃ اعراف میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ ''شیطان نے کہا، تو نے مجھے ملعون کیا ہے، میں بھی تیرے سیدھے راستے پر ان کے لیے بیٹھوں گا، پھر ان کے آگے سے اور پیچھے سے اور دائیں سے اور بائیں سے آؤں گا۔ اور تو ان میں سے اکثر کو شکر گزار نہیں پائے گا۔''

س۴۔ حضرت آدمؑ کی توبہ کیسے قبول ہوئی؟

جب حضرت آدمؑ جنت سے باہر تشریف لائے تو ایک دم بہت سی مصیبتوں میں گرفتار ہو گئے۔ جنت چھوٹنے کا غم، اپنی بیوی حواؑ کی جدائی، اپنی تنہائی، پھر رب کا عتاب، اس عتاب کی وجہ سے سخت پریشانی تھی۔ اس پریشانی میں تین سو سال تک اس قدر روئے کہ ان کی مثال دنیا میں نہیں ملتی۔ جب ان کی پریشانی انتہا کو پہنچی تو ان کو یاد آیا کہ میں نے اپنی پیدائش کے وقت عرشِ اعظم پر رب کے نام کے ساتھ محمدؐ لکھا دیکھا تھا، یعنی: لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ جس سے معلوم ہوا کہ محمدؐ کا وہ درجہ ہے کہ ان کا نام عرشِ اعظم پر رب کے نام کے ساتھ لکھا ہوا ہے۔ تدبیر یہی ہے کہ انہی کے وسیلہ سے دعائے مغفرت کرو۔ چنانچہ مغفرت کی دعا پڑھی:

قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنفُسَنَا سکتہ وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ.

''وہ دونوں بولے، اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جان پر ظلم کیا، اگر تو ہم کو نہ بخشے اور ہم پر رحم نہ کرے تو

ہم ضرور تباہ ہو جائیں گے۔‘‘

حضرت آدمؑ کی توبہ عاشورہ یعنی ۱۰ رمحرم اور جمعہ کا دن تھا، قبول کی گئی۔ آپ کو ان کلمات کے ملنے کی بہت خوشی ہوئی۔ آپ نے وضو فرمایا اور خانہ کعبہ کے سامنے کھڑے ہوئے۔ دو رکعت نماز ادا کی اور پھر ان کلمات سے دعا کی۔ جب حضرت آدمؑ جنت سے تشریف لائے تھے تب رو رو کر اُن کے چہرے کا رنگ سیاہ ہو گیا تھا اور توبہ قبول ہونے کے بعد ان کو حکم ہوا کہ چاند کی ۱۳، ۱۴، ۱۵ تاریخ کا روزہ رکھو۔ چنانچہ آپ نے یہ روزے رکھے اور ہر دن میں جسم کا تہائی حصہ اصلی رنگ پر آتا رہا۔ ۱۵ تاریخ کو جسم پاک اصلی رنگ میں آ گیا۔ پھر توبہ قبول ہو گئی اور عرفات کے مقام پر حضرت حواؑ سے ملاقات ہو گئی۔ اس کے بعد آپ کی عربی زبان جنت سے تشریف لانے کے بعد سلب کر لی گئی تھی، وہ دوبارہ عطا ہوئی۔ اس کے بعد آپ نے اپنی اولاد کے حق میں دعا کی کہ میری اولاد بہت کمزور اور شیطان کا فریب بہت سخت، ان کی مدد فرما۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ’’اے آدم! تمہارے احکام اور تھے، تمہاری اولاد کے لیے دوسرے احکام ہیں۔ ہم ہر انسان کے ساتھ ایک فرشتہ رکھیں گے جو اُس کو شیطان کے وسوسے سے بچائے گا اور ہر ایک کے لیے اس کے مرنے کے وقت تک توبہ کا دروازہ کھلا رکھیں گے۔‘‘

پھر آپ نے خوش ہو کر شکر ادا کیا۔

سورۃ البقرہ

(رکوع نمبر5)

سورۃ البقرہ (رکوع نمبر 5) کا متن بمعہ لفظی و بامحاورہ ترجمہ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

شروع کرتی /کرتا ہوں ساتھ نام اللہ کے جو رحم کرنے والا نہایت مہربان ہے۔

يٰبَنِىۡٓ اِسۡرَآءِيۡلَ اذۡكُرُوۡا نِعۡمَتِىَ الَّتِىۡٓ اَنۡعَمۡتُ عَلَيۡكُمۡ وَاَوۡفُوۡا بِعَهۡدِىۡٓ اُوۡفِ بِعَهۡدِكُمۡ

اے بنی اسرائیل یاد کرو نعمتیں میری وہ جو انعام کیں میں نے تم پر اور پورا کرو عہد میرا میں پورا کروں گا عہد تمہارا

اے بنی اسرائیل! میری اُس نعمت کو یاد کرو جو میں نے تم پر انعام کی تھی اور تم میرے ساتھ کیا ہوا وعدہ پورا کرو، میں تمہارے ساتھ کیے ہوئے وعدے کو پورا کروں گا۔

وَاِيَّاىَ فَارۡهَبُوۡنِ. (۴۰) وَاٰمِنُوۡا بِمَآ اَنۡزَلۡتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمۡ وَلَا تَكُوۡنُوۡٓا اَوَّلَ كَافِرٍۢ بِهٖ ص

اور صرف مجھ سے پس ڈرو مجھ سے اور ایمان لاؤ اس چیز پر جو نازل کی میں نے تصدیق کرنے والی ہے واسطے اس کے جو تمہارے پاس ہے اور نہ تم ہو جاؤ پہلے کافر اس پر

اور صرف اور صرف مجھ ہی سے ڈرا کرو۔ (۴۰) اور اُس پر تم سارے ایمان لاؤ جو میں نے نازل کی ہے وہ تصدیق کرتی ہے اُس (کتاب) کی جو تمہارے پاس ہے اور تم

وَلَا تَشۡتَرُوۡا بِاٰيٰتِىۡ ثَمَنًا قَلِيۡلًا ز وَّاِيَّاىَ فَاتَّقُوۡنِ. (۴۱) وَلَا تَلۡبِسُوا الۡحَقَّ بِالۡبَاطِلِ

اور نہ تم مول لو بدلے میری آیتوں کے مول تھوڑا اور صرف مجھ سے پس ڈرو مجھ سے اور نہ تم ملاؤ سچ کو ساتھ جھوٹ کے

پہلے منکر نہ بن جانا اور نہ ہی ان آیتوں کو تھوڑی قیمت کے عوض بیچ ڈالنا۔ اور صرف مجھ ہی سے تم ڈرا کرو۔ (۴۱) اور تم حق کو باطل کے ساتھ ہرگز نہ ملانا

وَتَكۡتُمُوا الۡحَقَّ وَاَنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ. (۴۲) وَاَقِيۡمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَارۡكَعُوۡا مَعَ الرّٰكِعِيۡنَ. (۴۳)

اور نہ تم چھپاؤ سچ کو اور ہو تم جانتے اور قائم کرو نماز اور ادا کرو زکوٰۃ اور رکوع کرو ساتھ رکوع کرنے والوں کے

اور نہ ہی حق کو چھپانا اور تم خوب جانتے ہو۔ (۴۲) اور تم نماز قائم کیا کرو اور زکوٰۃ ادا کیا کرو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کیا کرو۔ (۴۳)

اَتَاۡمُرُوۡنَ النَّاسَ بِالۡبِرِّ وَتَنۡسَوۡنَ اَنۡفُسَكُمۡ وَاَنۡتُمۡ تَتۡلُوۡنَ الۡكِتٰبَ ط اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ. (۴۴)

کیا تم حکم دیتے ہو لوگوں کو نیکی کا اور تم بھول جاتے ہو اپنے آپ کو اور تم پڑھتے ہو کتاب کیا پس نہیں تم عقل رکھتے

کیا تم دوسرے لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو۔ اور حالانکہ تم کتاب کی بھی تلاوت کرتے ہو، کیا پس پھر عقل نہیں ہے۔ (۴۴)

وَاسۡتَعِيۡنُوۡا بِالصَّبۡرِ وَالصَّلٰوةِ ط وَاِنَّهَا لَكَبِيۡرَةٌ اِلَّا عَلَى الۡخٰشِعِيۡنَ. (۴۵)

اور مدد مانگو ساتھ صبر کے اور نماز کے اور بے شک وہ البتہ بڑی بات ہے مگر اوپر عاجزی کرنے والوں کے
اور تم صبر اور نماز کے ساتھ (اللہ تعالیٰ کی) مدد طلب کیا کرو۔ اور بے شک وہ بہت بھاری ہے سوائے خاشعین کے۔(۴۵)
الَّــذِيْــنَ يَــظُــنُّــوْنَ اَنَّهُــمْ مُّــلٰــقُــوْا رَبِّهِــمْ وَاَنَّهُــمْ اِلَيْــهِ رٰجِــعُــوْنَ. (۴۶)
جو لوگ وہ (گمان) کرتے ہیں یہ کہ وہ ملنے والے ہیں اپنے رب سے اور یہ کہ وہ طرف اس کی لوٹ کر جانے والے ہیں
وہ لوگ جو یقین رکھتے ہیں کہ بے شک وہ تو اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرنے والے ہیں اور بے شک وہ اُسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔(۴۶)

مشکل الفاظ اور اُن کا مادہ

نمبر شمار	الفاظ	معانی	گرامر	مادہ(Root)
۱۔	تَشْتَرُوْا	تم بیچو	فعل امر	ش ت ر ء
۲۔	الرّٰكِعِيْنَ	رکوع کرنے والے	اسم فاعل جمع	ر ک ع
۳۔	الْخٰشِعِيْنَ	ڈرنے والے	اسم فاعل جمع	خ ش ع
۴۔	يَظُنُّوْنَ	وہ گمان کرتے ہیں	فعل مضارع	ظ ن ن
۵۔	رٰجِعُوْنَ	لوٹنے والے	اسم فاعل	ر ج ع

سورۃ البقرہ

(رکوع نمبر 5)

اہم اکتشافات

☆ لقبِ اسرائیل

☆ قومِ بنی اسرائیل

☆ تذکرہ پیدائشِ حضرتِ موسیٰ

☆ سیرت ومعجزاتِ موسیٰؑ

سورۃ البقرہ (رکوع نمبر 5) سے متعلق اہم اکتشافات پر گفتگو

س۱۔ اسرائیل کس نبی کا لقب تھا اور انہیں یہ لقب کیسے ملا؟

نبی کا لقب

اسرائیل حضرت یعقوبؑ کا لقب ہے۔ اسرائیل کا مطلب ہے، ’’اللہ کا فرمانبردار بندہ‘‘۔ آپ کے دس بیٹے تھے۔ اس لیے آپ کی اولاد ’’بنی اسرائیل‘‘ یعنی ’’خدا کے بندہ کی اولاد‘‘ کہلائی۔

لقب کیسے ملا؟

حضرت یعقوبؑ اپنے والد حضرت اسحاقؑ کے بہت خدمت گزار بیٹے تھے۔ ایک دفعہ حضرت اسحاقؑ عبادت کے لیے گوشہ نشین ہوئے اور حضرت یعقوبؑ کو حجرہ کے دروازہ پر بٹھا دیا کہ کسی کو اندر نہ آنے دینا۔ اچانک ایک مقرب فرشتہ انسانی شکل میں آیا اور حضرت اسحاقؑ کی ملاقات کا اشتیاق ظاہر کیا۔ اسحاقؑ دروازے پر شور سن کر باہر آئے۔ دیکھا تو حضرت یعقوبؑ فرشتے سے جھگڑا کر رہے تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ برخوردار! یہ فرشتہ مقرب ہے اور پھر فرشتہ سے معذرت فرمائی کہ انہوں نے آپ کو پہچانا نہیں۔ فرشتہ نے یعقوبؑ کی بہت تعریف کی اور فرمایا کہ اسی طرح حقِ خدمت ادا کرنا چاہیے اور فرمایا کہ ہماری طرف سے ان کا نام ’’اسرائیل‘‘ رکھو۔

س۲۔ بنی اسرائیل کون تھے؟ ان کا دوسرا نام کیا ہے؟ ان کی تاریخ لکھیں۔

بنی اسرائیل

بنی اسرائیل حضرت یعقوبؑ کی اولاد تھی۔ چونکہ حضرت یعقوبؑ کا لقب اسرائیل تھا، اس لیے ان کی اولاد بنی اسرائیل کہلائی۔ ان کا دوسرا نام ’’یہودی‘‘ ہے۔

تاریخ

بنی اسرائیل کا سلسلہ اصل میں حضرت ابراہیمؑ سے شروع ہوتا ہے۔ ان کے دو بیٹے تھے:

۱۔ حضرت اسماعیلؑ: یہ حجاز میں آباد ہوئے اوران کی اولاد میں آخری نبی حضرت محمدؐ پیدا ہوئے۔ حضرت اسماعیلؑ کی والدہ حضرت حاجرہؓ تھیں۔

۲۔ حضرت اسحاقؑ: آپؑ حضرت ابراہیمؑ کے دوسرے بیٹے تھے۔آپؑ کی والدہ کا نام حضرت سارہؓ تھا۔آپؑ کی نسل سے سارے پیغمبر آئے تھے۔آپؑ کے بیٹے حضرت یعقوبؑ تھے، جن کا لقب اسرائیلؑ پڑا۔آپؑ کی اولاد فلسطین میں آباد ہوئی۔

(یہود) بنی اسرائیل کوتمام اقوامِ عالم خصوصاً جزیرہ عرب کے باشندوں میں ایک اہم مقام حاصل تھا۔ چار ہزار سال تک سلسلۂ نبوت ان میں جاری رہا۔ ہزاروں نبی ان میں پیدا ہوئے،جن کے باعث علم وحکمت میں کوئی قوم ان کی برابری کا دعویٰ نہیں کرسکتی تھی۔ان کے گردو نواح میں بسنے والے قبائل ان کی علمی برتری سے بہت مرعوب تھے۔ یہاں تک کہ بعض لوگوں نے اسلام قبول کرنے کے لیے یہ شرط لگارکھی تھی کہ اگر یہود نے (جواہلِ علم وکتاب ہیں) اسلام قبول کیا تو وہ بھی قبول کرلیں گے۔اس لیے قرآن حکیم نے یہود کو خاص طور پر اسلام کی طرف بلایا، تاکہ ان کے اسلام لانے سے دوسرے لوگوں کے لیے اسلام قبول کرنے کی راہ ہموار ہوجائے۔اور اگروہ اسلام کوقبول نہ کریں توان کی ہٹ دھرمی کا پردہ چاک ہوجائے اوردنیا کو پتہ چل جائے کہ یہ صرف دنیاوی اقتداراوردولت وثروت کے باعث اسلام کی مخالفت کررہے ہیں۔

یہ لوگ چونکہ فلسطین میں آباد تھے،آپس میں لڑتے جھگڑتے رہتے تھے۔ان پراہلِ مصر نے کچھ عرصے بعد غلبہ حاصل کرلیا۔انہیں غلاموں کی طرح رکھا اورشدید ظلم وستم کا نشانہ بنایا۔ حضرت موسیٰؑ پیدا ہوئے۔اوروہ اس قوم کومصر کی غلامی سے نکال کروادیٔ سینا میں لے گئے۔ کچھ عرصے بعد یہ لوگ اپنے وطن کنعان میں واپس لوٹے۔اس قوم کا بہترین زمانہ حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمانؑ کا تھا۔کچھ عرصے بعد یہ قوم آپس کی پھوٹ، دین کی مخالفت اورانبیاء کی دشمنی کے سبب مصائب کا شکار ہوئی۔دومرتبہ اس قوم پرایسے زبردست حملے ہوئے اوراس قدر تباہی آئی کہ یہ لوگ اپناوطن چھوڑ کر اِدھراُدھر بھاگ گئے۔مگرافسوس! اپنی شرارتوں اورخرابیوں سے بازنہ آئے اورآج تک اس قوم میں وہ خرابیاں بدستورموجود ہیں۔

اسی لیے ملتِ اسلامیہ کودرسِ عبرت دیا گیا کہ بنی اسرائیل کی داستان عروج وزوال

سامنے ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ؐ کی اطاعت کرتے رہو گے تو عزت و حکومت تمہاری ہے اور اگر سرکشی اختیار کی تو تمہاری بداعمالیاں تمہیں صفحۂ ہستی سے حرفِ غلط کی طرح مٹا کر رکھ دیں گی۔

س ۳۲۔ حضرت موسیٰ کی پیدائش کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں؟ قرآن میں سب سے زیادہ کس نبی کا ذکر آیا ہے؟

فرعون بنی اسرائیل سے اس قدر بُرا سلوک اس لیے کرتا تھا کہ بنی اسرائیل اپنی الہامی کتابوں کی روشنی میں آپس میں ابراہیمؑ کا یہ فرمان ذکر کرتے تھے کہ آپ کی اولاد میں سے ایک لڑکا پیدا ہوگا، جس کے ہاتھوں مصر کی سلطنت تباہ ہو جائے گی۔ بنی اسرائیل میں یہ بشارت مشہور تھی۔ ان سے سن کر قبطی بھی اس کا ذکر کرتے تھے۔ حتیٰ کہ یہ خبر فرعون تک بھی پہنچ گئی۔ جب رات کے وقت بادشاہ کی محفل جمی ہوئی تھی تو کسی درباری نے اسے یہ بات بھی سنا دی۔ اس نے اس لڑکے کی پیدائش کے خوف سے بنی اسرائیل کے تمام لڑکوں کے قتل کا حکم جاری کر دیا۔ لیکن تقدیر کے آگے تدبیر نہیں چلتی۔

روایت میں ہے کہ فرعون نے خواب دیکھا کہ بیت المقدس کی طرف سے ایک آگ آئی اور مصر کے تمام قبطیوں کے گھر جلا گئی۔ لیکن بنی اسرائیل کو کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ جب وہ بیدار ہوا تو اس خواب سے خوف زدہ تھا۔ اس نے اپنے کاہنوں، عالموں اور جادوگروں کو جمع کیا اور ان سے اس کی تعبیر پوچھی۔ انہوں نے کہا، ''یہ لڑکا انہی میں پیدا ہوگا اور اس کے ہاتھوں اہلِ مصر تباہ ہو جائیں گے۔'' اس لیے اس نے بنی اسرائیل کے لڑکوں کو قتل کرنے اور لڑکیوں کو زندہ چھوڑنے کا حکم جاری کر دیا۔ ہر طرح کی احتیاطی تدابیر اختیار کیں، تاکہ موسیٰ کی پیدائش نہ ہو، حتیٰ کہ اس نے کچھ مردوں اور عورتوں کو اس کام کے لیے مقرر کر دیا تھا کہ جو عورتیں امید سے ہوں، ان کے پاس جائیں اور ان کے ہاں پیدائش کے اوقات کا علم رکھیں۔ چنانچہ جب بھی کسی عورت کے ہاں بیٹا پیدا ہوتا تھا، وہ جلاد اسی وقت اسے ذبح کر دیتے تھے۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

> ''پس جب ان کے پاس (موسیٰ) ہماری طرف سے (دین) حق لے کر آئے تو انہوں نے کہا کہ اس کے ساتھ جو ایمان والے ہیں، ان کے لڑکوں کو تو مار ڈالو اور ان کی لڑکیوں کو زندہ رکھو۔''

(سورۃ المؤمن،25)

فرعون نے بچوں کے قتل کا پہلا حکم موسیٰ کے وجود میں آنے کے ڈر سے جاری کیا تھا۔ قبطیوں نے فرعون سے شکایت کی کہ بنی اسرائیل کے لڑکے قتل کرنے کی وجہ سے ان کی تعداد کم ہوتی جا رہی ہے اور خطرہ ہے کہ ان کے بوڑھے مرتے جائیں گے اور بچے قتل ہوتے جائیں گے۔ تو ایک وقت آئے گا جب ہمیں وہ کام خود کرنے پڑیں گے جو بنی اسرائیل کرتے ہیں۔ تب فرعون نے حکم دیا کہ ''ایک سال بچے قتل کیے جائیں اور ایک سال رہنے دیے جائیں۔'' پھر اس سال جس سال بچے قتل نہیں کیے جاتے تھے، اس سال حضرت ہارونؑ پیدا ہوئے۔ حضرت موسیٰ اس سال پیدا ہوئے جس سال بچے قتل کیے جا رہے تھے۔ آپ کی والدہ فکرمند ہوئیں اور انہوں نے حمل کے ابتدائی ایام ہی سے احتیاط کی۔ ان سے حمل کی علامات بھی ظاہر نہ ہوئیں۔ حضرت موسیٰ کی ولادت ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں ڈال دیا کہ ان کے لیے ایک صندوق بنالیں۔ آپ کا گھر نیل کے کنارے پر تھا۔ آپ نے صندوق کو ایک رسّی سے باندھا۔ وہ حضرت موسیٰ کو دودھ پلاتیں اور جب خطرہ محسوس کرتیں تو آپ کو صندوق میں ڈال کر دریا میں چھوڑ دیتیں۔ خود رسّی کا سرا پکڑ کر بیٹھ جاتیں۔ جب خطرہ دور ہو جاتا تو رسّی کے ذریعے سے صندوق کھینچ کر بچے کو نکال لیتیں۔

حضرت موسیٰ کی والدہ کے دل میں اللہ تعالیٰ نے یہ بات ڈال دی کہ خوف و غم نہ کر، اگر یہ بچہ تیرے پاس سے چلا گیا تو اللہ تعالیٰ اسے تیرے پاس واپس لائے گا۔ چنانچہ انہوں نے الہام کے ذریعے سے ملنے والے حکم کی تعمیل کی۔ ایک دن انہوں نے موسیٰ کے صندوق کو دریا میں ڈالا، لیکن اس کی رسّی باندھنا بھول گئیں۔ صندوق دریائے نیل کے پانی میں بہتا چلا گیا، حتیٰ کہ فرعون کے محل کے پاس سے گزرا۔ لونڈیوں نے دریا میں بہتا ہوا صندوق نکال لیا، لیکن اسے کھولنے کی جرأت نہ کی۔ بلکہ اسے فرعون کی ملکہ آسیہ کے سامنے پیش کر دیا۔ حضرت آسیہ نے جب صندوق کھولا اور کپڑا ہٹایا تو موسیٰ کا چہرہ انوارِ نبوت سے روشن نظر آیا۔ جب ان کی نظر آپ کے چہرۂ اقدس پر پڑی تو ان کے دل میں آپ کی شدید محبت پیدا ہوگئی۔ فرعون کی اجازت سے آپ نے آپؑ کو اپنا بیٹا بنالیا، کیونکہ آپ کے ہاں اولاد نہیں تھی۔ ان کو معلوم نہ تھا کہ اللہ نے ان

کے ہاتھوں موسیٰ کو پانی سے نکلوا کر فرعون اوراس کی افواج کو تباہ کرنے کا بندوبست کر دیا ہے۔

حضرت موسیٰ فرعون کے محل میں چلے گئے۔ادھر اُن کی والدہ محترمہ بیٹے کی جدائی میں سخت غمگین ہوگئیں۔اس وقت اللہ تعالیٰ نے ان کی والدہ کو تسلی دی اور آپ کا بیٹا نہایت تدبیر سے لوٹا دیا۔آپ کی والدہ نے اپنی بیٹی یعنی آپؑ کی بہن سے کہا کہ تم اس صندوق کے پیچھے پیچھے جاؤ اور حالات معلوم کر کے مجھے بتانا۔چنانچہ وہ انہیں دور دور سے دیکھتی رہیں اور اس بات کا بھی خیال رکھا کہ کسی کو پتہ نہ چلے۔حضرت موسیٰ فرعون کے محل تک پہنچ گئے تو ان لوگوں نے آپ کو کچھ کھلانا پلانا چاہا مگر آپؑ نے کسی کا دودھ پیا نہ ہی کچھ کھایا۔سب پریشان ہو گئے۔پھر انہوں نے آپؑ کو عورتوں کے ہاتھ بازار بھیجا کہ شاید کوئی عورت مل جائے جو آپ کو دودھ پلا سکے۔سب عورتیں کھڑی تھیں۔آپؑ کی ہمشیرہ نے آپؑ کو دیکھ لیا لیکن ان پر ظاہر نہ ہونے دیا اور ان سے کہا کہ میں تمہیں ایسے گھر کا پتہ بتاؤں جو تمہاری مشکل آسان کر دے اور بچہ کی پرورش کرے۔پھر وہ سب ان کے ساتھ ان کے گھر چلے گئے۔آپؑ کی والدہ نے آپؑ کو اٹھا لیا اور آپؑ کو دودھ پلایا۔سب خوش ہو گئے۔حضرت آسیہؑ تک اس بات کی خبر پہنچی تو انہوں نے اس عورت کو محل میں بلا لیا اور انہیں وہیں رہنے کو کہا۔مگر آپؑ کی والدہ نے پیشکش قبول نہ کی اور عرض کیا کہ میں بال بچوں والی ہوں اور میرا خاوند اس بات کی اجازت نہیں دے گا۔میں تو دودھ پلانے کی خدمت اس صورت میں انجام دے سکتی ہوں کہ آپ بچے کو میرے ساتھ ہی رہنے دیں۔آسیہؑ نے اجازت دے دی اور موسیٰ کی والدہ کی تنخواہ مقرر کر دی۔آپ بچے کو لے کر گھر آ گئیں اور اللہ نے بیٹے کو ماں سے ملا دیا۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''پھر ہم نے اسے اس کی ماں کی طرف لوٹا دیا، تا کہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں اور وہ آزردہ خاطر نہ ہو اور جان لے کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے۔'' (سورۃ القصص)

یعنی اللہ نے آپ کو واپس پہنچانے کا اور رسول بنانے کا وعدہ فرمایا تھا، تو اب واپس پہنچانے کا وعدہ پورا ہو گیا ہے اور اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ان کی رسالت کی خوش خبری بھی سچ ہے۔

قرآن میں سب سے زیادہ نبی کا ذکر

قرآن میں سب سے زیادہ ذکر جس نبی کا آیا ہے وہ حضرت موسیٰؑ ہیں۔

س۴۔ حضرت موسیٰؑ کی نبوت، اُن کی شادی اور اُن کے معجزات کے بارے میں تفصیل سے لکھیں۔

حضرت موسیٰؑ کی شادی

حضرت موسیٰؑ فرعون کے ساتھیوں سے بچنے کے لیے مصر سے نکلے تو اِدھر اُدھر دیکھتے بھالتے نکلے۔ آپ خوف محسوس کر رہے تھے اور آپ کو کچھ معلوم نہ تھا کہ کس رُخ جائیں۔ پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ نے ''مدین'' کا رُخ کیا۔ اور امید اللہ سے کی کہ اس راہ سے وہ منزلِ مقصود پر پہنچ جائیں گے اور ایسے ہی ہوا۔ جب آپ مدین کے پانی پر پہنچے وہاں سے لوگ جانوروں کو پانی پلاتے تھے۔ آپؑ نے دیکھا کہ لوگوں کی ایک جماعت وہاں پانی پلا رہی ہے اور دو عورتیں الگ کھڑی اپنے جانوروں کو روک رہی ہیں۔ حضرت موسیٰؑ نے پوچھا، ''تمہارا کیا معاملہ ہے؟'' وہ بولیں، ''جب تک چرواہے واپس نہ چلے جائیں، ہم پانی نہیں پلاتیں اور ہمارے والد بڑی عمر کے بوڑھے ہیں اور کمزور ہیں۔'' پھر آپؑ نے خود اُن کے جانوروں کو پانی پلایا۔ پھر سائے کی طرف ہٹ آئے اور دعا کی کہ ''اے پروردگار! تو جو کچھ بھلائی میری طرف اتارے، میں اس کا محتاج ہوں۔''

ان عورتوں نے آپؑ کی یہ بات سن لی۔ جب وہ والد کے پاس پہنچیں تو انہیں اتنی جلدی واپس آجانے پر تعجب ہوا۔ انہوں نے حضرت موسیٰؑ کا پیش آمدہ واقعہ سنایا۔ والد نے ایک حکم دیا کہ جا کر ان کو بلا لائے۔ تو ان میں سے ایک شریف زادیوں کی طرح، شرم وحیا سے چلتی ہوئی آئی اور کہنے لگی، ''میرے والد صاحب نے آپ کو بلایا ہے تاکہ آپ نے ہمارے جانوروں کو جو پانی پلایا ہے، اس کی اجرت دیں۔''

حضرت موسیٰؑ ان کے ساتھ ان کے گھر پہنچے اور ان کو اپنا سارا حال بیان کیا کہ ''وہ مصر کے بادشاہ فرعون کے ڈر سے اپنا وطن مصر چھوڑ کر نکلے ہیں۔'' بزرگ نے مہمان کی خاطر مدارات کی اور عزت اور احترام سے رکھا اور ان کا واقعہ سن کر ان کو بتایا کہ اب انہیں ڈرنے کی ضرورت

نہیں ہے، کیونکہ وہ اس کی سلطنت کی حدود میں نہیں ہیں۔ تب ایک لڑکی نے کہا کہ ابا جان آپ انہیں اجرت پہ رکھ لیں، تا کہ وہ آپ کی بکریاں چرائیں۔ آن کے والد (بزرگ) رضا مند ہو گئے اور انہیں بکریاں چرانے کی ذمہ داری سونپ دی۔ جب موسیٰؑ ان کے گھر پہنچے تو بزرگ نے کہا کہ ''میں اپنی دونوں لڑکیوں میں سے ایک کو آپ کے نکاح میں دینا چاہتا ہوں اس (مہر) پر کہ آپ آٹھ سال تک میرا کام کاج کریں۔ ہاں اگر آپ دس سال پورے کریں تو یہ آپ کی طرف سے بطور احسان ہے۔ میں یہ ہرگز نہیں چاہتا کہ آپ کو مشقت میں ڈالوں۔ اللہ کو منظور ہے تو آپ مجھے بھلا آدمی پائیں گے۔''

موسیٰؑ نے اپنے سسر، جو کہ حضرت شعیب علیہ السلام تھے، سے فرمایا، آپ نے جو بات کہی وہ درست ہے۔ میں جونسی مدت پوری کروں، مجھے اس کا حق ہوگا۔ اس سلسلے میں مجھ پر کوئی زیادتی نہیں کی جائے گی۔ ہماری مفاہمت پر اللہ گواہ ہے جو سب کچھ سن رہا ہے۔ تاہم حضرت موسیٰؑ نے زیادہ مدت پوری کی، یعنی پورے دس سال ان کی خدمت کی۔

نبوت

حضرت موسیٰؑ نے دس سال کی مدت پوری کی تو اپنے گھر والوں سمیت واپس مصر کی طرف روانہ ہوئے۔ راستے میں رات ہوگئی۔ رات بہت تاریک اور سرد تھی۔ وہ راستہ بھول کر معروف راہ سے ہٹ گئے۔ ان حالات میں آپؑ کو طور کے دامن میں آگ روشن نظر آئی۔ آپ اپنے گھر والوں سے کہنے لگے کہ ٹھہرو میں نے آگ دیکھی ہے، ممکن ہے کہ میں وہاں سے کوئی خبر لاؤں۔ حضرت موسیٰؑ اس آگ کی طرف چلے جو انہیں نظر آئی تھی۔ جب وہاں پہنچے تو دیکھا کہ ایک کانٹے دار درخت میں آگ کے شعلے نظر آ رہے ہیں۔ لیکن درخت زیادہ سے زیادہ سرسبز ہوتا جا رہا ہے۔ آپ تعجب سے وہیں ٹھہر گئے۔ وہ درخت آپ کی دائیں طرف پہاڑ کے مغربی پہلو میں تھا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے، ''پس جب وہ وہاں پہنچے تو اُس بابرکت زمین کے میدان کے دائیں کنارے کے درخت میں سے انہیں آواز دی گئی: اے موسیٰؑ! یقیناً میں ہی اللہ ہوں، سارے جہانوں کا پروردگار۔'' (سورۃ القصص 28: 30)

سورۃ طٰہٰ میں ارشاد ہوتا ہے کہ ''جب وہ وہاں پہنچے تو انہیں آواز دی گئی، اے موسیٰؑ! یقیناً

میں ہی تیرا پروردگار ہوں۔ تو اپنی جوتیاں اتار دے، کیونکہ تو پاک میدان طویٰ میں ہے اور میں نے تجھے منتخب کر لیا ہے۔ اب جو وحی کی جائے اُسے کان لگا کر سن۔ بے شک میں ہی اللہ ہوں، میرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ پس تو میری ہی عبادت کر اور میری یاد کے لیے نماز قائم رکھ۔ قیامت یقیناً آنے والی ہے جسے میں پوشیدہ رکھنا چاہتا ہوں تا کہ ہر شخص کو وہ بدلہ دیا جائے جو اُس نے کوشش کی ہے۔ پس تجھے اس (کے یقین) سے کوئی ایسا شخص روک نہ دے، جو اس پر ایمان نہ رکھتا ہو اور اپنی خواہش کے پیچھے لگا ہوا ہو، ورنہ تو ہلاک ہو جائے گا۔'' (سورۃ طٰہٰ: 11 تا 16)

اس طرح وادی طویٰ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو اپنی نبوت اور رسالت کے لیے اپنا نبی اور رسول چن لیا۔ اللہ تعالیٰ آپ سے ہم کلام ہوئے اس لیے آپ کو کلیم اللہ کا لقب ملا۔

معجزات

اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کے اظہار کے لیے اور اپنی شان دکھانے کے لیے موسیٰؑ کو معجزات عطا فرمائے۔

پہلا معجزہ: عصا

حضرت موسیٰؑ سے فرمایا، ''اے موسیٰ! تیرے دائیں ہاتھ میں یہ کیا ہے؟ کیا یہ وہی لاٹھی نہیں جو تیری دیکھی بھالی ہے جب سے تجھے ملی ہے؟''

موسیٰؑ نے جواب دیا، ''یہ میری لاٹھی ہے جس پر میں ٹیک لگاتا ہوں اور جس سے میں اپنی بکریوں کے لیے پتے جھاڑا کرتا ہوں، اس سے مجھے اور بھی بہت سے فائدے ہیں۔''

فرمایا، ''اے موسیٰ! اسے نیچے ڈال دے۔''

آپ کے نیچے ڈالتے ہی وہ سانپ بن کر دوڑنے لگی۔ یہ ایک عظیم معجزہ تھا اور اس بات کی واضح دلیل تھی کہ جو آپ سے ہم کلام کر رہا ہے وہ اللہ ہی ہے جو ہر چیز کو پیدا کرتا ہے اور اسے ہر کام کی طاقت حاصل ہے۔ جب آپ نے دیکھا کہ وہ سانپ کی طرح پھنپھنا رہا ہے تو پیٹھ پھیر کر واپس ہو گئے اور پیچھے مڑ کر نہ دیکھا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے آواز دے کر فرمایا، ''اے موسیٰ! آگے آ، ڈر مت، یقیناً تو (ہر طرح) امن والا ہے۔''

جب آپ واپس آئے تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا، ''بے خوف ہو کر اسے پکڑ لے، ہم اسے

اس کی پہلی صورت میں دوبارہ لے آئیں گے۔‘‘(سورۃ طٰہٰ:20 :21)

آپؑ کو سخت خوف محسوس ہوا۔آپ نے اپنا ہاتھ قمیض میں ڈالا اور کپڑے میں لپیٹ کر اس کے منہ کے درمیان رکھا۔ جب اسے اچھی طرح پکڑ لیا تو وہ پہلے کی طرح دوشاخوں والا عصا بن گیا۔

دوسرا معجزہ: ید بیضاء

اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ اپنا ہاتھ گریبان میں ڈال کر نکالیں۔ جب نکالا تو وہ چاند کی طرح چمک رہا تھا۔ یہ سفیدی پھلبہری وغیرہ کے مرض کی وجہ سے نہیں تھی،اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا،’’اپنے ہاتھ کو اپنے گریبان میں ڈال۔وہ سفید چمکیلا نکلے گا بغیر کسی عیب کے۔اور خوف سے(بچنے کے لیے)اپنے بازو اپنی طرف ملا لے۔‘‘(سورۃ القصص:128 :22)

اس کا مطلب یہ ہے کہ جب تجھے خوف محسوس ہو تو اپنے دل پر ہاتھ رکھ لے، تجھے تسکین ہو جائے گی۔عصا اور ہاتھ کے معجزے کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے۔

’’پس یہ دونوں معجزے تیرے لیے تیرے رب کی طرف سے ہیں،فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف۔‘‘(سورۃ القصص:28 :22)

سورۃ البقرہ

(رکوع نمبر6)

سورۃ البقرہ (رکوع نمبر 6) کا متن بمعہ لفظی وبامحاورہ ترجمہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

شروع کرتی/کرتا ہوں ساتھ نام اللہ کے جو رحم کرنے والا نہایت مہربان ہے۔

یَا بَنِیۡۤ اِسۡرَآئِیۡلَ اذۡکُرُوۡا نِعۡمَتِیَ الَّتِیۡۤ اَنۡعَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ وَاَنِّیۡ فَضَّلۡتُکُمۡ عَلَی الۡعَالَمِیۡنَ ﴿۴۷﴾ وَاتَّقُوۡا
اے بنی اسرائیل یاد کرو نعمتیں میری وہ جو انعام کیں میں نے اوپر تمہارے اور میں نے فضیلت دی تم کو تمام جہانوں پر۔ اور ڈرو
اے بنی اسرائیل! تم میری اُن نعمتوں کو یاد کرو جو تم پر انعام کی گئیں اور بے شک تمھیں تمام جہانوں پر فضیلت بخشی۔(۴۷) اور اُس دن سے ڈرو
یَوۡمًا لَّا تَجۡزِیۡ نَفۡسٌ عَنۡ نَّفۡسٍ شَیۡئًا وَّلَا یُقۡبَلُ مِنۡهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا یُؤۡخَذُ مِنۡهَا عَدۡلٌ
اُس دن سے نہیں کام آئے گی کوئی جان کسی جان سے کچھ بھی اور نہ قبول کی جائے گی اُس سے سفارش اور نہ لیا جائے گا اُس سے بدلہ
جب کوئی جان کسی دوسری جان کی کچھ کفایت نہ کرے گی اور نہ ہی اُس سے کوئی سفارش قبول کی جائے گی اور نہ ہی اُس سے کوئی معاوضہ/بدلہ
وَّلَا هُمۡ یُنۡصَرُوۡنَ ﴿۴۸﴾ وَاِذۡ نَجَّیۡنَاکُمۡ مِّنۡ آلِ فِرۡعَوۡنَ یَسُوۡمُوۡنَکُمۡ سُوۡٓءَ الۡعَذَابِ یُذَبِّحُوۡنَ
اور نہ وہ مدد دیئے جائیں گے۔ اور جب نجات دی ہم نے تم کو قوم فرعون سے وہ پہنچاتے تھے تم کو بُرا عذاب وہ ذبح کرتے تھے
قبول کیا جائے گا اور نہ ہی اُن کی مدد ہوگی۔(۴۸) اور جب ہم نے تمھیں قومِ فرعون سے نجات عطا کی جو تمھیں بُرا عذاب دیتے تھے۔ وہ تمہارے بیٹوں کو قتل کر دیتے تھے
اَبۡنَآءَکُمۡ وَیَسۡتَحۡیُوۡنَ نِسَآءَکُمۡ وَفِیۡ ذٰلِکُمۡ بَلَآءٌ مِّنۡ رَّبِّکُمۡ عَظِیۡمٌ ﴿۴۹﴾ وَاِذۡ فَرَقۡنَا
تمہارے بیٹوں کو اور وہ زندہ رکھتے تھے عورتوں تمہاری کو اور بیچ اس کے آزمائش تھی تمھارے رب کی طرف سے بڑی۔ اور جب پھاڑا ہم نے
اور تمہاری بیٹیوں کو زندہ رہنے دیتے تھے اور اس (تکلیف) میں یقیناً تمہارے لئے بُہت بڑی آزمائش تھی۔(۴۹) اور جب ہم نے تمہارے لئے
بِکُمُ الۡبَحۡرَ فَاَنۡجَیۡنَاکُمۡ وَاَغۡرَقۡنَا آلَ فِرۡعَوۡنَ وَاَنۡتُمۡ تَنۡظُرُوۡنَ ﴿۵۰﴾ وَاِذۡ وٰعَدۡنَا مُوۡسٰۤی
تمھارے ساتھ دریا کو پس نجات دی ہم نے تم کو اور غرق کیا ہم نے قوم فرعون کو اور تم دیکھتے تھے۔ اور جب وعدہ لیا ہم نے موسٰیؑ سے
دریا (دریائے نیل) کو پھاڑ دیا پھر تمہیں نجات دی اور قومِ فرعون کو غرق کر دیا اور تم دیکھتے تھے۔(۵۰) اور جب ہم نے موسٰی علیہ السلام سے

اَرۡبَعِيۡنَ لَيۡلَةً ثُمَّ اتَّخَذۡتُمُ الۡعِجۡلَ مِنۡۢ بَعۡدِهٖ وَاَنۡتُمۡ ظٰلِمُوۡنَ (۵۱) ثُمَّ عَفَوۡنَا عَنۡكُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ ذٰلِكَ لَعَلَّكُمۡ تَشۡكُرُوۡنَ (۵۲)
چالیس راتوں کا پھر پکڑا تم نے بچھڑے کو بعد اس کے اور تم ظالم تھے۔ پھر معاف کردیا ہم نے تم کو بعد اس کے تاکہ تم شکر گزار بنوں
چالیس راتوں (کی عبادت) کا وعدہ لیا تھا تو تُم نے اِن کے بعد بچھڑے کو بطور معبود اختیار کرلیا اور تم ظلم کرنے والے بن گئے۔(۵۱) پھر ہم نے تمھیں اس (ظلم) کے بعد
وَاِذۡ اٰتَيۡنَا مُوۡسَى الۡكِتٰبَ وَالۡفُرۡقَانَ لَعَلَّكُمۡ تَهۡتَدُوۡنَ (۵۳) وَاِذۡ قَالَ مُوۡسٰى لِقَوۡمِهٖ يٰقَوۡمِ
اور جب دی ہم نے موسیٰؑ کو کتاب اور معجزے تاکہ تم راہ پاؤ اور جب کہا موسیٰؑ نے واسطے اپنی قوم کے اے قوم میری
معاف کردیا تاکہ تم شکر گزار بن سکو۔(۵۲) اور جب ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب اور معجزے عطا کئے تاکہ تم راہ ہدایت پر گامزن رہو۔(۵۳) اور جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی
اِنَّكُمۡ ظَلَمۡتُمۡ اَنۡفُسَكُمۡ بِاتِّخَاذِكُمُ الۡعِجۡلَ فَتُوۡبُوۡٓا اِلٰى بَارِئِكُمۡ فَاقۡتُلُوۡٓا
بے شک تم نے ظُلم کیا تم نے اپنی جانوں پر بسبب پکڑنے تمھارے بچھڑے کو پس توبہ کرو طرف اپنے خالق کی پس قتل کرو
قوم سے کہا بے شک تم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تم نے بچھڑے کو معبود بنالیا۔ تو تم اپنے پروردگار کے حضور توبہ کرو تو تم اپنے آپ کو قتل کرو
اَنۡفُسَكُمۡ ؕ ذٰلِكُمۡ خَيۡرٌ لَّكُمۡ عِنۡدَ بَارِئِكُمۡ ؕ فَتَابَ عَلَيۡكُمۡ ؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيۡمُ (۵۴)
جانوں اپنی کو یہ بہتر ہے تمھارے لئے نزدیک خالق تمھارے کے پس توبہ قبول کی تمھاری بے شک وہ وہی توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے ۔
یہ (عمل) تمہارے حق میں تمہارے پروردگار کے حضور بہتر ہوگا۔ پھر تم نے توبہ کی۔ بے شک وہ بہت توبہ قبول کرنے والا اور بہت رحم فرمانے والا ہے۔(۵۴)
وَاِذۡ قُلۡتُمۡ يٰمُوۡسٰى لَنۡ نُّؤۡمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهۡرَةً فَاَخَذَتۡكُمُ
اور جب کہا تم نے اے موسیٰؑ ہرگز نہ ہم ایمان لائیں گے تیرے لئے یہاں تک کہ ہم دیکھیں اللہ کو کُھلم کُھلا پس پکڑا تم کو
اور جب تم نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا ہم تم پر اُس وقت تک ایمان نہ لائیں گے جب تک اللہ تعالیٰ کو ظاہراً دیکھ نہ لیں۔ تو تمہیں کڑک نے دبوچ لیا
الصّٰعِقَةُ وَاَنۡتُمۡ تَنۡظُرُوۡنَ (۵۵) ثُمَّ بَعَثۡنٰكُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ مَوۡتِكُمۡ لَعَلَّكُمۡ تَشۡكُرُوۡنَ (۵۶) وَظَلَّلۡنَا عَلَيۡكُمُ
بجلی کی کڑک نے اور تم دیکھ رہے تھے۔ پھر دوبارہ زندہ کیا ہم نے تم کو بعد موت تمھاری کے تاکہ تم شکر کرو۔ اور سایہ کیا ہم نے تم پر
اور تم سب کچھ دیکھ رہے تھے۔(۵۵) پھر ہم نے تمہیں تمہاری موت کے بعد دوبارہ زندہ کردیا تاکہ تم شکر گزار بن جاؤ۔(۵۶) اور ہم نے تم پر بادلوں کا سایہ کیا
الۡغَمَامَ وَاَنۡزَلۡنَا عَلَيۡكُمُ الۡمَنَّ وَالسَّلۡوٰى ؕ كُلُوۡا مِنۡ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقۡنٰكُمۡ ؕ وَمَا ظَلَمُوۡنَا وَلٰكِنۡ
بادلوں کا اور نازل کیا ہم نے تم پر من اور سلویٰ کھاؤ پاکیزہ چیزوں سے جو رزق دیا ہم نے تم کو اور نہیں ظلم کیا انہوں نے ہم پر اور لیکن
اور تمہیں من اور سلویٰ (حلوہ اور بٹیرے) کھانے کے لئے عطا کئے (کہ) تم پاکیزہ رزق کھاؤ جو ہم نے تمہیں عنایت کیا ہے۔ اور تم ظلم نہ کرنا اور لیکن

كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ (۵۷) وَاِذْ قُلْنَا ادْخُلُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ فَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَّادْخُلُوْا
تھے جانوں اپنی پر وہ ظلم کرتے ۔اور جب کہا ہم نے داخل ہوجاؤں اس بستی میں پس کھاؤ اس میں سے جہاں سے تم چاہو کُھلا اور داخل ہوجاؤ
تم تو اپنی جانوں پرظلم کرتے رہے۔(۵۷)اور جب ہم نے انہیں کہا کہ اس بستی میں داخل ہوجاؤ پھر اس میں جہاں سے تم پسند کرو خوب سیر ہوکر کھاؤ اور سجدہ کرتے ہوئے
الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُوْلُوْا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطٰيٰكُمْ ط وَسَنَزِيْدُ
دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے اور کہو ہم بخشش مانگتے ہیں ہم معاف کردیں گے تمھارے لئے خطائیں تمھاری اور جلد ہم زیادہ دیں گے
دروازے سے داخل ہونا اور یہ کہو کہ ہمارے گناہ معاف کردو۔ہم تمہاری غلطیاں معاف کردیں گے۔اور ہم بھلائی کرنے والوں کو عنقریب زیادہ(برکت)عطا کریں
الْمُحْسِنِيْنَ (۵۸) فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ
احسان کرنے والوں کو۔پس بدل دیا ان لوگوں نے جنھوں نے ظلم کیا تھا بات کو سوائے اس بات کے جو کہی گئی تھی واسطے اُن کے
گے۔(۵۸) پھر ظلم کرنے والوں نے اس قول کو کسی دوسرے لفظ کے ساتھ بدل ڈالا جو انہیں پڑھنے کے لئے کہا گیا تھا۔
فَاَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ (۵۹)
پس نازل کیا ہم نے اُن لوگوں پر جنھوں نے ظلم کیا تھا عذاب آسمان سے بوجہ اس کے تھے وہ فسق کرتے
تو ہم نے ظلم کرنے والوں پر آسمانوں سے عذاب بھیجا کیونکہ وہ نافرمانی کرنے کو تُلے ہوئے تھے۔(۵۹)

مشکل الفاظ اور اُن کا مادہ

نمبر شمار	الفاظ	معانی	گرائمر	مادہ (Root)
1	اُذْكُرُوْا	تم یاد کرو	فعلِ امر	ذ ک ر
2	اَنْعَمْتُ	میں نے انعام کیا	فعل ماضی	ن ع م
3	فَضَّلْتُكُمْ	میں نے فضیلت دی تم کو	فعل ماضی	ف ض ل
4	اَلْعٰلَمِيْنَ	جمع عالَم'' (جہاں)		ع ا ل م
5	وَاتَّقُوْا	اور ڈرو	فعل امر	ت ق ی
6	تَجْزِىْ	جزا دے گی	فعل مضارع	ج ز ی

7	يُقْبَلُ	قبول کیا جائے گا	فعل مضارع	ق ب ل
8	شَفَاعَةٌ	کوئی سفارش	اسمِ صفت	ش ف ع
9	يُؤْخَذُ	لیا جائے گا	فعل مضارع مجہول	ا خ ذ
10	عَدْلٌ	کوئی بدلہ، معاوضہ	اسم صفت	ع د ل
11	يُنْصَرُوْنَ	وہ مدد کئے جائیں گے	فعل مضارع مجہول	ن ص ر
12	نَجَّيْنٰكُمْ	ہم نے نجات دی تم کو	فعل ماضی	ن ج ی
13	يَسُوْمُوْنَكُمْ	وہ چکھاتے ہیں تم کو	فعل مضارع	س و ا ن
14	يُذَبِّحُوْنَ	وہ ذبح کرتے ہیں	فعل مضارع	ذ بّ ح
15	وَيَسْتَحْيُوْنَ	وہ زندہ رکھتے ہیں	فعل مضارع	ح ی ت
16	نِسَآكُمْ	تمہاری عورتیں	نِسْوَۃٌ کی جمع (اسم)	ن س و ت
17	فَرَقْنَا	ہم نے پھاڑا	فعل ماضی	ف ر ک
18	فَاَنْجَيْنٰكُمْ	پس نجات دی ہم نے تم کو	فعل ماضی	ن ج ی
19	اَغْرَقْنَآ	غرق کیا ہم نے	فعل ماضی	غ ر ق
20	تَنْظُرُوْنَ	تم دیکھتے ہو	فعل مضارع	ن ظ ر
21	وٰعَدْنَا	وعدہ لیا ہم نے	فعل ماضی	و ع د
22	اتَّخَذْتُمُ	پکڑ لیا تم نے	فعل ماضی	ا خ ذ
23	ظٰلِمُوْنَ	ظلم کرنے والے (ظالم کی جمع)	فعل ماضی	ظ ل م
24	عَفَوْنَا	درگزر کیا ہم نے	فعل ماضی	ع ف و
25	تَشْكُرُوْنَ	تم شکر کرو گے	فعل مضارع	ش ک ر

26	اٰتَیْنَا	عطا کیا ہم نے اُن کو	فعل ماضی	ا ت ی
27	وَالْفُرْقَانَ	اور معجزے	صفتِ جمع	ف ر ق
28	تَھْتَدُوْنَ	تم ہدایت پاتے ہو	فعل مضارع	ہ د ی
29	قَالَ	کہا اُس نے	فعل ماضی	ق ا ل
30	بِاتِّخَاذِکُمُ	بسبب پکڑنے تمہارے کے	فعل ماضی	ا خ ذ
31	فَتُوْبُوْٓا	پس تم توبہ کرو	فعل امر	ت ا ب
32	فَاقْتُلُوْٓا	پس تم قتل کرو	فعل امر	ق ت ل
33	فَتَابَ	پس رجوع کیا اُس نے	فعل ماضی	ت ا ب
34	نُّؤْمِنَ	ہم ایمان لائیں گے	فعل مضارع	ا م ن
35	فَاَخَذَتْکُمُ	پس پکڑ لیا تم کو	فعل ماضی	ا خ ذ
36	بَعَثْنٰکُمْ	زندہ کیا ہم نے تم کو	فعل ماضی	ب ع ث
37	وَظَلَّلْنَا	اور سایہ کیا ہم نے	فعل ماضی	ن ز ل
38	اَلْغَمَامَ	بادل (جمع)	اسم معرفہ	غ م م
39	وَاَنْزَلْنَا	اور نازل کیا ہم نے	فعل ماضی	ن ز ل
40	اَلْمَنَّ	بٹیر کی قسم کا پرندہ	اسم معرفہ	م ن ن
41	وَالسَّلْوٰی	(سلویٰ) میٹھے قطرے حلوے کی طرح کا کھانا	عبرانی لفظ (اسم معرفہ)	س و ل
42	کُلُوْا	تم کھاؤ	فعل امر جمع	أ ک ل
43	طَیِّبٰتِ	پاکیزہ اشیاء	اسم صفت (جمع)	ط یّ ب
44	رَزَقْنٰکُمْ	دیا ہم نے تم کو	فعل ماضی	رِزْقٌ

45	يَظْلِمُوْنَ	وہ ظلم کرتے ہیں	فعل مضارع	ظ ل م
46	اُدْخُلُوْ	تم داخل ہو جاؤ	فعل امر جمع	د خ ل
47	اَلْقَرْيَةَ	بستی	اسم	ق ر ی
48	فَكُلُوْا	پس تم کھاؤ	فعل امر جمع	ا ک ل
49	شِئْتُمْ	تم نے چاہا	فعل ماضی	ش ا ا
50	رَغَدًا	بافراط سیر ہو کر	اسم صفت	ر غ د
51	خَطٰيٰكُمْ	تمہاری خطائیں	اسم صفت	خ ط ا
52	وَسَنَزِيْدُ	ہم عنقریب دیں گے زیادہ	فعل مضارع	ز ی د
53	اَلْمُحْسِنِيْنَ	احسان کرنے والے	"مُحْسِن" کی جمع (اسم)	ح س ن
54	فَبَدَّلَ	پھر بدل دیا	فعل ماضی	ب د ل
55	يَفْسُقُوْنَ	وہ فسق کرتے ہیں	فعل مضارع	ف س ق

سورۃ البقرہ

(رکوع نمبر 6)

اہم اکتشافات

☆ تعارفِ فرعون

☆ نجاتِ آلِ موسیٰؑ

☆ من وسلویٰ کا نزول

☆ بچھڑے کی پوجا

سورۃ البقرہ (رکوع نمبر 6) سے متعلق اہم اکتشافات پر گفتگو

س ا۔ فرعون کون تھا اور وہ بادشاہ کیسے بنا؟

فرعون

فرعون شہر اصفہان کا ایک غریب عطار تھا جب اس پر قرض بڑھ گیا تو اصفہان سے بھاگ کر شام پہنچا لیکن وہاں کوئی ذریعہ معاش نہ ملا۔ تب وہ روزی کی تلاش میں مصر آیا۔ اس نے دیکھا کہ گاؤں میں تربوز بُہت سستے بکتے ہیں اور شہر میں مہنگے۔ دل میں سوچا کہ نفع بخش تجارت ہے چنانچہ اس نے گاؤں سے تربوز خریدے اور شہر کی طرف چلا گیا مگر راستے میں محصول لینے والوں نے اس سے کئی جگہ محصول لے لیا۔ بازار آتے آتے صرف ایک تربوز بچا یہاں سے یہ سمجھا کہ اس مُلک میں کوئی شاہی نظام نہیں ہے جو چاہے حاکم بن کر مال لے لے۔ اس وقت مصر میں کوئی وبائی بیماری پھیلی ہوئی تھی جس سے بُہت لوگ مر رہے تھے۔ وہ قبرستان میں بیٹھ گیا اور کہا کہ میں شاہی افسر ہوں مُردوں پر ٹیکس لگا ہے فی مُردہ مجھے پانچ درہم دو اور دفن کردو۔ اس بہانے سے اس نے چند روز میں بُہت مال جمع کر لیا۔ اتفاقاً ایک دن کسی بڑے آدمی کو دفن کرنے کے لئے لایا گیا اس نے اس کے وارثوں سے بھی روپے مانگے اُنھوں نے اسے گرفتار کر کے بادشاہ تک پہنچا دیا اور سارا واقعہ بادشاہ کو سُنایا۔ بادشاہ نے پوچھا کہ تُجھے کس نے اس جگہ پر مقرر کیا ہے۔ اس نے کہا کہ میں نے آپ تک پہنچنے کا یہ راستہ اپنایا تھا۔ میں آپ کو خبر کئے دیتا ہوں کہ آپ کے مُلک میں بڑی بدنظمی ہے۔ میں نے تین مہینے کے عرصے میں ظُلماً اتنا مال جمع کر لیا تو باقیوں کا سوچیں کہ اُنھوں نے کیا کیا کِیا ہوگا۔ یہ کہہ کر اس نے سارا مال بادشاہ کے حوالے کر دیا اور کہا کہ اگر آپ انتظام میرے سپرد کر دیں تو میں آپ کا مُلک درست کر دوں گا۔ بادشاہ نے اس کی بات مان لی اور اسے کوئی معمولی عہدہ دے دیا۔ فرعون نے وہ طریقہ اختیار کیا جس سے بادشاہ بھی خُوش رہا اور رعایا بھی۔ رفتہ رفتہ تمام لشکر کا افسر بن گیا اور مُلک کا انتظام اچھا ہوگیا۔ جب بادشاہ مصر مرا تو رعایا

نے فرعون کو تخت پر بیٹھا دیا۔اس طرح وہ بادشاہ بن گیا۔بادشاہ بننے کے بعد لوگوں کو سجدہ کرنے کا حکم دے دیا جو نہیں کرتا تھا اس پر ظُلم وستم کے پہاڑ توڑتا تھا۔

س۲۔ حضرت موسٰی علیہ السلام اور ان کی قوم کو فرعون کے ظُلم سے نجات کیسے ملی؟

جب موسٰی علیہ السلام مدین سے مصر تشریف لائے اور راستے میں نبوت اور رسالت سے مشرف ہوئے تو چالیس سال تک یہاں قیام فرما کر فرعون اور فرعونیوں سے مقابلہ کرتے رہے اور ان کو بڑے بڑے معجزے دکھاتے رہے تا کہ وہ ایمان لیں آئیں مگر وہ ایمان نہ لائے۔ تب آپ نے مایوس ہو کر بارگاہِ الہٰی میں عرض کی کہ خُدایا کسی صورت سے بنی اسرائیل کو قبطیوں کے ہاتھ سے چُھڑا تا کہ بے خوف وخطر یہ تیری عبادت کریں حُکمِ الٰہی آیا آپ بنی اسرائیل کو جمع کر کے راتوں رات یہاں سے کوچ کر جاؤ۔مگر فرعون تمہارے پیچھے آئے گا تو ہلاک کر دیا جائے گا۔تب آپ نے خفیہ سب اسرائیلیوں کو خبر کر دی۔سارے اسرائیلیوں نے ایک جگہ جمع ہونے کا ارادہ کیا پھر راتوں رات سب نے معہ ساز وسامان کوچ کر لیا۔آگے چل کر راستہ بھول گئے۔ مرضی الٰہی یہی تھی لہذا آپ مشرقی جانب قُلزم کی طرف روانہ ہو گئے اور دریائے قُلزم کے مقام پر قیام کیا اور وہاں اپنے ڈیرے ڈال دیئے۔صُبح کے وقت فرعون کو جاسوسوں نے خبر دی کہ کل جہاں بنی اسرائیل جمع ہوئے تھے وہاں سے راتوں رات کوچ کر گئے ہیں۔فرعون کے دل میں غُصے کی آگ بھڑک گئی اس نے فوراً حُکم دیا کہ تیز گھوڑے اور عمدہ سوار جمع ہوں۔ستر ہزار گھڑ سوار فوج اس لشکر کے آگے آگے تھی۔فرعون نے معہ اس لشکر کے یہ راستہ بُہت جلد طے کر کے دو پہر کے وقت بنی اسرائیل کو جالیا۔بنی اسرائیل فرعونی لشکر کو دیکھ کر گھبرا گئے اور موسٰی علیہ السلام سے عرض کرنے لگے کہ بتائیں ہم کہاں جائیں۔آپ نے فرمایا مایوس نہ ہوں میرے ساتھ میرا رب ہے۔پھر وحی آئی کہ دریا پر اپنا عصا مار کر کہو کہ تو پھٹ جا اور ہم کو راستہ دے۔آپؑ نے ایسا ہی کیا ۔حکمِ الٰہی سے تیز ہوا چلی جس نے پانی کو پھاڑ کر اس میں راستہ بنا دیا۔دریا میں بارہ راستے پیدا ہو گئے جن کے درمیان پانی دیواروں کی طرح کھڑا ہو گیا۔آپ نے بنی اسرائیل کو حُکم دیا کہ اِن

راستوں میں داخل ہو جاؤ۔سب دریا میں چل دیئے۔ بارہ قبیلے تھے سب نے ایک ایک راستہ اپنالیا اور اس پر چل پڑے۔سب کے پیچھے حضرت موسیٰ علیہ السلام تھے۔اتنے میں فرعونی لشکر بھی دریا کے اس کنارے آپہنچا۔فرعون نے دیکھا کہ دریا میں راستے بنے ہوئے ہیں اس نے اپنے لشکر کو حُکم دیا کہ وہ بھی اس پر چل پڑیں۔حضرت جبرائیل علیہ السلام انسانی شکل میں گھوڑی پر سوار فرعون کے گھوڑے کے سامنے نمودار ہوئے تو گھوڑی کی بُو پا کر فرعون کا گھوڑا اس گھوڑی کے پیچھے چل دیا جب اس کی فوج نے فرعون کو جاتے دیکھا تو سب اس طرف داخل ہو گئے۔ سامری نے دیکھا کہ جس جگہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کی گھوڑی کی ٹاپ پڑتی ہے وہاں سبزہ اُگ آتا ہے۔اس نے سمجھا کہ اس مٹی میں کوئی تاثیر ہوگی اس نے تھوڑی مٹی اپنے ہاتھ میں لی۔ ادھر بنی اسرائیل نے دریا عبور کرلیا اور تماشہ دیکھنے لگے۔جب سارا لشکر دریا میں داخل ہو چُکا تو اس کو حُکمِ الٰہی پہنچا کہ تُو آپس میں مل جا۔دریا آپس میں مل گیا اور سب غرق ہو گئے۔اس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو فرعون کے ظُلم وستم سے نجات مل گئی۔

س۳۔ من وسلویٰ کس قوم پر نازل ہوا اور اس کا نازل ہونا بند کیوں ہو گیا؟

من اور سلویٰ

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام ستر ہزار اسرائیلوں کو زندہ وسلامت بحفاظت مصر سے نکال کر لے گئے تو سارے اسرائیلیوں کو حُکمِ الٰہی ہُوا کہ مصر سے روانہ ہو کر شام کی طرف چلو۔ وہاں پر ایک ظالم اور سخت قوم عمالقہ نے قبضہ کر رکھا ہے۔ان سے جہاد کرو اور اِن کو اس مُلک سے نکال کر خُود آباد ہو جاؤ۔ چاروں ناچار روانہ ہو گئے لیکن بات بات پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو شکایت کرتے تھے اور زبان درازی کر کے اِن کو تنگ کرتے تھے۔جب مصر اور شام کے درمیان بے آب ودانہ اور سخت گرم میدان میں پہنچے جس کا نام تیہ ہے اِنہیں وہاں خبر ملی کہ جن عمالقہ قوم سے ہم جنگ کرنے جا رہے ہیں وہ سخت جنگجو اور بہادر ہیں تو وہ لوگ جنگ سے ہمت ہار بیٹھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا کہ آپ اپنے رب کے ساتھ جا کر ان

سے جنگ کریں ۔ہم تو یہیں رہیں گے ۔رب نے اِن کو یہاں ہی چالیس سال کے لئے قید کر دیا۔ یہ میدان تیہ صرف بارہ کوس ہی تھا لیکن وہ اس میں ہی حیران و پریشان پھرے اور یہاں سے نکل نہ سکے ۔ اس لئے اس کو تیہ کہتے ہیں جس کے معنی حیرانی کے ہیں ۔ اب خورد ونوش کا انتظام یہ کیا گیا کہ دن میں سفید ہلکا بادل ان پر سایہ کر کے انہیں گرمی سے بچاتا تھا اوراندھیری رات میں ایک نُوری ستون اُترتا تھا جس کی روشنی میں وہ اپنا کام کاج کرتے تھے اورآفتاب نکلنے سے بیشتر نہایت لذیذ حلوہ برس جاتا تھا جس کو مَن کہتے ہیں جو ہر شخص کے لئے ایک صاع یعنی چار سیر ہوتا تھا جو اِن کو دن بھر کے لئے کافی تھا اور جُمعہ کے دن دوگنا برستا تھا تا کہ ہفتہ کے دن بھی کام آئے ۔ یہ لوگ شرینی سے گھبرا گئے اور نمکین چیز کا حضرت موسٰی علیہ السلام سے مطالبہ کیا۔ چنانچہ ہر روز اِن کے لئے عصر کے بعد نفیس کبابوں کا انتظام کیا گیا۔یعنی سَلوٰی ۔لیکن اس میں پابندی یہ تھی کہ روز کے روز کھالو۔کل کے لئے جمع نہیں کرنا ان لوگوں سے صبر نہ ہوا اورانھوں نے کل کے لئے رکھ چھوڑا۔جس کا انجام یہ ہوا کہ کباب سڑنے لگے اور اس کی بُو سے لوگوں کو تکلیف ہونے لگی اوراس کا آنا بند ہو گیا۔اس سے پہلے گوشت کبھی نہ سڑتا تھا۔حدیث شریف میں ہے کہ

''اگر بنی اسرائیل نہ ہوتے تو کھانا نہ سڑتا اور حوا کی خیانت نہ ہوتی تو کوئی بھی عورت اپنے شوہر سے خیانت نہ کرتی ''۔

س۴۔ گائے کے بچھڑے کی پوجا کس قوم نے کی۔تفصیل سے لکھیں؟ اورانکو کیا سزا ملی؟

بچھڑے کی پوجا

حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل سے تیس دن کا وعدہ فرما کر جانبِ کوہِ طور روانہ ہوئے اور عبادت میں مشغول ہو گئے ۔تیس دن بعد مسواک کر کے اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہوئے مگر مسواک کرنے کی وجہ سے دس دن اور رہنا پڑا۔تیس (30) دن بعد اسرائیلیوں میں کھلبلی مچ

گئی ۔انھوں نے حضرت ہارون علیہ السلام سے پوچھا کہ ہم ان زیورات کا کیا کریں ۔آپ علیہ السلام نے کہا کہ انہیں گڑھے میں دبا دو۔سامری نے ان سے کہا کہ یہ سونا مجھے دے دو میں تمھیں عجیب طلسم بنا دوں جس سے تم کو موسیٰ کی ضرورت باقی نہ رہے۔لوگوں نے سونا اس کے حوالے کر دیا۔سامری نے سونا گلا کر نہایت خوبصورت بچھڑا بنا دیا اور خاک اس کے مُنہ میں ڈال دی جو حضرت جبرائیل علیہ السلام کی گھوڑی کے قدموں سے اکھٹی کر کے رکھی ہوئی تھی ۔ جس سے اس میں آواز کی جنبش پیدا ہوگئی ۔سامری نے اسرائیلیوں سے کہا کہ دیکھو یہ خُدا کی طرف سے آیا ہے اور موسیٰ علیہ السلام اس کو وہاں ڈھونڈ رہے ہیں اور یہ ہمارے پاس آ گیا۔اسرائیلی اس کے بہکانے میں آ گئے ۔ کچھ لوگ اس کی عبادت کرنے لگے ۔ کچھ لوگ مل کر حضرت ہارون علیہ السلام کے ساتھ مل کر ان کو روکتے تھے اور کچھ لوگ خاموش رہے ۔ نہ عبادت کی نہ انکار کیا۔پہلی اور تیسری قسم کے لوگ عتاب میں آئے اور دوسری قسم کے لوگ محفوظ رہے ۔ادھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تورات شریف عطا ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کی قوم کی غفلت کی خبر دی ۔آپ علیہ السلام یہ سُن کر غمگین ہو گئے اور وہاں سے واپس آ کر حضرت ہارون علیہ السلام پر غُصہ ہوئے اور تورات شریف کی تختیاں ان کے ہاتھ سے ِگر گئیں ۔ حضرت ہارون علیہ لسلام نے بنی اسرائیل کی سرکشی اور اپنی معذوری و مجبوری بیان کی کہ میں نے ان کو بہت روکا لیکن نہ مانے ۔لہذا آپ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو توبہ کا حکم دیا۔سامری کے حق میں بددُعا کی اور بچھڑے کو جلا کر راکھ دریا میں پھینک دی۔

سزا

جب موسیٰ علیہ السلام نے بچھڑا پوجنے والوں کو توبہ کا حکم دیا اور اس شرط پر کہ تم ایک دوسرے کو قتل کرو گے ۔انہوں نے کہا کہ ہم رب کے حکم پر راضی ہیں ۔تب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ مجرمین بغیر ہتھیار کے باہر آ جائیں اور تلواریں گردنوں پر رکھ لیں اور اگر کسی نے آنکھ اٹھا کر بھی قاتل کو دیکھا یا اس کی تلوار کا وار اپنے ہاتھ یا پاؤں سے روکا تو اس کی

توبہ قبول نہ ہوگی ۔حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون علیہ السلام سے کہا کہ اپنے بندوں سے کہیں کہ وہ اپنی تلواروں سے انہیں قتل کرنا شروع کریں ۔آپ علیہ السلام کے حکم کی فوراً تعمیل ہوئی مگر جب یہ لوگ قتل کرنے ان لوگوں کے پاس گئے تو وہ لوگ محبت کی وجہ سے ان پر تلوار نہ اُٹھا سکے کیونکہ کوئی ان کا بیٹا ،کوئی پوتا ،کوئی بھتیجا تھا ۔تب اِن پر ایک سیاہ بادل بھیجا گیا جس سے سارے میدان میں اندھیرا ہوگیا اور کوئی کسی کو نہ دیکھ سکا پھر حکم ہُوا کہ جاؤ اِن کو قتل کرو چنانچہ ایک دن میں ستر ہزار آدمی قتل ہوئے ۔تب بنی اسرائیل کے بچے اور عورتیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آکر شور و فریاد کرنے لگے کہ اے موسیٰ علیہ السلام اپنے رب سے رحمت کی درخواست کرو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام ننگے سَر روتے ہوئے عاجزی کرتے ہوئے میدان میں آئے اور عرض کیا اے اللہ اسرائیلی ہلاک ہوتے جا رہے ہیں ۔اب رحم فرما ،تب وہ سیاہ بادل ہٹا اور حکم آیا کہ اب قتل بند کرو سب کی توبہ قبول ہوگئی ۔ہم سب کو جنت دیں گے۔

سورة البقره

(رکوع نمبر 7)

سورۃ البقرہ (رکوع نمبر 7) کا متن بمعہ لفظی وبامحاورہ ترجمہ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

شروع کرتی/کرتا ہوں ساتھ نام اللہ کے جو رحم کرنے والا نہایت مہربان ہے۔

وَاِذِ اسۡتَسۡقٰی مُوۡسٰی لِقَوۡمِهٖ فَقُلۡنَا اضۡرِبۡ بِّعَصَاكَ الۡحَجَرَ ؕ فَانۡفَجَرَتۡ مِنۡهُ اثۡنَتَا عَشۡرَةَ عَيۡنًا ؕ

اور جب پانی مانگا موسیٰ نے واسطے اپنی قوم کے پس کہا ہم نے مار عصا اپنا پتھر پر پس پھوٹ پڑے اس میں سے بارہ چشمے

اور جب موسیٰؑ نے اپنی قوم کے لیے پانی مانگا تو ہم نے کہا تم اپنا عصاء زمین پر مارو، پھر اس سے (جاری ہوئے) بارہ چشمے

قَدۡ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشۡرَبَهُمۡ ؕ كُلُوۡا وَاشۡرَبُوۡا مِنۡ رِّزۡقِ اللّٰهِ وَلَا تَعۡثَوۡا فِى الۡاَرۡضِ

تحقیق جان لیا ہرگروہ نے گھاٹ اپنا کھاؤ اور پیو (سے) رزق اللہ کے سے اور نہ تم پھرو زمین میں

جاری ہو گئے۔ یقیناً ہرگروہ نے اپنے گھاٹ کو پہچان لیا۔ کھاؤ اور پیو اللہ کے رزق میں سے اور تم زمین میں

مُفۡسِدِيۡنَ. (٦٠) وَاِذۡ قُلۡتُمۡ يٰمُوۡسٰى لَنۡ نَّصۡبِرَ عَلٰى طَعَامٍ وَّاحِدٍ فَادۡعُ لَنَا

فساد کرتے ہوئے اور جب کہا تم نے اے موسیٰؑ ہرگز نہیں ہم صبر کریں گے اوپر ایک کھانے کے پس دعا کر ہمارے لیے

فساد کرتے ہوئے مت پھرو (٦٠) اور جب تم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے یہ کہا کہ ہم ہرگز ایک کھانے پر اکتفا نہیں کر سکتے پس تم (موسیٰؑ)
اپنے رب سے ہمارے لیے

رَبَّكَ يُخۡرِجۡ لَنَا مِمَّا تُنۡۢبِتُ الۡاَرۡضُ مِنۡۢ بَقۡلِهَا وَقِثَّآئِهَا وَفُوۡمِهَا

اپنے رب سے وہ نکالے ہمارے لیے اس میں جو اگاتی ہے زمین سے ساگ اس کی اور ککڑی اس کے اور گیہوں اس کے

دعا کرو کہ وہ ہمارے لیے وہ چیز ظاہر کرے جس کو زمین اگاتی ہے، ساگ، ککڑی، گندم،

وَعَدَسِهَا وَبَصَلِهَا ؕ قَالَ اَتَسۡتَبۡدِلُوۡنَ الَّذِىۡ هُوَ اَدۡنٰى بِالَّذِىۡ هُوَ خَيۡرٌ ؕ اِهۡبِطُوۡا

اور مسور اس کے پیاز اس کے کہا کیا تم بدل دیتے ہو وہ چیز جو کہ وہ ادنیٰ ہے بدلے اس چیز کے کہ جو بہتر ہے اترو

دال مسور اور پیاز فرمایا (اللہ تعالیٰ نے) کیا تم ایسی چیز بدلتے ہو اس کے عوض جو کہ گھٹیا ہے بجز اس کے جو بہتر ہے

مِصۡرًا فَاِنَّ لَكُمۡ مَّا سَاَلۡتُمۡ ؕ وَضُرِبَتۡ عَلَيۡهِمُ الذِّلَّةُ وَالۡمَسۡكَنَةُ ق وَبَآءُوۡ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ؕ

کسی شہر میں پس بے شک تمہارے لیے جو مانگا تم نے اور ڈالی گئی ان پر ذلت اور محتاجی اور لوٹے غصے اللہ تعالیٰ کے سے

تم سب شام میں چلے جاؤ پھر بے شک تمہیں کچھ مل جائے گا جو تم طلب کر رہے ہو تو پر یہ ذلت اور محتاجی کو مسلط کر دیا گیا اور وہ اللہ کی
طرف سے غضب در غضب

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمۡ كَانُوۡا يَكۡفُرُوۡنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقۡتُلُوۡنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيۡرِ الۡحَقِّ ؕ ذٰلِكَ بِمَا

یہ اس لیے ہے کہ وہ تھے وہ تھے انکار کرتے ساتھ آیتوں اللہ کی کے اور وہ قتل کرتے تھے نبیوں کو ناحق یہ بوجہ اس کے جو

کے مستحق ٹھہرے۔ کیونکہ بے شک وہ اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کرتے تھے اور نبیوں کو ناحق قتل کرتے تھے
عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ.(۶۱)
نافرمانی کی انہوں نے اور تھے وہ حد سے نکل جاتے
وہ نافرمانی کرتے تھے اور اپنی حدوں سے باہر نکل جاتے تھے۔(۶۱)

مشکل الفاظ اور اُن کا مادہ

نمبر شمار	الفاظ	معانی	گرائمر
1	اسْتَسْقٰی	پانی مانگا	فعل ماضی
2	اضْرِبْ	مار	فعل امر
3	بِعَصَاکَ	عصا اپنا	اسم
4	فَانْفَجَرَتْ	پس پھوٹ پڑے	فعل ماضی
5	عَيْنًا	چشمے	اسم نکرہ
6	عَلِمَ	جان لیا	فعل ماضی
7	اُنَاسٍ	گروہ	اسم جمع الجمع
8	مَشْرَبَهُمْ	گھاٹ اپنا	اسم مشتق
9	كُلُوْا	کھاؤ	فعل امر جمع
10	وَاشْرَبُوْا	اور پیو	فعل امر جمع
11	لَاتَعْثَوْا	نہ پھرو	فعل امر نہی
12	مُفْسِدِيْنَ	فساد کرتے ہوئے	اسم فاعل (جمع)
13	نَصْبِرَ	ہم صبر کریں گے	فعل مضارع لَنْ حرف ناصبہ
14	فَادْعُ	پس دعا کر	فعل امر واحد
15	يُخْرِجْ	وہ نکالے	فعل مضارع
16	تُنْبِتُ	اگاتی ہے	فعل مضارع
17	بَقْلِهَا	ساگ اس کی	اسم جنس

18	قِثَّآئِهَا	ککڑی اس کی	اسم جنس
19	فُومِهَا	گیہوں اس کی	اسم جنس
20	عَدَسِهَا	مسور اس کی	اسم جنس
21	بَصَلِهَا	پیاز اس کی	اسم اشیاء
22	أَتَسْتَبْدِلُوْنَ	کیا تم بدل دیتے ہو	فعل مضارع
23	اهْبِطُوْا	اترو	فعل امر جمع
24	سَأَلْتُمْ	مانگا تم نے	فعل ماضی
25	ضُرِبَتْ	ڈالی گئی	فعل ماضی مجہول
26	الذِّلَّةُ	ذلت	اسم صفت
27	الْمَسْكَنَةُ	محتاجی	اسم صفت
28	بَاءُوْا	وہ لوٹے	فعل ماضی
29	يَكْفُرُوْنَ	انکار کرتے	فعل مضارع
30	وَيَقْتُلُوْنَ	اور وہ قتل کرتے تھے	فعل مضارع
31	عَصَوْا	نافرمانی کی انہوں نے	صفت
32	يَعْتَدُوْنَ	حد سے نکلتے جاتے	فعل مضارع

سورۃ البقرہ

(رکوع نمبر 7)

اہم اکتشافات

☆ بنی اسرائیل پر احسانات خداوندی

☆ بنی اسرائیل کی نافرمانیاں

☆ بنی اسرائیل کی نافرمانیوں کی سزا

سورۃ البقرہ (رکوع نمبر 7) سے متعلق اہم اکتشافات پر گفتگو

س ا۔ بنی اسرائیل پر اللہ تعالیٰ کے احسانات تفصیل سے لکھئے۔ نیز بنی اسرائیل کی نافرمانیاں اور اُن کی سزا کے بارے میں تفصیل سے لکھئے۔

بنی اسرائیل قوم، جن کا دوسرا نام یہودی ہے، ان کا ذکر پہلے پارے میں سورۃ البقرہ کے رکوع نمبر ۵ سے شروع ہوا ہے اور سارے قرآن پاک میں جگہ جگہ ان کا ذکر کیا گیا ہے۔ ان کی تاریخ، ان کے بلند مرتبے، ان کی غلطیوں، گناہوں، نافرمانیوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ نعمتوں کے چھن جانے کا بیان ہے۔ قرآن پاک کا یہ حصہ خاص طور پر توجہ کے لائق ہے۔ بنی اسرائیل کی تاریخ میں مسلمانوں کے لیے بہت سے عبرت اور نصیحت کے مواقع ہیں، تا کہ مسلمان ان غلطیوں، گناہوں اور نافرمانیوں سے بچ سکیں۔ جن کی وجہ سے یہ عظیم الشان قوم تباہ و برباد ہوئی اور اللہ کے غضب کا نشانہ بنی۔

قرآن پاک پر ایمان لانے کی دعوت سب سے پہلے بنی اسرائیل کو ہی دی گئی۔ اور یہ لوگ اللہ کے دین کے طریقہ سے واقف تھے۔ خاص طور پر ان کو مخاطب کر کے فرمایا گیا۔ اے بنی اسرائیل! جو نعمتیں، جو احسانات میں نے تم پر کیے، وہ یاد کرو۔

یہودیوں پر اللہ تعالیٰ کے احسانات

فرعون نے بنی اسرائیل کو اپنا غلام بنا رکھا تھا۔

ا۔ فرعون کی غلامی سے ان کو نجات دلائی۔ وہ کس طرح ان کے بیٹے قتل کرواتا تھا اور بیٹیوں کو زندہ رکھتا تھا۔ یہ کتنا بڑا ظلم تھا۔ اس عذاب سے نجات دلائی۔ ان کے دشمن فرعون کو غرق کیا۔

۲۔ ان کے لیے بحیرہ قلزم میں بارہ راستے بنائے۔

۳۔ بیابان میں، جنگل میں، من اور سلویٰ جیسی مزیدار خوراک انہیں کسی محنت و مشقت کے بغیر عطا فرمائی۔

۴۔ پانی پینے کے لیے پتھر سے چشمے جاری کیے۔

۵۔ مصیبتوں میں غیب سے مدد کی۔

۶۔ بغیر جنگ کیے ملک شام میں عراق، فلسطین میں ان کو آباد کیا۔

۷۔ دھوپ اور سخت گرمی میں بادلوں کا سایہ کیا گیا۔

۸۔ نبوت کا سلسلہ انہی کی نسل سے جاری رہا (سوائے آخری نبی حضرت محمدؐ کے)

ایک وقت تھا کہ بنی اسرائیل کو تمام جہان والوں پر فضیلت دی گئی تھی۔ جب دنیا کی تمام قومیں گمراہی اور تاریکی میں بھٹک رہی تھیں، شرک اور بت پرستی میں مبتلا تھیں تو صرف بنی اسرائیل ہی ایک ایسی قوم تھی جس کے پاس توحید کا تصور تھا۔ آسمانی کتاب تھی جو کہ ان کے لیے ہدایت وراہنمائی کا ذریعہ تھی۔ اس سے بڑھ کے اور کیا فضیلت ہوسکتی ہے۔ یہ قوم آہستہ آہستہ اپنی کمزوریوں، بدعقیدوں اور عیش پرستی، غرور، تکبر وفخر میں آ کے راہِ راست سے ہٹ گئی۔ اپنی کتاب تورات کو پسِ پشت ڈال دیا، بھلا دیا اپنی کتاب کو، بلکہ اس میں ردّ وبدل کرلیا اپنی خواہشات کے مطابق۔ یہ جرم انہوں نے کیے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے احسانات وانعامات یاد دلا کر جو وقتاً فوقتاً ان پر کیے گئے تھے، ان کی بدکرداریاں بھی ظاہر کی، ان کی نافرمانیاں بھی یاد دلائیں۔ یہ انسانی فطرت ہے کہ انسان اپنے محسن کے ساتھ محبت کرنے لگتا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ انہیں ٹھیک راستے کی تلقین کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے احسانات بھی بتلا رہا ہے۔

بنی اسرائیل کا فضیلت کے اس قدر اونچے مقام سے گر کر غضبِ الٰہی کے گڑھے میں گر جانا اہلِ علم کے لیے عبرت کا نشان ہے۔ اس لیے تو اللہ تعالیٰ نے ہر سپارے میں، ہر سورۃ میں کہیں نہ کہیں حضرت موسیٰؑ اور ان کی قوم کا ذکر کیا۔ مقصد صرف یہ ہے کہ قرآن کا قاری اگر اپنا سبق قرآن کے کسی بھی حصے سے پڑھ رہا ہوگا تو جب موسیٰؑ اور ان کی قوم کا ذکر آئے گا تو فوراً نصیحت اور عبرت کے لیے تیار ہوجائے گا کہ انہوں نے ایسا کیا، ہم ایسا نہیں کریں گے۔ جیسے ان کے اعمال تھے ہمیں ان سے بچنا ہوگا۔ کہیں ہم بھی اللہ کے غضب کا شکار نہ ہوجائیں۔

بنی اسرائیل کی نافرمانیاں

اللہ تعالیٰ نے جتنے احسانات، جتنی نعمتیں ان پر نازل کیں، انہوں نے اتنی ہی نافرمانیاں کیں اور خدا کے غضب وغصے کا شکار ہوئے۔

۱۔ شرک کیا، بچھڑے کی پوجا کی۔

۲۔ اللہ تعالیٰ کے حضور یہ گستاخی کی، بے جا مطالبہ کیا کہ ہم اللہ کو اپنی ان ظاہری آنکھوں سے دیکھنا چاہتے ہیں۔

۳۔ من اور سلویٰ کی ذخیرہ اندوزی کرنا۔ اللہ پر توکل نہ کرنا۔

۴۔ جہاد فی سبیل اللہ سے جی چرانا، انکار کرنا۔ (کہا) اے موسیٰ! تو اور تیرا رب جائے، تم لڑو۔ ہم تو یہیں بیٹھے ہیں، ہم نہیں لڑیں گے۔

۵۔ احکامِ الٰہی کی نافرمانی کرنا۔ توبہ کا معافی کا حکم ملا تو انہوں نے معافی مانگنے کی بجائے زمینی خوراک سبزیاں، ترکاریاں مانگیں۔

۶۔ انبیاء کرام کو شہید کرنا۔

۷۔ اپنے دن کی تعظیم نہ کرنا۔ عبادت کے ٹائم بھی دنیاوی کاروبار میں مصروف رہنا۔

۸۔ اپنے نبی سے بے جا سوال کرنا۔

۹۔ اپنی کتابوں میں ردّ و بدل کرنا۔ اللہ کے حکموں میں حجت بازی کرنا۔

نافرمانیوں کی سزا

شرک

جب انہوں نے بچھڑے کی پوجا کی اور توحید کو چھوڑ کر شرک میں مبتلا ہو گئے تو حکم ہوا، **فَاقْتُلُوْا اَنفُسَکُمْ**. اپنی جانوں کو مار ڈالو۔ جنہوں نے بچھڑے کو سجدہ نہیں کیا تھا وہ سجدے کرنے والوں کو قتل کریں۔ مفسرین بیان کرتے ہیں کہ اس وقت بنی اسرائیل میں تین گروہ بنا دیے گئے۔ ایک وہ جس نے بچھڑے کو سجدہ نہ کیا اور دوسروں کو بھی سجدہ کرنے سے روکا۔ یہ نیک بندے تھے۔ دوسرا گروہ وہ جس نے سجدہ کیا۔ تیسرا وہ جس نے سجدہ تو نہ کیا مگر اُن کو روکا بھی نہ۔ اس لیے حکم ہوا کہ نیک بندے سجدہ کرنے والوں کو قتل کریں۔ دراصل یہ دونوں گروہ سزا کے مستحق تھے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے جب تم ایسے ایک دوسرے کو قتل کرو گے تو گناہ کی گندگی، شرک کے گناہ سے تم پاک ہو جاؤ گے۔ یہی تمہاری نجات کا سبب ہے۔ اس سزا کے بعد ان کی توبہ قبول ہو گئے۔ انسان کی کامیابی اس میں ہے کہ وہ اللہ کے حکموں کو مان لے۔ خواہ اسے حکمت اور مصلحت معلوم ہو یا نہ

ہو۔اگر غلطی ہوجائے تو جلدی سے اعتراف کرے اور اصلاح کرے اور سچی توبہ کرے۔

اللہ تعالیٰ کے حضور گستاخی کرنا اور اس ذات پاک سے بے جا مطالبہ کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔اس گستاخی کی سخت سزا یہ ملی کہ ان پر بجلی گری اور سب مر گئے۔موسیٰ نے عرض کی،اے اللہ ان کو زندہ کردے۔پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو دوبارہ زندہ کیا،تاکہ وہ خدا کا شکر کریں۔

من وسلویٰ کی ذخیرہ اندوزی

آسمانی نعمتوں کا ذخیرہ نہ کریں۔یہ حکم تھا اللہ تعالیٰ کا۔ہر روز ضرورت کے مطابق ہی لیا کریں،البتہ جمعہ کے دن دو دن کی خوراک لے لیا کریں۔ان لوگوں نے حکم کی نافرمانی کی اور خوراک کو جمع کرنا شروع کردیا۔اس کی سزا یہ ملی کہ یہ نعمتیں نازل ہونا بند ہوگئیں۔انہوں نے خود ہی اپنا نقصان کیا۔اپنے رب پر توکل نہ کیا،کل کے لیے بچا کے ذخیرہ کر کے رکھا۔

جہاد فی سبیل اللہ سے انکار کرنا

جب انہوں نے بچھڑے کی پوجا کی تو اللہ کا حکم ہوا کہ اے موسیٰ!ان کو یہاں سے نکال کے لے جاؤ۔ارض مقدس میں جہاں ان کے اباءواجداد کی قبریں ہیں۔ابراہیمؑ،اسحاقؑ،اسمٰعیلؑ، یعقوبؑ وہاں دفن ہیں۔ملک شام کا علاقہ،فلسطین،عراق وہاں یہ جائیں لیکن وہاں ایک قوم آباد ہے پہلے ان کو ان سے جنگ کرنی پڑے گی۔یہ ان سے لڑیں اور ان کو فتح ہوگی۔وہ جگہ خالی کر جائیں گے۔پھر یہ وہاں آباد ہوں گے۔یہ لوگ مصر سے نکلے،حضرت موسیٰ اور حضرت ہارونؑ کے ساتھ۔جب ان کو معلوم ہوا کہ وہاں تو ایک ایسی قوم آباد ہے جن سے لڑنا ہے وہ بڑی بہادر قوم ہے،بڑی جنگجو ہے۔ان کے جسم بڑے مضبوط ہیں،لمبے تڑنگے ہیں۔ڈر گئے۔انہوں نے بزدلی کی اور کہنے لگے،اے موسیٰ!تو اور تیرا رب جا کے ان سے لڑے،ہم یہاں ہی بیٹھے ہیں۔جہاد فی سبیل اللہ سے انکار کیا۔ان کو پھر یہ سزا ملی،یہ وہاں جس جگہ یہ لوگ تھے،وہیں ان کو قید کردیا گیا۔ وہ قید کا میدان تھا۔چالیس سال وہاں یہ قید رہے۔

زمینی ترکاریوں کی فرمائش

حضرت موسیٰ کی وفات کے بعد حضرت یوشعؑ کے زمانے میں فلسطین کا یہ علاقہ فتح ہوا۔اسرائیلیوں کو حکم خدا ہوا کہ حِطّۃ کہتے ہوئے اس علاقے میں داخل ہونا گذشتہ معافی مانگے

ہوئے۔ان لوگوں ے بجائے معافی مانگنے کے اللہ کے حکم کو بدل کر حِطَّۃٌ سے حِنۡطَۃٌ فِی شَعِرَۃٍ یعنی دانہ بال کے اندر، کہتے ہوئے داخل ہوے۔اس ارض مقدس میں عاجزی اور انکساری کی بجائے ہنسی مذاق کرتے ہوئے دروازے سے گزرے۔اس نافرمانی کی سزا میں ان پر عذاب نازل کیا گیا۔طاعون کی بیماری کی وبا پھوٹ پڑی۔کافی لوگ اس بیماری کا شکار ہوئے اور اللہ کے عذاب کے مستحق ٹھہرے۔اللہ کا غضب وغصہ نازل ہوا محتاجی ملی۔

انبیاءکرام کوشہید کرنا

انبیاءکرام کا کہنا ماننے کی بجائے ان کو یہ ناحق شہید کر دیتے۔شکر کرنے کی بجائے کہ اللہ تعالیٰ نے نبوت کا سلسلہ ان کی نسل میں رکھا تھا۔نسل در نسل نبی آتے تھے۔ناشکری کرنے سے اللہ تعالیٰ نعمتیں چھین لیتا ہے۔یہ ہی اس کا قانون ہے۔نبوت کا سلسلہ ان کی ناشکری کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے نبوت کا سلسلہ بنی اسحاق سے بنی اسمٰعیل میں منتقل کر دیا۔یہ سزا تھی ان کی ناشکری کی یہ نعمت ان کی چھین لی گئی۔بنی اسمٰعیل میں یہ نبوت کا سلسلہ منتقل کر دیا گیا۔

اپنے دین کی تعظیم نہ کرنا

ہفتے کا دن ان کی عبادت کا دن تھا، جیسے ہمارا دن جمعۃ المبارک کا دن ہے۔ان کے لیے یہ حکم تھا کہ ہفتے کے دن تم نے دنیاوی کاروبار نہیں کرنا۔ان کا دنیاوی کاروبار تھا۔شکار کرنا، مچھلی کو پکڑنا، بازار میں بیچنا اور قیمت وصول کرنا اور اس کا کھانا وغیرہ۔انہوں نے اللہ کے اس حکم کی نافرمانی کی۔شکار سے باز نہ آئے۔اس کی سزا یہ مل کر ان کو بندر بنا دیا گیا۔اس واقعے کے بیان کرنا کے بعد اعلان کیا گیا کہ اس وقت کے لوگوں کے لیے اور بعد میں آنے والوں کے لیے بھی یہ باعث عبرت ہوگا۔اور نصیحت بنا دی گئی ہے۔تمام لوگوں کے لیے یہ بات جو اپنے خدا کے انعامات اور اپنے دین کی تعظیم نہیں کرتے۔ان کا انجام یہی ہوتا ہے۔

سورۃ البقرہ

(رکوع نمبر 8)

سورۃ البقرہ (رکوع نمبر 8) کا متن بمعہ لفظی و بامحاورہ ترجمہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

شروع کرتی/کرتا ہوں ساتھ نام اللہ کے جو رحم کرنے والا نہایت مہربان ہے۔

اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَالَّذِیۡنَ هَادُوۡا وَالنَّصٰرٰی وَالصّٰبِئِیۡنَ مَنۡ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ
بے شک جو لوگ ایمان لائے اور جو لوگ یہودی ہوئے اور عیسائی ہوئے اور بے دین ہوئے جو کوئی ایمان لائے اللہ پر اور آخرت کے دن پر
بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور وہ لوگ جو یہودی ہوئے اور عیسائی ہوئے اور بے دین (صابی) ہوئے جو اللہ پر اور روزِ آخرت پر ایمان لائے
وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمۡ اَجۡرُهُمۡ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ ج وَلَا خَوۡفٌ عَلَيۡهِمۡ وَلَا هُمۡ يَحۡزَنُوۡنَ. (۶۲) وَاِذۡ اَخَذۡنَا
اور عمل کیے نیک پس اُن کے لیے اجر اُن کا نزدیک اُن کے رب کے ہے اور نہ خوف ہوگا اُن پر اور نہ وہ غمگین ہوں گے اور جب لیا ہم نے
اور نیک عمل کیے تو اُن کے لیے اجر و ثواب اُن کے رب کی طرف سے ہوگا اور نہ وہ خوفزدہ ہوں گے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔(۶۲) اور جب ہم نے
مِيۡثَاقَكُمۡ وَرَفَعۡنَا فَوۡقَكُمُ الطُّوۡرَ ط خُذُوۡا مَآ اٰتَيۡنٰكُمۡ بِقُوَّةٍ وَّاذۡكُرُوۡا مَا فِيۡهِ لَعَلَّكُمۡ تَتَّقُوۡنَ. (۶۳) ثُمَّ تَوَلَّيۡتُمۡ مِّنۡۢ
عہد تمہارا اور بلند کیا ہم نے اوپر تمہارے طور پہاڑ پکڑو جو دیا ہم نے تم کو قوت سے اور یاد کرو جو کچھ اس میں ہے تاکہ تم بچو پھر پھر گئے تم
ان سے پختہ وعدہ کیا اور اُن پر کوہِ طور بلند کیا (کہ) پکڑ لو مضبوطی سے جو کچھ ہم نے تمہیں عطا کیا ہے اور جو کچھ اُس میں ہے اُسے اچھی طرح یاد کرو تاکہ تم متقی ہو جاؤ۔(۶۳)
بَعۡدِ ذٰلِكَ ج فَلَوۡلَا فَضۡلُ اللّٰهِ عَلَيۡكُمۡ وَرَحۡمَتُهٗ لَكُنۡتُمۡ مِّنَ الۡخٰسِرِيۡنَ. (۶۴) وَلَقَدۡ عَلِمۡتُمُ الَّذِيۡنَ
اس کے بعد پس اگر نہ ہوتا فضل اللہ کا تم پر اور رحمت اُس کی البتہ ہوتے تم نقصان پانے والے اور البتہ تحقیق جانتے ہو تم اُن لوگوں کو
پھر تم اس کے بعد (اپنے وعدے سے) پھر گئے۔ تو اگر تم پر اللہ کا فضل اور رحمت نہ ہوتی تو یقیناً تم خسارہ پانے والے ہو جاتے۔(۶۴) اور تحقیق تم کو معلوم ہو گیا کہ جنہوں
اعۡتَدَوۡا مِنۡكُمۡ فِى السَّبۡتِ فَقُلۡنَا لَهُمۡ كُوۡنُوۡا قِرَدَةً خٰسِئِيۡنَ. (۶۵) فَجَعَلۡنٰهَا نَكَالًا لِّمَا بَيۡنَ
جنہوں نے زیادتی کی تم میں سے ہفتے کے دن میں پس کہا ہم نے اُن کے لیے ہو جاؤ بندر ذلیل پس بنایا ہم نے اس کو عبرت واسطے ان کے جو
نے ہفتہ کے دن نافرمانی کی تھی تو ہم نے انہیں ذلیل کیے ہوئے بندر بن جانے کو کہا تھا۔(۶۵) پھر ہم نے اُن کو اگلے اور پچھلوں کے لیے (نشان) عبرت بنا دیا

يَدَيْهَا وَمَا خَلْفَهَا وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ. (٦٦) وَاِذْ قَالَ مُوسٰى لِقَوْمِهٖٓ اِنَّ اللّٰهَ
پہلے اُن سے ہیں اور جو پیچھے اُن کے اور نصیحت ہے واسطے پرہیزگاروں کے اور جب کہا موسیٰ نے واسطے اپنی قوم کے بے شک اللہ تعالیٰ
اور متقین کے لیے باعث نصیحت بنا دیا۔(٦٦) اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے ارشاد کیا (کہ) بے شک اللہ تعالیٰ
يَاْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً ط قَالُوْٓا اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا ط قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ
حکم دیتا ہے تم کو یہ کہ تم ذبح کرو ایک گائے انہوں نے کہا کیا تو کرتا ہے ہم سے مذاق کہا میں پناہ مانگتا ہوں اللہ کی یہ کہ میں ہو جاؤں
تم کو حکم صادر کرتا ہے کہ تم ایک گائے ذبح کرو (تو) انہوں نے کہا کہ کیا تو ہمارے ساتھ مذاق کرتا ہے۔ فرمایا (موسیٰ نے) میں اس بات سے اللہ کی پناہ طلب کرتا ہوں
مِنَ الْجٰهِلِيْنَ. (٦٧) قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ ط قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ
جاہلوں میں سے کہا انہوں نے دعا کر ہمارے لیے رب اپنے سے وہ بیان کرے ہمارے لیے کیسی ہو وہ؟ کہا بے شک وہ کہتا ہے
کہ میں جاہلوں میں سے ہو جاؤں۔(٦٧) (تو) انہوں نے کہا کہ اپنے رب سے دعا کریں کہ وہ کھول کر بیان کرے کہ وہ (گائے) کیسی ہے؟ فرمایا (موسیٰ نے) بے شک وہ
اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا فَارِضٌ وَّلَا بِكْرٌ ط عَوَانٌ م بَيْنَ ذٰلِكَ ط فَافْعَلُوْا مَا تُؤْمَرُوْنَ. (٦٨) قَالُوا ادْعُ
بے شک وہ گائے ہے نہیں بوڑھی اور نہ بچہ جوان ہو درمیان اس کے پس کرو جو تم حکم دیے جاتے ہو انہوں نے کہا دعا کر
(اللہ تعالیٰ) فرماتا ہے کہ یقیناً وہ ایسی گائے ہے جو نہ تو بوڑھی ہے اور نہ بچی (بلکہ) ان دونوں (انتہاؤں) کے درمیان ہے۔ پس تم وہ کام کرو جس کا تمہیں حکم دیا جاتا
لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا لَوْنُهَا ط قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ صَفْرَآءُ لا
ہمارے لیے اپنے رب سے وہ بیان کرے ہمارے لیے کیسا ہو رنگ اُس کا کہا بے شک وہ کہتا ہے بے شک وہ گائے ہے زرد
ہے۔(٦٨) (پھر) کہا انھوں (بنی اسرائیل) نے کہ اپنے رب سے کہو کہ وہ کھول کھول کر بیان کرے کہ اُس کا رنگ کیسا ہے۔ فرمایا (موسیٰ نے) بے شک وہ (اللہ تعالیٰ)
فَاقِعٌ لَّوْنُهَا تَسُرُّ النّٰظِرِيْنَ. (٦٩) قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا
گہرا/ ڈبڈبا رنگ اُس کا اچھی لگتی ہو دیکھنے والوں کو کہا انہوں نے دعا کر ہمارے لیے رب اپنے سے وہ بیان کرے ہمارے لیے
فرماتا ہے کہ وہ پیلے رنگ والی گائے ہے اور اُس کا رنگ گہرا ہے جو دیکھنے والوں کو بہت بھلی معلوم ہوتی ہے۔(٦٩) فرمایا (پھر) دعا کرو اپنے رب سے کہ وہ کھول کر بیان
مَا هِيَ لا اِنَّ الْبَقَرَ تَشٰبَهَ عَلَيْنَا ط وَاِنَّآ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ لَمُهْتَدُوْنَ. (٧٠) قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا
کیسی ہو وہ بے شک گائے مشتبہ ہے ہم پر اور بے شک ہم اگر چاہا اللہ نے البتہ راہ پانے والے ہیں کہا بے شک وہ کہتا ہے بے شک
کرے کہ وہ گائے کیسی ہے؟ بے شک گائے کے بارے میں ہم تو شبہ میں پڑ گئے ہیں اور بے شک اگر اللہ نے چاہا تو ہم رہ پا جائیں گے۔(٧٠) فرمایا، بے شک وہ فرماتا ہے
بَقَرَةٌ لَّا ذَلُوْلٌ تُثِيْرُ الْاَرْضَ وَلَا تَسْقِي الْحَرْثَ ج مُسَلَّمَةٌ لَّا شِيَةَ فِيْهَا ط قَالُوا الْـٰٔنَ جِئْتَ
وہ گائے ہے نہ جوتی ہو کہ پھاڑے زمین کو اور نہ پانی دیتی ہو کھیتی کو تندرست ہو نہ داغ ہو اُس میں کہا انہوں نے اب لایا ہے تو

کہ یقیناً وہ گائے ہے جو نہ تو زمین میں ہل چلانے والی اور نہ کھیتوں کو سیراب کرنے والی بے داغ ہے۔ کہا (بنی اسرائیل نے) اب تو درست بات لے کر آیا ہے۔
بِالْحَقِّ ط فَذَبَحُوْهَا وَمَا كَادُوْا يَفْعَلُوْنَ. (١٧)
حق کو پس ذبح کیا اُس کو اور نہ قریب تھے کہ وہ کرتے۔
پھر انہوں نے اسے ذبح کیا اور (حالانکہ دل سے) وہ ایسے نہ کرنا چاہتے تھے۔(١٧)

مشکل الفاظ اور اُن کا مادہ

نمبر شمار	الفاظ	معانی	مادہ
1	هَادُوْا	یہودی	ه ا د
2	النَّصٰرٰى	عیسائی	ن ص ر
3	وَالصَّابِئِيْنَ	بے دین	ص ا ب ء
4	يَحْزَنُوْنَ	غمگین ہوں گے	ح ز ن
5	اَخَذْنَا	لیا ہم نے	ا خ ذ
6	مِيْثَاقَكُمْ	عہد تمہارا	م ی ث ا ق
7	وَرَفَعْنَا	اور بلند کیا ہم نے	ر ف ع
8	الطُّوْرَ	طور پہاڑ	ط و ر
9	خُذُوْا	پکڑو	ا خ ذ
10	بِقُوَّةٍ	قوت سے	ق و ۃ
11	وَّاذْكُرُوْا	اور یاد کرو	ذ ک ر
12	تَوَلَّيْتُمْ	پھر گئے تم	و ل ل
13	لَكُنْتُمْ	البتہ ہوتے	ی ک ن
14	الْخٰسِرِيْنَ	نقصان پانے والے	خ س ر
15	عَلِمْتُمْ	جانتے ہو تم	ع ل م
16	اعْتَدَوْا	جنہوں نے زیادتی کی	ع ت د

17	السَّبْتِ	ہفتے کے دن	س ب ت
18	كُوْنُوْا	ہو جاؤ	ی ک ن
19	قِرَدَةً	بندر	ق ر د
20	خٰسِئِيْنَ	ذلیل	خ س ء
21	نَكَالًا	ان کو عبرت واسطے	ن ک ل
22	مَوْعِظَةً	نصیحت	و ع ظ
23	تَذْبَحُوْا	تم ذبح کرو	ذ ب ح
24	اَتَتَّخِذُنَا	کیا تو کرتا ہے	ا ح ذ
25	هُزُوًا	ہم سے مذاق	ہ ز و
26	اَكُوْنَ	میں ہو جاؤں	ی ک ب
27	الْجٰهِلِيْنَ	جاہلوں میں سے	ج ہ ل
28	فَارِضٌ	بوڑھی ہو	ف ر ض
29	بِكْرٌ	بچہ ہو	ب ک ر
30	عَوَانٌ	جوان ہو	ع و ن
31	فَافْعَلُوْا	پس کرو	ف ع ل
32	تُؤْمَرُوْنَ	تم حکم دیے جاتے ہو	ء م ر
33	لَوْنُهَا	رنگ اس کا	ل و ن
34	صَفْرَآءُ	زرد	ص ف ر
35	فَاقِعٌ	ڈبڈبا	ف ق ع
36	لَّوْنُهَا	رنگ اس کا	ل و ن

37	تَسُرُّ	اچھی لگتی ہو	س ر ر
38	النّٰظِرِيْنَ	دیکھنے والوں کو	ن ظ ر
39	تَشٰبَهَ	مل گئی	ش ب ہ
40	ذَلُوْلٌ	جوتی ہو	ذ ل ل
41	تُثِيْرُ الْاَرْضَ	پھاڑے زمین کو	ث ی ر
42	تَسْقِى الْحَرْثَ	پانی دیتی ہو کھیتی کو	س ق ا
43	مُسَلَّمَةٌ	تندرست ہو	س ل م
44	اَلْئٰنَ جِئْتَ	اب لایا ہے	ح ا ا
45	فَذَبَحُوْهَا	پس ذبح کیا	ذ ب ح
46	كَادُوْا	نہ قریب تھے	ک ا د
47	يَفْعَلُوْنَ	کہ وہ کرتے	ف ع ل

سورۃ البقرہ

(رکوع نمبر 8)

اہم اکتشافات

☆ واقعہءسبت

☆ ذبحِ گائے کا حکم

سورۃ البقرہ (رکوع نمبر 8) سے متعلق اہم اکتشافات پر گفتگو

س ا۔ اللہ تعالیٰ نے بوجہ نافرمانی کس قوم کو بندر بنا دیا؟ تفصیل سے لکھئے۔

جس طرح عیسائیوں کے ہاں اتوار اور مسلمانوں کے ہاں جمعہ مقدس دن ہے، اسی طرح یہودیوں کے ہاں ہفتہ ایک مقدس دن شمار ہوتا ہے۔ یہ دن ان کے ہاں صرف اللہ کی عبادت کے لیے مخصوص ہے اور اس روز دنیا کے کام مثلاً تجارت، زراعت یا شکار وغیرہ ممنوع ہیں۔ روایتوں میں آتا ہے کہ حضرت داؤدؑ کے زمانہ میں یہودیوں کی ایک بڑی تعداد ایک (فلسطین کے جنوب) کے مقام پر آباد تھی۔ یہ واقعہ اسی آبادی کا ہے۔ یہ لوگ اللہ کے حکم کی خلاف ورزی بڑی چالبازی سے کرتے تھے۔ انہیں حکم تھا کہ سبت کے دن مچھلی کا شکار ہرگز نہ کیا کریں۔ اللہ تعالیٰ کو ان کی آزمائش بھی درکار تھی۔ عام طور پر سبت کے دن بڑی کثرت سے مچھلی آتی۔ یہودیوں نے اللہ کے حکم کی ظاہری صورت برقرار رکھتے ہوئے حیلہ سازی سے ایک تدبیر نکالی۔ وہ ہفتہ کے دن دریا کے قریب گڑھے کھود لیتے۔ مچھلی بڑی مقدار میں پانی کے ساتھ ان گڑھوں میں پہنچ جاتی۔ اس کے بعد یہ لوگ دریا کی طرف والا گڑھوں کا راستہ بند کر دیتے اور اگلے دن ان گڑھوں سے مچھلی نکال لیتے۔ اس مسلسل نافرمانی پر اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ سزا دی کہ وہ انسان سے بندر بنا دیے گئے اور ان کی صورتیں مسخ کر دی گئیں۔

اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بعض باتیں اللہ کی طرف سے صرف آزمائش کے لیے آتی ہیں۔ یعنی اُن سے صاف طور پر یہ واضح کرنا مقصود ہوتا ہے کہ اللہ کے بندے سختی اور آسائش دونوں حالتوں میں اس کے فرمانبردار بندے رہتے ہیں۔ بندہ آزمائش میں پورا اُترے، اس کے لیے آسانیاں ہی آسانیاں ہیں، لیکن بے صبروں کے لیے سزا بہت سخت ہے۔

بنی اسرائیل کی تاریخ کے اہم واقعات قرآن مجید اس غرض سے بیان کر رہا ہے کہ ایک طرف خود یہود کو شرمساری اور ندامت ہو، وہ اپنی حقیقت کو پہچان لیں اور سیدھی راہ کی طرف مائل ہوں، اور دوسری طرف مسلمانوں کے لیے تنبیہ ہو۔ وہ گذشتہ قوموں کے واقعات سے عبرت

پکڑیں، اپنے اعمال کا جائزہ لیں، سبق حاصل کریں اور قرآن مجید کی روشنی میں اپنے آپ کو ٹھیک کر لیں۔

اس آیت سے یہ بھی سمجھ میں آتا ہے کہ دنیا کے پچھلے واقعات سے انسان کس قدر نصیحت حاصل کر سکتا ہے۔ حقیقت میں اس مقدس کتاب یعنی قرآن مجید نے نہایت وضاحت سے یہ بات ذہن نشین کر دی ہے کہ تاریخ کا فائدہ انسان کے لیے ہے اور یہ کہ ہر واقعہ تاریخ بننے کے قابل نہیں۔ صرف وہی واقعات تاریخ کہلانے کے مستحق ہیں جن سے انسان کوئی اچھا سبق حاصل کر سکے۔

س۲۔ سورۃ البقرہ میں گائے کے ذبح کرنے کا حکم سن کر بنی اسرائیل نے کیا کیا؟

بنی اسرائیل میں ایک شخص قتل ہو گیا۔ قاتل کو کوئی سراغ نہیں ملتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰؑ کو حکم دیا کہ بنی اسرائیل کو حکم دیں کہ ایک گائے ذبح کریں اور اس کے گوشت کا ایک ٹکڑا مقتول کے جسم پر لگائیں۔ اسے وہ زندہ ہو کر اپنے قاتل کا پتہ بتا دے گا اور تمام مسئلہ حل ہو جائے گا۔

بنی اسرائیل گائے کو مقدس سمجھتے تھے۔ انہیں گمان ہوا کہ شاید موسیٰؑ مذاق کر رہے ہیں۔ موسیٰؑ نے ان کے غلط فہمی دور کی۔ فرمایا کہ نبی اللہ کے دین کی باتوں اور اللہ کے حکموں میں ہنسی مذاق نہیں کرتے۔ ہنسی مذاق جاہلوں کا کام ہے۔ سمجھ دار انسان ایسا نہیں کرتے۔

اللہ کا یہ حکم بالکل سیدھا اور آسان حکم تھا۔ وہ کوئی گائے لے کر ذبح کر دیتے لیکن انہوں نے اپنے نبی کے ساتھ اور اللہ تعالیٰ کے حکموں میں حجت بازی کی، طرح طرح کے سوال کرنے شروع کر دیے۔ گائے کی عمر کتنی ہو، جوان ہو، بوڑھی ہو، رنگ کیسا ہو، سیدھے سادھے حکم کو خود ہی انہوں نے اس قدر پیچیدہ اور مشکل بنا دیا۔ اصل میں وہ اللہ کے حکم میں ٹال مٹول کرنا چاہتے تھے۔ وہ سوال کرنے لگے۔ اللہ تعالیٰ ان کے ہر سوال کا جواب دیتے گئے اور بتایا کہ گائے نہ بوڑھی ہو، بچی ہو، جوان ہو، اس میں کوئی داغ نہ ہو، تندرست ہو، ہل بھی نہ چلاتی ہو، کھیت کو پانی بھی نہ دیتی ہو، اس کا رنگ بھی زرد ہو، دیکھنے والوں کو بھلی معلوم ہوتی ہو۔ سب کچھ جان لینے کے بعد انہوں

نے کہا، ابھی ہماری سمجھ میں نہیں آیا، گائے کو پہچاننے میں کچھ شبہ ہے۔غرض کہ بڑی حجتوں کے بعد انہوں نے گائے ذبح کی۔اب بھی ان کا رویہ ایسا لگتا تھا کہ وہ ایسا نہیں کریں گے۔اگر انہوں نے کیا تو بادل نخواستہ حکم الٰہی کی تعمیل کی تھی۔گائے کو ذبح کیا۔اس کا ایک ٹکڑا مقتول کے جسم سے لگایا، وہ زندہ ہوا اور اس نے قاتل کا نام اور پتہ بتا دیا اور بہت بڑی ایک مشکل حل ہوگئی۔اور مقتول یہ بتانے کے بعد مر گیا۔

اس واقعے کی نسبت سے اس سورۃ کا نام بقرۃ رکھا گیا۔اور اللہ تعالیٰ کی اس میں حکمت پوشیدہ تھی، اللہ تعالیٰ نے جس طرح اس مقتول کو دوبارہ زندہ کر کے اس کے قاتل کا پتہ لگایا اور پہلی زندگی کے حالات معلوم کر لیے۔سمجھا دیا کہ اسی طرح ہم تمام انسانوں کو قیامت کے دن زندہ کریں گے اور وہ خود اپنے اعمال کی خود گواہی دیں گے۔اور یہ ہمارے لیے کوئی مشکل نہیں۔اور دوسری بات کہ گائے محض خدا کی مخلوق ہے۔یہ پوجا کے لائق نہیں۔یہ حقیقت بھی کھل جائے اور اس کی محبت بھی ان کے دل سے نکل جائے۔اس واقعے میں کیسی نصیحت ہے۔غور کریں۔اور اپنی زندگی سنوار لو۔گذشتہ قوموں کے حالات واقعات سنانے کا مقصد سبق حاصل کرنا، اور عبرت حاصل کرنا ہے۔اپنے حالات سنوارنا ہے۔

سورۃ البقرہ

(رکوع نمبر 9)

سورۃ البقرہ (رکوع نمبر 9) کا متن بمعہ لفظی وبامحاورہ ترجمہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

شروع کرتی/کرتا ہوں ساتھ نام اللہ کے جو رحم کرنے والا نہایت مہربان ہے۔

وَاِذۡ قَتَلۡتُمۡ نَفۡسًا فَادّٰرَءۡتُمۡ فِیۡهَا ط وَاللّٰهُ مُخۡرِجٌ مَّا كُنۡتُمۡ تَكۡتُمُوۡنَ. (۷۲) فَقُلۡنَا
اور جب قتل کیا تم نے ایک جان کو پس اختلاف کیا تم نے اُس میں اور اللہ نکالنے والا ہے جو تھے تم چھپاتے پس کہا ہم نے
(یاد کرو) اور جب تم نے ایک انسان کو قتل کر دیا پھر اس میں الجھ گئے اور اللہ تعالیٰ تو اُس کو ظاہر کرنے والا ہے جس کو تم چھپاتے تھے (۷۲) تو ہم نے کہا
اضۡرِبُوۡهُ بِبَعۡضِهَا ط كَذٰلِكَ یُحۡیِ اللّٰهُ الۡمَوۡتٰی لا وَیُرِیۡكُمۡ اٰیٰتِهٖ لَعَلَّكُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ. (۷۳)
مارو اُس کو ساتھ ایک ٹکڑے کے اس کے اسی طرح زندہ کرتا ہے اللہ مُردوں کو اور وہ دکھاتا ہے تم کو نشانیاں اپنی تاکہ تم سمجھو
تم اس کا (گائے کے گوشت کا) کوئی حصہ اس پر (مردہ لاش پر) مارو (تو وہ مردہ زندہ ہو گیا) لہٰذا ایسے ہی اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ کرتا ہے اور تمہیں اپنی (قدرت کی)
ثُمَّ قَسَتۡ قُلُوۡبُكُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ ذٰلِكَ فَهِیَ كَالۡحِجَارَةِ اَوۡ اَشَدُّ قَسۡوَةً ط وَاِنَّ مِنَ الۡحِجَارَةِ
پھر سخت ہو گئے دل تمہارے بعد اس کے پس وہ مانند پتھروں کے ہیں یا زیادہ سخت اور بے شک بعض پتھروں میں سے
نشانیاں دکھاتا ہے تاکہ تم عقل سے کام لو (۷۳) پھر اس کے بعد تمہارے سخت دل ہو گئے جیسا کہ وہ پتھر ہوں یا ان سے بھی زیادہ سخت ہوں اور (حالانکہ) بے شک پتھروں
لَمَا یَتَفَجَّرُ مِنۡهُ الۡاَنۡهٰرُ ط وَاِنَّ مِنۡهَا لَمَا یَشَّقَّقُ فَیَخۡرُجُ مِنۡهُ الۡمَآءُ ط
البتہ پھوٹ نکلتی ہیں اُس میں سے نہریں اور بے شک بعض اُس میں سے البتہ جو پھٹ جاتا ہے پس نکلتا ہے اُس میں سے پانی
میں سے تو نہریں (چشمے) ابل پڑتی ہیں اور یقیناً بعض شق (پھٹ جانا) ہو جاتے ہیں تو اُن میں سے پانی بہنا شروع ہو جاتا ہے۔
وَاِنَّ مِنۡهَا لَمَا یَهۡبِطُ مِنۡ خَشۡیَةِ اللّٰهِ ط وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعۡمَلُوۡنَ. (۷۴) اَفَتَطۡمَعُوۡنَ
اور بے شک اُس میں سے البتہ جو گر جاتا ہے ڈر اللہ کے سے اور نہیں اللہ غافل اُس سے جو تم عمل کرتے ہو کیا پس تم طمع کرتے ہو
اور بلاشبہ ان میں سے بعض پتھر تو خوف خداوندی سے لڑھک جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اس سے بے خبر نہیں ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔ (۷۴) کیا تم یہ طمع کرتے ہو
اَنۡ یُّؤۡمِنُوۡا لَكُمۡ وَقَدۡ كَانَ فَرِیۡقٌ مِّنۡهُمۡ یَسۡمَعُوۡنَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ یُحَرِّفُوۡنَهٗ
یہ کہ وہ ایمان لائیں تمہارے لیے اور تحقیق ہے ایک فریق اُن میں سے وہ سنتے ہیں کلام اللہ کا پھر وہ بدل دیتے ہیں اُس کو
کہ تم پر ایمان لے آئیں اور تحقیق ان میں سے ایک فریق (گروہ) کلامِ الٰہی کو سنتا ضرور ہے پھر وہ اس کو سمجھنے بوجھنے کے باوجود اس سے منحرف ہو جاتا ہے اور وہ

مِنْۢ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ. (۷۵) وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا ج وَاِذَا

بعد اس کے جو سمجھ لیا تھا اُس کو اور وہ جانتے ہیں اور جب ملتے ہیں اُن لوگوں سے جو ایمان لائے کہتے ہیں ہم ایمان لائے اور جب

(سب کچھ) جانتے ہیں (۷۵) اور جب وہ اہلِ ایمان سے ملتے ہیں تو اپنے ایمان کا اقرار کرتے ہیں اور جب بعض اپنے دوسرے ساتھیوں کے ساتھ خلوت میں ہوتے ہیں

خَلَا بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ قَالُوْٓا اَتُحَدِّثُوْنَهُمْ بِمَا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ

اکیلے ہوتے ہیں بعض اُن کی طرف بعض کے کہا انہوں نے کیا تم کہہ دیتے ہو اُن کو ساتھ اس کے جو کھولا اللہ نے تم پر

(تو) کہتے ہیں کہ کیا تم اُن کو وہ باتیں بتاتے ہو جو تم پر واضح ہو چکی ہیں تا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تمہیں حجت بنا لیں۔

لِيُحَآجُّوْكُمْ بِهٖ عِنْدَ رَبِّكُمْ ط اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ. (۷۶) اَوَلَا يَعْلَمُوْنَ اَنَّ

تا کہ وہ جھگڑا کریں تم سے ساتھ اس کے نزدیک رب تمہارے کے کیا پس نہیں تم عقل رکھتے کیا اور نہیں وہ جانتے یہ کہ

کیا پھر تم عقل کے ناخن نہ لوگے۔ (۷۶) کیا وہ یہ (حقیقت) نہیں جانتے کہ بے شک اللہ تو خوب جانتا ہے جو کچھ وہ چھپاتے ہیں اور

اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ. (۷۷) وَمِنْهُمْ اُمِّيُّوْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ اِلَّآ

اللہ وہ جانتا ہے جو وہ چھپاتے ہیں اور جو وہ ظاہر کرتے ہیں اور بعض اُن میں سے اَن پڑھ ہیں نہیں وہ جانتے کتاب کو مگر

جو کچھ وہ ظاہر کرتے ہیں (۷۷) اور اُن میں سے تو بعض بالکل اَن پڑھ ہیں جو ہرگز کتاب اللہ کو نہیں جانتے سوائے اپنی

اَمَانِيَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ. (۷۸) فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ ق ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ

آرزوئیں اور نہیں وہ مگر وہ گمان کرتے پس افسوس ہے واسطے ان لوگوں کے جو لکھتے ہیں کتاب ہاتھوں اپنوں سے پھر وہ کہتے ہیں

آرزوؤں کے اور وہ تو صرف ظن و گمان کے مرتبہ میں ہیں۔ (۷۸) تو ایسے لوگوں کے لیے ہلاکت ہی ہلاکت ہے جو کتاب کو اپنے ہاتھوں سے لکھتے ہیں پھر یہ کہتے پھرتے ہیں

هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ط فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ

یہ (سے) نزدیک اللہ کے سے ہے تا کہ وہ خریدیں بدلے اس کے قیمت تھوڑی پس افسوس ہے ان کے لیے اس سے جو لکھا

کہ یہ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے تا کہ اس کے عوض چند ٹکے حاصل کر سکیں۔ تو جو کچھ اُن کے ہاتھوں نے لکھا وہ بھی برباد ہونے والا ہے اور جو کچھ انہوں نے (اس

اَيْدِيْهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ. (۷۹) وَقَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ

ہاتھوں ان کے نے اور افسوس ہے اُن کے لیے اُس سے جو وہ کماتے ہیں اور کہا انہوں نے ہرگز نہ لگے گی ہم کو آگ مگر

کے عوض مال) کمایا وہ بھی اکارت زدہ ہے (۷۹) اور انہوں نے (یہ بھی) کہا کہ انہیں (جہنم کی) آگ سوائے چند روز کے ہرگز نہ چھو سکے گی۔ فرما دیجئے کہ تم نے اللہ

اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً ط قُلْ اَتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللّٰهِ عَهْدًا فَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ عَهْدَهٗٓ اَمْ تَقُوْلُوْنَ

دن گنتی کے آپ فرما دیجئے کیا تم نے پکڑا ہے نزدیک اللہ کے عہد پس ہرگز نہ خلاف کرے گا اللہ عہد اپنا کیا تم کہتے ہو

تعالیٰ سے کوئی ایسا وعدہ لے رکھا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔ کیا تم (بدبخت) اللہ رب العزت کے بارے میں ایسی کہانیاں گھڑتے ہو جو تم

عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ. (۸۰) بَلٰى مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَّاَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيْٓئَتُهٗ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ

اوپر اللہ کے جو نہیں تم جانتے بلکہ جو کوئی کمائے برائیاں اور گھیرے ساتھ اس کے خطائیں اُس کی پس یہ لوگ رہنے والے
(حقیقت) میں جانتے نہیں ہو۔(۸۰) ہاں بلکہ جس نے گناہوں کی کمائی کی اور وہ اُس کو گھیریں گی، اُس کی خطائیں (نافرمانیاں) تو (اصل میں) وہ دوزخی ہیں جو اُس میں
النَّارِ ج هُمْ فِيهَا خٰلِدُوْنَ. (۸۱) وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ج هُمْ فِيهَا خٰلِدُوْنَ. (۸۲)
آگ کے ہیں وہ اُس میں ہمیشہ رہیں گے اور جو لوگ ایمان لائے اور عمل کیے نیک یہ لوگ رہنے والے جنت کے ہیں وہ اُس میں ہمیشہ رہیں گے
ہمیشہ ہمیشہ کے لیے رہیں گے۔(۸۱) اور جو لوگ ایمان لائے اور عملِ صالح بجالائے (حقیقت میں) وہی صاحبِ جنت ہیں جو اُس میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رہیں گے۔(۸۲)

مشکل الفاظ اور اُن کا مادہ

نمبر شمار	الفاظ	معانی	مادہ	گرائمر
1	قَتَلْتُمْ	قتل کیا تم نے	ق ت ل	فعل ماضی
2	فَادّٰرَءْتُمْ	پس اختلاف کیا تم نے	ا دّ ر	فعل ماضی
3	مُخْرِجٌ	نکالنے والا ہے	خ ر ج	اسم فاعل
4	تَكْتُمُوْنَ	تم چھپاتے ہو	ک ت م	فعل مضارع
5	اضْرِبُوْهُ	مارو اُس کو	ض ر ب	فعل امر
6	يُحْيِ	زندہ کرتا ہے	ح ی ت	فعل مضارع
7	وَيُرِيْكُمْ	اور وہ دکھاتا ہے تم کو	ی ر ی	فعل مضارع
8	تَعْقِلُوْنَ	سمجھو تم	ع ق ل	فعل مضارع
9	كَالْحِجَارَةِ	مانند پتھروں کے ہیں	ح ج ر	مرکب جاری
10	اَشَدُّ	زیادہ	ا ش د	صفت
11	قَسْوَةً	سخت	ق س و	صفت
12	يَتَفَجَّرُ	پھوٹ نکلتی ہیں	ف ج ر	فعل مضارع

13	يَشَّقَّقُ	جو پھٹ جاتا ہے	ش ق ق	فعل مضارع
14	فَيَخْرُجُ	پس نکلتا ہے	خ ر ج	فعل مضارع
15	يَهْبِطُ	جو گر جاتا ہے	ہ ب ط	فعل مضارع
16	بِغَافِلٍ	غافل اُس سے	غ ف ل	مرکب جاری
17	اَفَتَطْمَعُوْنَ	کیا پس تم طمع کرتے ہو	ط م ع	فعل مضارع
18	يَسْمَعُوْنَ	وہ سنتے ہیں	س م ع	فعل مضارع
19	يُحَرِّفُوْنَهٗ	وہ بدل دیتے ہیں اس کو	ح ر ف	فعل مضارع
20	مَا عَقَلُوْهُ	جو سمجھ لیا تھا اس کو	ع ق ل	فعل ماضی
21	اِذَا لَقُوا	جب ملتے ہیں	ل ق و	فعل ماضی
22	خَلَا	اکیلے ہوتے ہیں		فعل ماضی
23	اَتُحَدِّثُوْنَهُمْ	کیا تم کہہ دیتے ہو اُن کو		فعل مضارع
24	فَتَحَ	کھولا	ف ت ح	فعل ماضی
25	لِيُحَآجُّوْكُمْ	تاکہ وہ جھگڑا کریں تم سے	ح ا ج	فعل مضارع
26	تَعْقِلُوْنَ	تم عقل رکھتے	ع ق ل	فعل مضارع
27	يُسِرُّوْنَ	جو وہ چھپاتے ہیں	س ر ر	فعل مضارع
28	يُعْلِنُوْنَ	جو وہ ظاہر کرتے ہیں	ع ل ن	فعل مضارع
29	اُمِّيُّوْنَ	اَن پڑھ ہیں	ا مّ ی	اسم فاعل
30	اَمَانِيَّ	آرزوئیں	ا م ن	صفت
31	يَظُنُّوْنَ	وہ گمان کرتے ہیں	ظ ن ن	فعل مضارع
32	فَوَيْلٌ	پس افسوس ہے	و ی ل	اسم مصدر

33	یَکْتُبُوْنَ	جو لکھتے ہیں	ک ت ب	فعل مضارع
34	لِیَشْتَرُوْا	تا کہ وہ خریدیں	ش ت ر	فعل مضارع
35	ثَمَنًا قَلِیْلًا	قیمت تھوڑی	ث م ن ق ل ل	مرکب اضافی
36	کَتَبَتْ	جو لکھا	ک ت ب	فعل ماضی
37	اَیْدِیْھِمْ	ان کے ہاتھوں نے	ی د	اسم جمع
38	یَکْسِبُوْنَ	جو وہ کماتے ہیں	ک س ب	فعل مضارع
39	تَمَسَّنَا	نہ لگے گی ہم کو	م س س	فعل ماضی
40	اَیَّامًا مَّعْدُوْدَۃً	گنتی کے دن		مرکب توصیفی
41	اَتَّخَذْتُمْ	کیا تم نے پکڑا ہے	ا خ ذ	فعل ماضی
42	یُخْلِفَ	خلاف کرے گا	خ ل ف	فعل مضارع
43	بَلٰی	بلکہ	ھاں	
44	سَیِّئَۃً	برائی		اسم نکرہ
45	اَحَاطَتْ	گھیرے		فعل ماضی
46	خَطِیْٓئَتُہٗ	خطائیں اُس کی		اسم جمع
47	اَصْحٰبُ النَّارِ	آگ میں رہنے والے لوگ		مرکب اضافی
48	خٰلِدُوْنَ	ہمیشہ رہیں گے		اسم جمع
49	اَصْحٰبُ الْجَنَّۃِ	جنت میں رہنے والے لوگ		مرکب توصیفی

سورۃ البقرہ

(رکوع نمبر 9)

اہم اکتشافات

☆ پتھروں کی امثال
☆ تحریفِ کلام پر وعید
☆ دوزخ کے متعلق یہود کا نظریہ
☆ یہود کی دوزخ کے متعلق خام خیالیاں

سورۃ البقرہ (رکوع نمبر 9) سے متعلق اہم اکتشافات پر گفتگو

س ا۔ سورۃ البقرۃ میں اللہ تعالیٰ نے پتھروں کی کتنی مثالیں بیان کی ہیں؟ تفصیل سے لکھیں۔

انسانوں کی طرح پتھر اور جانور بھی مختلف درجے رکھتے ہیں۔ ہر مخلوق تسبیح پڑھتی ہے۔ سبزہ کی تسبیح سے عذابِ قبر میں کمی ہوتی ہے۔ مسلمانوں کا قرآن پڑھنا باعثِ ثواب ہے۔ پتھروں میں بھی احساس اور شعور ہے۔ اگرچہ ہم کو محسوس نہیں ہوتا۔ سب جانور اپنی اپنی عبادت کرتے ہیں۔ بعض اللہ تعالیٰ کا کلام سنتے ہیں۔ حضور پاک ؐ کے فراق میں لکڑی روئی جس کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سنا۔ آپ ؐ کو پتھروں اور درختوں نے سلام کیا۔ بخاری و مسلم کی حدیث ہے کہ حضور پاک ؐ نے اُحد پہاڑ کے بارے میں ارشاد فرمایا، ہم اس سے محبت کرتے ہیں اور یہ ہم سے محبت کرتا ہے۔ انسان کا دل اگر اللہ کی مرضی و منشا کے مطابق کام کرے تو فرشتوں سے افضل ہے اور اگر بگڑ جائے تو پتھروں سے بھی بدتر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے گذشتہ آیات میں بنی اسرائیل کے واقعات بیان فرمائے جن سے معلوم ہوا کہ یہودی برے اعمال اور مسلسل نافرمانیاں کرتے رہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو معاف کرتا رہا۔ انہوں نے کوئی سبق حاصل نہ کیا۔ گویا ان کے دل پتھر بلکہ اس سے بھی زیادہ سخت ہو گئے۔ پتھروں میں بھی بعض ایسے ہوتے ہیں جن سے مخلوقِ خدا کو فائدہ پہنچتا ہے۔ بعض پتھروں سے چشمے پھوٹ نکلتے ہیں اور ان سے دنیا کو پانی ملتا ہے۔ پھر بعض کی جھریوں سے پانی پھوٹ کر نکلتا ہے۔ اور بعض پتھر پہاڑ کی چوٹیوں سے گر پڑتے ہیں۔ گویا ہیبت الٰہی سے لرز کر سجدہ میں گر جاتے ہیں۔

مفسرین کا بیان ہے، چشموں والے پتھروں کی مثال انسانی آبادی میں انبیاء و رسل ہیں۔ ان کے چشمہ فیض سے مخلوقِ خدا اپنی روحانی پیاس بجھاتی ہے۔ دوسری قسم کے پتھروں کی مثال اولیاء اللہ ہیں، ان سے بہت سے لوگ فیض یاب ہوتے ہیں۔ اسی طرح صالحین اور مومنین ہیں جو اگر دوسروں کی اصلاح و ہدایت نہ بھی کر سکیں پھر بھی ان کا اپنا ایمان مکمل اور مضبوط ہوتا ہے۔ بنی اسرائیل نے نہ تو انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات سے فائدہ اٹھایا اور نہ ہی نیک بندوں کی

بات سنی، گویا ان کے دل عام پتھروں سے بھی زیادہ سخت ہو گئے تھے جن پر کوئی بات اثر نہیں کرتی۔

س۲۔ جن لوگوں نے اللہ کے کلام میں تحریف کی ان کے بارے میں قرآن پاک کیا ارشاد فرماتا ہے؟

یہودیوں کے بارے میں اِس آیت میں اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو سمجھا رہا ہے کہ کیا تم اس بات کی آرزو کرتے ہو، اس بات کی توقع رکھتے ہو کہ یہ تمہاری بات مان لیں گے۔ یہ آپ کی بات کیسے مان لیں گے۔ ان کے بڑوں نے حضرت موسیٰؑ کے زمانے میں اور ان کے بعد بھی اللہ تعالیٰ کا کلام سننے کے بعد جان بوجھ کر اس میں ردّو بدل کرتے تھے۔ جب ان کے بڑوں کا یہ حال تھا تو پھر اُن کے بعد آنے والوں سے کس طرح امید ہو سکتی ہے۔ یہ لوگ بدنیت ہیں، ہرگز ایمان نہیں لائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کے اس اعلان سے پتہ چلتا ہے کہ یہودیوں کے اسلام لانے کی مسلمانوں کو کچھ زیادہ توقع نہیں رکھنی چاہیے۔ یہ جان بوجھ کر سمجھتے ہوئے ایسا کرتے ہیں۔ جب یہ مسلمانوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم مسلمان ہیں۔ جب ایک دوسرے کے پاس تنہا ہوتے ہیں تو یہ منافق یہودی اپنے دوستوں سے کہتے ہیں کہ تم اپنی کتاب کی تعلیم مسلمانوں کو بتا کر اس کے ذریعے اپنے خلاف مسلمانوں کے ہاتھ میں دلائل دیتے ہو۔ یہ یہودی منافقوں کا گروہ تھا۔ یہ جب کبھی مسلمانوں کو خوش کرنے کے لیے اپنا ایمان ظاہر کرتے اور بتاتے کہ ہماری مذہبی کتاب میں آخری نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بارے میں پیشین گوئیاں دیں اور آپؐ کے اخلاق اور علامات نبوت بھی بیان کرتے جو تورات شریف میں موجود تھیں۔ لیکن جب یہ یہودی آپس میں ملتے تو ایک دوسرے کو لعنت کرتے کہ تم اپنی مذہبی تعلیمات مسلمانوں کو بتا دیتے ہو اور اپنے خلاف انہیں ہتھیار کیوں دیتے ہو۔ یہی دلائل مسلمان تمہارے خلاف استعمال کرتے ہیں اور اپنی باتوں کو سند بنایا کرو۔ اللہ کے ہاں گواہی دیں گے کہ یہود سب کچھ جاننے کے بعد اصل دین کی طرف نہیں آئے۔ گویا یہ بے وقوف یہودی یہ سمجھ رہے تھے کہ ان باتوں کا علم مسلمانوں کو صرف یہودیوں کے ذریعے سے ہی ہو سکتا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ ان کی ظاہر اور چھپی باتوں کو نبیؐ اور مسلمانوں کر ظاہر کر سکتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ان تمام باتوں کو جانتا ہے جو یہ چھپاتے ہیں اور جو یہ ظاہر کرتے ہیں۔ یہودیوں کا یہ عقیدہ تھا کہ جنت میں ان کے علاوہ اور کوئی نہیں جائے گا۔ لہٰذا وہ اپنے اس طرح کے باطل عقائد سے اپنے گناہوں میں اضافہ کرے چلے جاتے تھے اور دوسرے تھوڑے سے مالی فائدے کی خاطر

ان کے عالم اللہ کے کلام میں تبدیلی کرتے تھے۔ عام یہودیوں کے اس جاہل طبقہ کو معلوم ہی نہیں تھا کہ تورات میں کیا لکھا ہے۔ وہ بس چند جھوٹی آرزوؤں سے واقف تھے جو انہوں نے اپنے بزرگوں سے سن رکھی تھیں۔ اور توقع رکھتے تھے کہ ان کے بزرگ ان کے گناہ بخشوالیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان لوگوں کے لیے سخت خرابی ہے۔ افسوس ہے ان کے لیے جو اللہ کے احکامات کو بدل دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کا حکم ہے۔

س۳۔ یہودی دوزخ کی سزا کے بارے میں کیا کہتے تھے؟

یہودیوں کا یہ عقیدہ تھا کہ انہیں اعمال بد کے بدلے چند روز دوزخ میں پھینکا جائے گا۔ بعض روایات میں کہ سات دن بعض میں چالیس دن یعنی جتنے دن انھوں نے بچھڑے کی پوجا کی تھی۔ بعض کہتے کہ ہر گناہ گار کو اس کی عمر کے برابر دوزخ میں رکھا جائے گا۔ بس۔ یہ لوگ اپنے آپ کو اللہ کے لاڈلے اور محبوب سمجھتے تھے۔ نبیوں کی اولاد ہونے پر فخر کرتے اور اللہ کے انعامات کا ذکر کرتے جو ان پر وقتاً فوقتاً کیے گئے تھے۔ ان کا یہ بھی عقیدہ تھا کہ ان کے برے اعمال کے بدلے اللہ اگر انہیں سزا بھی دے گا تو وہ بھی چند روز کے لیے، ہمیشہ دوزخ میں نہیں رہیں گے۔

اللہ تعالیٰ اس آیت میں اپنے آخری نبی حضرت محمدؐ کی معرفت ان سے پوچھ رہا ہے کہ کیا تم نے اللہ تعالیٰ سے اس بات کا کوئی عہد لیا ہے جس کی پابندی کرنے پر وہ مجبور ہے یا تم نے خود ہی اپنے دل سے یہ باتیں گھڑ لی ہیں۔ جن کا کوئی ثبوت تمہاری مذہبی کتاب تورات شریف میں نہیں ہے۔ ان کے یہ دعوے من گھڑت ہیں۔ ان باتوں کی کوئی سند کسی بھی آسمانی کتاب میں موجود نہیں۔

س۴۔ یہودیوں کے دوزخ میں نہ جانے کے بارے میں غلط فہمی دور کرنے کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے سورۃ البقرہ میں کیا ارشاد فرمایا؟

یہودیوں کی غلط سوچیں جھوٹے عقیدے اس قدر تھے جو نسل در نسل چلے آ رہے تھے۔ مثلاً یہ کہ وہ اللہ کے لاڈلے ہیں۔ انہیں گناہوں کی سزا نہیں ملے گی۔ اگر ملی بھی تو چند روز کے لیے۔ نیز یہ کہ ان کے باپ دادا جو نبی تھے وہ بزرگ حضرات ہمیں بخشوالیں گے۔ ان عقیدوں کی آڑ میں یہ لوگ ناجائز اور حرام عمل کرتے اور خام خیالیوں میں غلط روایات میں پھنسے رہتے۔ اُن کے نزدیک اپنے دین کو سیکھنا، سمجھنا، عمل کرنا اور آخری نبی حضرت محمدؐ کی تعلیمات کو ماننا ضروری

نہیں تھا۔اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ان کے اس غلط عقیدے کی تردید کی ہے۔اور بتایا کہ تمہاری نجات کا دارومدار صرف دو باتوں پر ہے۔(۱) اللہ پر ایمان رکھنا،(۲) نیک عمل کرنا۔یعنی اللہ تعالیٰ کے احکامات سچے دل سے ماننا اور اس پر عمل کرنا۔ ہر انسان کو اس کے عمل کے مطابق جزا اور سزا ملے گی۔

جن لوگوں نے جان بوجھ کر بدی کی راہ اختیار کی اور پھر گناہوں کے اندر اس طرح گر گئے اور ایمان کے لیے کوئی گنجائش نہیں رہی۔ یہ حالت اہلِ کفر کی ہے۔ان کی سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔اور جن خوش نصیبوں نے اچھے عمل کیے اللہ تعالیٰ کے احکامات کے مطابق۔ ان کے لیے دنیا میں بھی کامیابی ہے اور آخرت میں بھی کامیابی ہے۔یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔اور یہ حالت اہلِ ایمان کی ہے۔ یہ مومنین جنت کے وارث ہوں گے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

کافروں میں کچھ لوگ ایسے ہوں گے جن کے عقائد درست نہیں ایمان ان کے پاس نہیں ہے لیکن اعمال صالحہ ہیں، اچھے اخلاق ہیں، ان کو اس دنیا میں ہی بدلہ دے دیا جائے گا آخرت میں ان کے لیے کچھ نہیں اور جن کے عقائد درست ہوں گے یعنی ان کے پاس ایمان ہوگا لیکن اعمال درست نہیں ہوں گے، جس طرح اللہ تعالیٰ نے حکم دیے ویسے عمل نہیں کیے ہوں گے۔ اپنی زندگی غفلت سے گناہوں سے گزاری ہوگی۔ان کے حساب کتاب کا سلسلہ ہوگا۔ برے اعمال کی سزا ہوگی۔انہیں وہ سزا جہنم کی صورت میں کاٹنی ہوگی۔ پھر ایمان کی برکت سے دوزخ سے رہائی ہوگی۔اللہ تعالیٰ ہمیں ایمانِ کامل اور عمل صالح کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

سورۃ البقرہ

(رکوع نمبر 10)

سورۃ البقرہ (رکوع نمبر 10) کا متن بمعہ لفظی وبا محاورہ ترجمہ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

شروع کرتی /کرتا ہوں ساتھ نام اللہ کے جو رحم کرنے والا نہایت مہربان ہے۔

وَاِذۡ اَخَذۡنَا مِيۡثَاقَ بَنِىۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ لَا تَعۡبُدُوۡنَ قف اِلَّا اللّٰهَ وَبِالۡوَالِدَيۡنِ اِحۡسَانًا وَّ
اور جب لیا ہم نے عہد بنی اسرائیل سے نہ تم عبادت کرنا مگر اللہ تعالیٰ کی اور والدین کے ساتھ احسان کرنا اور
اور جب ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا کسی کی عبادت نہ کرنا سوائے اللہ اور ماں باپ سے نیک سلوک کرنا اور
ذِى الۡقُرۡبٰى وَالۡيَتٰمٰى وَالۡمَسٰكِيۡنِ وَقُوۡلُوۡا لِلنَّاسِ حُسۡنًا وَّاَقِيۡمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ
قرابت داروں سے اور یتیموں سے اور مسکینوں سے اور کہو واسطے لوگوں کے بھلائی اور قائم کرو نماز اور ادا کرو زکوٰۃ
رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں سے اور سب لوگوں سے اچھی بات کہنا اور نماز قائم رکھنا اور زکوٰۃ دیتے رہنا
ثُمَّ تَوَلَّيۡتُمۡ اِلَّا قَلِيۡلًا مِّنۡكُمۡ وَاَنۡتُمۡ مُّعۡرِضُوۡنَ ‏(۸۳) وَاِذۡ اَخَذۡنَا مِيۡثَاقَكُمۡ لَا تَسۡفِكُوۡنَ
پھر تم پھر گئے مگر تھوڑے تم میں سے اور ہو تم منہ پھیرنے والے اور جب لیا ہم نے عہد تمہارا نہ تم بہاؤ گے
ہر چند ایک کے سوا تم سب پھر گئے اور تم ہی پھر جانے والے ہو (۸۳) اور جب ہم نے تم سے عہد لیا کہ آپس میں خون ریزی نہیں کرو گے
دِمَآءَكُمۡ وَلَا تُخۡرِجُوۡنَ اَنۡفُسَكُمۡ مِّنۡ دِيَارِكُمۡ ثُمَّ اَقۡرَرۡتُمۡ وَاَنۡتُمۡ تَشۡهَدُوۡنَ ‏(۸۴) ثُمَّ اَنۡتُمۡ هٰٓؤُلَآءِ
خون اپنے اور نہ تم نکال دو گے اپنوں کو سے گھروں اپنے سے پھر اقرار کیا تم نے اور ہو تم تم گواہ پھر تم وہ لوگ ہو کہ
اور اپنوں کو اپنے وطن سے نہ نکالو گے پھر تم نے اقرار کیا اور تم گواہ ہو (۸۴) پھر تم وہ لوگ ہو کہ
تَقۡتُلُوۡنَ اَنۡفُسَكُمۡ وَتُخۡرِجُوۡنَ فَرِيۡقًا مِّنۡكُمۡ مِّنۡ دِيَارِهِمۡ تَظٰهَرُوۡنَ
تم قتل کرتے تھے جانوں اپنی کو اور تم نکال دیتے تھے ایک فریق کو اپنوں میں سے سے گھروں ان کے سے تم مددگاری کرتے ہو
آپس میں خون ریزی کرتے ہو اور اپنے ایک فریق کو ان کے وطن سے نکال دیتے ہو گناہ اور ظلم سے تم ان کی مدد کرتے ہو
عَلَيۡهِمۡ بِالۡاِثۡمِ وَالۡعُدۡوَانِ ط وَاِنۡ يَّاۡتُوۡكُمۡ اُسٰرٰى تُفٰدُوۡهُمۡ وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيۡكُمۡ
ان کی ساتھ گناہ کے اور زیادتی کے اور اگر آئیں تمہارے پاس قیدی بن کر تم فدیہ دیتے ہو ان کا اور وہ حرام ہے تم پر
اور اگر تمہارے پاس قیدی بن کر آ جائیں تو ان کا فدیہ دے کر چھڑا لیتے ہو ان کو حالانکہ ان کا نکال دینا ہی تم پر حرام ہے۔
اِخۡرَاجُهُمۡ اَفَتُؤۡمِنُوۡنَ بِبَعۡضِ الۡكِتٰبِ وَتَكۡفُرُوۡنَ بِبَعۡضٍ ج فَمَا جَزَآءُ مَنۡ يَّفۡعَلُ
نکال دینا ان کا کیا پس تم ایمان لاتے ہو بعض حصے کتاب کے پر اور تم انکار کرتے ہو کچھ حصے پر پس کیا ہے سزا جو کوئی کرے
کیا تم کتاب کے بعض حصے کو مانتے ہو اور بعض کو نہیں مانتے۔ اس کے سوا کوئی سزا نہیں اس کے لیے جو تم میں سے یہ کرتا ہے
ذٰلِكَ مِنۡكُمۡ اِلَّا خِزۡىٌ فِى الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا وَيَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ يُرَدُّوۡنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الۡعَذَابِ ط

یہ کام تم میں سے مگر رسوائی بیچ زندگانی دنیا کے اور دن قیامت کے وہ پھیرے جائیں گے طرف سخت عذاب کے
مگر دنیا کی زندگی میں رسوائی اور قیامت کے دن سخت عذاب میں پہنچائے جائیں گے
وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۸۵﴾ اُولٰٓـئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ فَلَا
اورنہیں اللہ غافل اس سے جو تم عمل کرتے ہو یہ لوگ وہ ہیں جنہوں نے خریدا زندگی کو دنیا کی بدلے آخرت کے پس نہیں
اور اللہ تمہارے کاموں سے بے خبر نہیں (۸۵) یہی لوگ ہیں جنہوں نے دنیا کی زندگی خرید لی آخرت کے بدلے سو نہ
يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۸۶﴾
ہلکا کیا جائے گا ان سے عذاب اور نہ وہ مدد دیے جائیں گے
ان سے عذاب ہلکا کیا جائے گا اور نہ انہیں مدد پہنچے گی (۸۶)

مشکل الفاظ اور اُن کا مادہ

نمبر شمار	الفاظ	معانی	مادّہ
1	اَخَذْنَا	لیا ہم نے	ا. خ. ذ
2	مِيْثَاقَ	عہد	و. ث. ق
3	تَعْبُدُوْنَ	تم عبادت کرنا	ع. ب. د
4	ذِی الْقُرْبٰى	رشتے داروں سے	ق. ر. ب.
5	الْيَتٰمٰى	یتیموں	ی. ت. م
6	الْمَسٰكِيْنِ	مسکینوں	س. ک. ن
7	حُسْنًا	بھلائی	ح. س. ن
8	اَقِيْمُوا	قائم کرو	ق. ی. م
9	تَوَلَّيْتُمْ	تم پھر گئے	و. لّ. ی
10	مُّعْرِضُوْنَ	منہ پھیرنے والے ہو	ع. ر. ض
11	اَقْرَرْتُمْ	اقرار کیا تم نے	ق. ر. ر
12	تَظٰهَرُوْنَ	تم مددگاری کرتے تھے	ظ. ہ. ر

13	بِالْاِثْمِ	ساتھ گناہ کے	ا. ث. م
14	اُسٰرٰی	قیدی	ا. س. ر
15	تُفٰدُوْهُمْ	تم فدیہ دیتے ہو	ف. د. ی
16	مُحَرَّمٌ	حرام ہے	ح. ر. م
17	يُخَفَّفُ	ہلکا کیا جائے گا	خ. ف. ف
18	الْعَذَابُ	عذاب	ع. ذ. ب
19	يُنْصَرُوْنَ	مدد دیے جائیں گے	ن. ص. ر

سورۃ البقرہ

(رکوع نمبر 10)

اہم اکتشافات

☆ بنی اسرائیل کے وعدوں کی تفصیل

☆ یہود کے معاہدوں کا بیان

سورۃ البقرہ (رکوع نمبر 10) سے متعلق اہم اکتشافات پر گفتگو

س۱۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے جو وعدے لیے تھے اُن کی کتاب میں، وہ کہاں تک ان وعدوں کو پورا کرتے تھے؟ تفصیل لکھئے۔

پچھلی آیات میں یہودیوں سے پوچھا جا رہا ہے کہ تم اپنے جنتی ہونے کا تورات سے ثبوت دو۔ جو وہ نہ دے سکے۔ اب ان آیات میں اُن کے جہنمی ہونے کا ثبوت دیا جا رہا ہے کہ تم نے توریت کے فلاں فلاں وعدے توڑے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے تم عذاب کے مستحق ٹھہرے ہو کیونکہ تم نے وعدہ خلافی کی ہے۔

مِیثَاق: (اقرار و عہد) و.ث.ق. اس کا مادہ ہے، جس کا معنی ہے پکا وعدہ۔

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے یہ وعدہ لیا تھا کہ اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرنا۔ اپنے والدین اور رشتہ دار، یتیموں، بے کسوں اور محتاجوں اور لاوارثوں کے ساتھ نیک سلوک کرنا اور ان سے خوش اخلاقی سے پیش آنا۔ تمام لوگوں سے نیک سلوک کرنا اور اچھی بات کہنا، نماز کو قائم کرنا اور زکوٰۃ دیتے رہنا۔ لیکن یہ لوگ اللہ کے اس وعدے سے پھر گئے اور ان وعدوں کو پورا نہ کر سکے۔ ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم تو ہو ہی ایسے کہ اپنے وعدے سے پھر جانے والے ہو۔ تم اپنے اللہ سے وعدے کرتے ہو کہ ہم تیرے سب حکم مانیں گے، سب وعدے پورے کریں گے، لیکن پھر تم اس پر قائم نہیں رہتے۔ تمہاری یہ عادت بن گئی ہے۔ بہت کم لوگ تھے جنہوں نے اپنے وعدے کا خیال رکھا اور ان کو پورا بھی کیا۔

اے مسلمانو! ہمیں بھی ان آیات سے سبق حاصل کرنا چاہیے کہ ہم نے جو عہد اللہ تعالیٰ سے کیے ہیں یا جو حکم اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ہمارے لیے نازل کیے ہیں ان وعدوں کو یاد کریں اور اُن پر عمل کریں۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ جو انسان یہ کلمہ پڑھتا ہے وہ مسلمان ہو جاتا ہے۔ اور مسلمان پر وہ سب حکم ماننے لازمی ہو جاتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے قرآن پاک

میں نازل کیے ہیں۔ یعنی یہ کہ سوائے اللہ کے کسی کی عبادت نہیں کرنی، اس کے احکامات اور اس کے وعدوں کی خلاف ورزی نہیں کرنی، اپنی خواہشات کے پیچھے لگ کے اللہ تعالیٰ کے وعدوں کو بھول نہیں جانا اور حضرت محمدؐ جو ہمارے نبی محترم صلّی اللہ علیہ وسلّم ہیں، ان کو آخری نبی ماننا ہے اور ان کی تمام تعلیمات پر عمل کرنا ہے اور ان کی سنت کو اپنانا ہے۔ ہمیں اپنے اس ایمانی وعدے کو کبھی بھی بھولنا نہیں چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کی مثال دے کر ہم مسلمانوں کو سمجھایا ہے کہ اے مسلمانو! تم نے ایسے اعمال نہیں کرنے۔ آپؐ نے فرمایا، منافق کی چار نشانیاں ہیں۔ (۱) جب وہ بات کرے تو جھوٹ بولے۔ (۲) جب وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے۔ (۳) جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو وہ خیانت کرے۔ (۴) جب کسی سے معاملہ کرے تو جھگڑا کرے اور گالی گلوچ کرے۔ معلوم ہوا کہ وعدہ خلافی کرنے والا منافق ہے اور منافق کی سزا یہ ہے کہ وہ جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں پھینک دیا جائیگا جس سے وہ کبھی نکل نہیں سکے گا اور دنیا میں بھی اس کے لیے سخت سزا ہے ذلیل ورسوائی والی۔

آپؐ کا ارشادِ گرامی ہے، جو قوم وعدہ خلافی کرتی ہے تو غیر مسلم کافر دشمنوں کو ان پر مسلّط کر دیا جاتا ہے جو ان سے سب کچھ چھین کر لے جاتے ہیں۔ ان آیات کی روشنی میں ایک بات سامنے آتی ہے کہ ہم مسلمان دنیاوی معاملات میں بھی اتنے وعدہ خلاف ہو گئے ہیں کہ ہم نے خدا اور اس کے رسول کے ساتھ جو وعدے کیے تھے، ان کی بھی ہم کھلم کھلا خلاف ورزی کر رہے ہیں۔ ایک اہم اور پیارا سا وعدہ جو ہم نے کیا تھا، آپ کو یاد آ گیا ہوگا کہ خدا سے ہم ننے اپنے لیے ایک اپنا ملک مانگا تھا کہ اے اللہ ہمیں ایک اپنا علیحدہ ملک عطا فرما کہ جس میں ہم تیرے دین کا بول بالا کر سکیں۔ ہم آزادی سے نمازیں پڑھ سکیں۔ تیری عبادت کر سکیں۔ ہم اپنے مسلمان بہن بھائیوں سے بھلائی کر سکیں۔ لیکن آج ۷۰ سال سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے کہ ہم اس وعدے کے بھی کتنے خلاف چل رہے ہیں۔ ہم اگرچہ آزاد ہیں لیکن نہ نماز، نہ بھلائی، نہ وعدے کی پاسداری۔ اب اس کی سزا کے طور پر کافر، امریکہ دشمن طاقتیں ہم پر مسلط ہیں۔ ہماری یہ آزادی شدید طور پر مجروح ہو چکی ہے۔ ہماری تعلیمی پالیسیاں ہماری خارجہ پالیسی، امریکی ڈکٹیشن کے مطابق بنتی ہیں۔ ہمارا بجٹ بھی کافر، بلکہ ورلڈ بینک کے لوگوں کی ہدایات کے مطابق تیار ہوتا

ہے۔ اور ہمارے جو لیڈر ہیں، حکمران ہیں، وہ سب کافروں کے نمائندے اور ان کے ایجنٹ ہیں۔ یہ کیسی آزادی ہے۔ یہ ایک سزا ہے اُن وعدوں کی جو ہم بھول چکے ہیں۔ آج بھی اگر ہم اپنے قرآن احادیث میں جو خدا اور رسول کے وعدے ہیں ان کو پورا کرنے لگ جائیں تو آج ہی ہمارے حالات بدل سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن کی روشنی سے ٹھیک عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اپنے وعدے یاد رکھنے اور اُن کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

س۲۔ یہودیوں کے آپس میں جو معاہدے طے ہوئے تھے، وہ ان میں کہاں تک پورا اترتے تھے؟ ان کی بھی تفصیل لکھئے۔

اللہ تعالیٰ نے یہودیوں سے دو اور باتوں کا وعدہ بھی لیا تھا یعنی یہ کہ وہ آپس میں خونریزی نہیں کریں گے۔ دوسرے یہ کہ اپنی قوم کو ناحق جلاوطن نہیں کریں گے۔ کیونکہ قوم کا اجتماعی رعب اس سے ختم ہو جاتا ہے۔ دشمنوں کو موقع ملے گا کہ وہ حملہ کر کے ان پر مسلط ہو جائیں گے اور حاکم بن بیٹھیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کو ان آیات میں بتایا ہے کہ تم نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ تم آپس میں ایک دوسرے کو قتل نہیں کرو گے، خون ریزی نہیں کرو گے، اور نہ ہی ایک دوسرے کو جلاوطن کرو گے۔ لیکن تم اس وعدے کی خلاف ورزی کرتے ہو، ایک دوسرے کا خون بھی بہاتے ہو اور اپنے بھائیوں میں سے ایک دوسرے کو گھروں سے بھی نکال دیتے ہو۔

آپؐ کے زمانہ میں بنی اسرائیل کے دو قبیلے تھے، بنونضیر اور بنوقریظہ، جو کہ مدینہ کے آس پاس کے علاقے میں آباد تھے۔ ان کی یہ عادت تھی کہ ہمیشہ آپس میں خانہ جنگیوں میں مصروف رہتے اور مشرکین کے بھی دو قبیلے تھے، اوس اور خزرج۔ وہ بھی مدینہ میں ہی آباد تھے۔ یہودیوں کا ایک قبیلہ مشرکوں کے ایک قبیلے کا حامی اور ساتھی بن جاتا اور دوسرا مشرکوں کے دوسرے قبیلے کا حامی اور ساتھی بن جاتا اور آپس میں ایک دوسرے کے دشمن بن جاتے۔ اور جب جنگ شروع ہو جاتی تو سب کچھ ہوتا جو جنگ میں ہوا کرتا ہے۔ یعنی قتل و غارت، خون ریزی اور جلاوطنی وغیرہ۔ تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ بنی اسرائیل کے بارہ فرقے تھے جن میں سخت اختلاف رہتا۔ ان میں آپس میں خونریزیاں ہوتیں جس کے نتیجے میں ان کی حکومت برباد ہو گئی۔ وہ دوسروں کے غلام

ہو گئے اور انتہائی ذلت اور رُسوائی کی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہو گئے۔ یہ جو قتل وغارت کرتے تھے، کسی اصول کی خاطر نہیں کرتے تھے بلکہ محض گناہ کے لیے، ظلم وستم اور زیادتی کے طور پر کرتے تھے۔ اور جو قوم یا جو قبیلہ یا جو خاندان اپنے ہی لوگوں کے ساتھ یہ سلوک کرتی ہو، وہ دوسروں سے کیا نیکی کر سکتی ہے۔ ان آیات میں بنی اسرائیل پر یہ حجت قائم کی جارہی ہے کہ قرآن پاک کے احکام کی پیروی تو الگ رہی تم تو اپنی کتاب کی بھی پوری پوری اطاعت نہیں کرتے۔ تم تو اپنے ہی بھائیوں کو اپنے ہی قبیلے کے لوگوں کو قتل کر دیتے ہو، مارتے ہو اور ان کو اپنے وطن سے بھی نکال دیتے ہو۔ پھر جب غیر قوم ان جلاوطن لوگوں کو اپنا قیدی بنالیتی ہے تو اے یہودیو! تم اپنا خلوص دکھانے کے لیے جھٹ سے فدیہ دے کر ان قیدیوں کو چھڑانے کا ثواب حاصل کرنے کے لیے کوشش کرتے ہو۔ حالانکہ حقیقت تو یہ ہے کہ ان کو جلاوطن کرنا ہی تم پر جائز نہیں۔ نہ ہی ان کو قتل کرنا۔ گویا کہ تم تورات کے اس حکم کی اطاعت تو کرتے ہو کہ قیدی کو چھڑا لیا جائے لیکن تورات کے اُس حکم کی پیروی اطاعت نہیں کرتے کہ اپنے بھائیوں کو جلاوطن نہیں کرنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، ایسا کام کرنے والوں کی سزا دنیا میں تو یہ ہوگی کہ وہ اس دنیا میں ذلیل ورسوا ہوں گے اور آخرت میں وہ بے بس، بے یار و مددگار ہو کر سخت عذاب میں ڈال دیے جائیں گے۔

یہودیوں کے ان اعمال سے پتہ چلتا ہے کہ ان کے اندر آخرت کا ایمان نہیں رہا تھا کہ آخرت آئے گی، قیامت آئے گی اور ہمارا حساب کتاب ہوگا اور سزا ملے گی۔ وہ آخرت کو بھول کر ہی بے راہ روی اور غلط کاری کی طرف چلے گئے تھے۔ انسان کو اگر اپنا انجام یاد رہے، آخرت کا اعقیدہ اُس کا مضبوط ہو تو وہ ڈرتا ہے کہ ہماری آخرت کی زندگی تو نقصان میں ہوگی جب بندہ آخرت کو بھول جائے اس کا آخرت کا عقیدہ کمزور ہو جائے تو وہ دنیا کی عیش میں پڑ کر گناہ وسرکشی میں پڑ جاتا ہے اور اپنی آخرت خراب کرتا ہے۔ یہودی بھی اس گمان میں مبتلا تھے کہ وہ کتنے ہی گناہ کرتے چلے جائیں، آخرت میں ان کی مدد کے لیے ان کے بزرگ، یا جو نبیوں کی اولاد تھے وہ نبی اُن کو آگ کے عذاب سے یا اللہ کی سزا سے بچالیں گے۔ اللہ تعالیٰ اس آیت میں ان کے اس عقیدے کو بھی باطل فرما رہا ہے کہ ان کی کسی طرف سے بھی مدد نہیں کی جائے گی۔ اس آخری آیت میں پچھلی آیات کا خلاصہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ ان جہنمی لوگوں نے اللہ کے احکام اور اللہ کے

وعدوں کی خلاف ورزی کی اور دنیا کی خاطر اپنی خواہشات کی خاطر اور اپنی اولاد اور اپنی مصروفیات اور غفلت کی خاطر، غرض کہ دنیا کے فائدوں کی خاطر آخرت کو یاد نہ رکھا، دنیا کے فائدوں کی خاطر دین کے اور اللہ کے احکامات اور وعدوں کو پسِ پشت ڈال دیا۔ وہ آخرت میں سخت عذاب میں ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ ان کو کیا معاف کرے گا بلکہ اس عذاب میں کسی قسم کی تخفیف بھی نہ کی جائے گی اور وہ لوگ یہ بھی جان لیں کہ اس عذاب سے انہیں کوئی بھی نہیں چھڑا سکتا اور نہ ہی چھڑانے میں مدد دے سکتا ہے۔ مرنے کے بعد صرف انسان کے نیک اعمال اس کا ساتھ دیں گے۔ وہاں کوئی اور انسان اُن کو عذاب سے نہیں بچا سکے گا۔ (الا ماشاءاللہ)

سورۃ البقرہ

(رکوع نمبر 11)

سورۃ البقرہ (رکوع نمبر 11) کا متن بمعہ لفظی و بامحاورہ ترجمہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتی / کرتا ہوں ساتھ نام اللہ کے جو رحم کرنے والا نہایت مہربان ہے۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَقَفَّيْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ
اور البتہ تحقیق دی ہم نے موسیٰ کو کتاب اور پیچھے بھیجے ہم نے (سے) بعد اس کے کئی رسول اور دی ہم نے عیسیٰ بیٹے
اور بے شک ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اور اس کے پیچھے ہم نے پے در پے رسول بھیجے اور ہم نے مریم کے بیٹے عیسیٰ کو
مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ؕ اَفَكُلَّمَا جَآءَكُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا
مریم کو روشن نشانیاں اور قوت دی ہم نے اس کو ساتھ روح پاک کے کیا پس جب آئے تمہارے پاس رسولؐ ساتھ اس کے جو
پے در پے معجزے دیے اور ہم نے اسے پاک روح سے مدد دی پھر بھلا جب کوئی رسول تمہارے پاس وہ حکم لایا
لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ ۚ فَفَرِيْقًا كَذَّبْتُمْ وَفَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ (۸۷) وَقَالُوْا
نہیں چاہتے تھے دل تمہارے تکبر کیا تم نے پس ایک فریق کو جھٹلایا تم نے اور ایک فریق کو تم قتل کرتے تھے اور کہا انہوں نے
جو تمہارے دل کو نہ بھایا تو تم تکبر کرنے لگے۔ پھر ایک جماعت کو تم نے جھٹلایا اور ایک جماعت کو تم نے قتل کر دیا (۸۷) اور کہتے ہیں
قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ؕ بَلْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَقَلِيْلًا مَّا يُؤْمِنُوْنَ (۸۸) وَلَمَّا
دل ہمارے غلاف میں ہیں بلکہ لعنت کی ان پر اللہ نے بوجہ کفر ان کے پس تھوڑے ہیں جو ایمان لاتے ہیں اور البتہ جب
ہمارے دلوں پر غلاف ہے بلکہ اللہ نے ان کے کفر کی وجہ سے لعنت کی ہے سو بہت کم ایمان لاتے ہیں۔(۸۸) اور جب
جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ ۙ وَكَانُوْا مِنْ
آئی ان کے پاس کتاب (سے) نزدیک اللہ کے سے تصدیق کرنے والی ہے واسطے اس کے جو ساتھ ان کے ہے اور تھے وہ (سے)
ان کے پاس اللہ کی کتاب پہنچی جو اس کتاب کو سچا بتاتی ہے۔ جو ان کے پاس ہے اور اس سے پہلے وہ
قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا
اس سے پہلے وہ فتح مانگتے اوپر ان لوگوں کے جو کافر ہوئے پس البتہ جب آئے ان کے پاس جو پہچان لیا انہوں نے کفر کیا انہوں نے
کافروں پر فتح مانگتے تھے پھر جب جس کو پہچان لیا تھا انہوں نے تو ان سے منکر ہو گئے
بِهٖ ۚ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ (۸۹) بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ اَنْ يَّكْفُرُوْا
ساتھ اس کے پس لعنت ہے اللہ کی اوپر کافروں کے برا ہے جو خریدا انہوں نے بدلے اس کے جانوں اپنی کو یہ کہ کفر کیا انہوں نے
سو منکروں پر اللہ کی لعنت ہے۔(۸۹) بُری چیز ہے جس کے بدلے انہوں نے اپنے آپ کو بیچا کہ
بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بَغْيًا اَنْ يُّنَزِّلَ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ

ساتھ اس کے جو نازل کیا اللہ نے سرکشی کے سبب یہ کہ نازل کرے اللہ (سے) فضل اپنے سے اوپر جس کے وہ چاہے (سے)

وہ اس ضد پر اس کے منکر ہوئے جو اللہ نے نازل کیا کہ اللہ اپنے فضل سے اتارے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے،

عِبَادِهٖ ج فَبَآءُوْا بِغَضَبٍ عَلٰى غَضَبٍ ط وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ (۹۰) وَاِذَا قِيْلَ

بندوں اپنوں میں سے پس لوٹے ساتھ غصے کے اوپر غصے کے اور کافروں کے لیے عذاب ہے ذلیل کرنے والا اور جب کہا جاتا ہے

سو وہ غصہ پر غصہ کما لائے اور کافروں کے لیے ذلت کا عذاب ہے(۹۰) اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ

لَهُمْ اٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا نُؤْمِنُ بِمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا

ان کے لیے ایمان لاؤ ساتھ اس کے جو نازل کیا اللہ نے کہا انہوں نے ہم ایمان لائے ساتھ اس کے جو نازل کیا گیا ہم پر

جو اللہ نے بھیجا ہے اسے مانو تو کہتے ہیں جو ہم پر اُترا ہے ہم اسے مانتے ہیں

وَيَكْفُرُوْنَ بِمَا وَرَآءَهٗ وَهُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ ط

اور وہ انکار کرتے ہیں ساتھ اس کے جو سوائے اس کے ہے اور وہ حق ہے تصدیق کرنے والا ہے اس چیز کی جو ساتھ ان کے ہے

اور اسے نہیں مانتے جو اس کے علاوہ ہے حالانکہ وہ حق ہے اس کی تصدیق کرتا ہے جو ان کے پاس ہے

قُلْ فَلِمَ تَقْتُلُوْنَ اَنْبِيَآءَ اللّٰهِ مِنْ قَبْلُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (۹۱) وَلَقَدْ جَآءَكُمْ

کہہ دیجیے پس کیوں تم قتل کرتے تھے نبیوں کو اللہ کے پہلے اس سے اگر ہو تم ایمان والے اور البتہ تحقیق آئے تمہارے پاس

کہہ دو پھر ان کو تم اللہ کے پیغمبروں کو پہلے کیوں قتل کرتے رہے ہو اگر تم ایمان والے ہو(۹۱) اور تمہارے پاس

مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ (۹۲) وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَ

موسیٰ روشن نشانیوں کے ساتھ پھر پکڑا تم نے بچھڑے کو بعد اس کے اور تم ظالم تھے اور جب لیا ہم نے عہد تمہارا اور

موسیٰ کھلے معجزے لے کر آئے پھر تم نے ان کے بعد بچھڑے کو (معبود) بنالیا اور تم ظالم تھے (۹۲) اور جب ہم نے تم سے اقرار لیا اور

رَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ ط خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاسْمَعُوْا ط قَالُوْا سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا ق

بلند کیا ہم نے اوپر تمہارے طور پہاڑ پکڑو جو دی ہم نے تم کو قوت سے اور سنو کہا انہوں نے سنا ہم نے اور نہ مانا ہم نے

تم پر کوہِ طور کو بلند کیا جو ہم نے تمہیں دیا اسے زور سے پکڑو اور سنو، وہ بولے ہم نے سنا اور نہ مانا اور

وَاُشْرِبُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْ ط قُلْ بِئْسَمَا يَاْمُرُكُمْ بِهٖٓ

اور پلائی گئی (میں) ان کے دلوں بچھڑے (کی محبت) بوجہ ان کے کفر کے کہہ دیجیے برا ہے جو وہ حکم دیتا ہے تم کو ساتھ اس کے

اُن کے دلوں میں ان کے کفر کے سبب بچھڑنے کی محبت پختہ ہو گئی۔ کہہ دیجیے تمہارا ایمان تمہیں بری باتیں سکھاتا ہے

اِيْمَانُكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (۹۳) قُلْ اِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ عِنْدَ اللّٰهِ خَالِصَةً مِّنْ دُوْنِ النَّاسِ

ایمان تمہارا اگر ہو تم مومن کہہ دیجیے اگر ہے تمہارے لیے گھر آخرت کا نزدیک اللہ کے خالص سوائے لوگوں کے

اگر ہو تم مومن(۹۳) کہہ دے اگر گھر آخرت کا تمہارے لیے ہے اللہ کے ہاں خالص اور لوگوں کے سوا تو

فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (۹۴) وَلَنْ يَّتَمَنَّوْهُ اَبَدًا بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ

پس تم تمنا کرو موت کی اگر ہو تم سچے اور ہرگز نہیں وہ تمنا کریں گے اس کی کبھی بھی ساتھ اس کے جو آگے بھیجا ہاتھوں ان کے نے

اگر تم سچے ہو تو تم مرنے کی آرزو کرو۔(۹۴) اور وہ ہرگز کبھی بھی موت کی تمنا نہ کریں گے ان گناہوں کے سبب جو ان کے ہاتھ آگے بھیج چکے ہیں

وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِالظّٰلِمِيْنَ (۹۵) وَلَتَجِدَنَّهُمْ اَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰى حَيٰوةٍ ج وَمِنَ الَّذِيْنَ

اور اللہ جاننے والا ہے ظالموں کو اور البتہ تو ضرور پائے گا ان کو زیادہ حریص لوگوں سے (پر) زندگی پر اور (سے) ان لوگوں میں سے

اور اللہ گنہگاروں کو خوب جانتاہے۔(۹۵) اور تُو انہیں سب لوگوں سے زیادہ زندگی یہ حریص پائے گا
اَشۡرَكُوۡا ۚ يَوَدُّ اَحَدُهُمۡ لَوۡ يُعَمَّرُ اَلۡفَ سَنَةٍ ۚ وَمَا هُوَ بِمُزَحۡزِحِهٖ مِنَ
جو شرک کرتے ہیں چاہتا ہے ہر ایک ان میں سے کاش وہ عمر دیا جائے ہزار سال اور نہیں وہ چھڑانے والے اس کو (سے)
اور مشرکوں سے بھی زیادہ حریص ان میں ہر ایک چاہتا ہے کہ کاش وہ ہزار برس کی عمر پائے اور اس قدر زندگی اسے
الۡعَذَابِ اَنۡ يُّعَمَّرَ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيۡرٌۢ بِمَا يَعۡمَلُوۡنَ (۹۶)
عذاب سے یہ کہ وہ عمر دیا جائے اور اللہ دیکھنے والا ہے اس کو جو وہ عمل کرتے ہیں
عذاب سے بچانے والی نہیں اور جو کچھ وہ کرتے ہیں اللہ انہیں دیکھتا ہے۔(۹۶)

مشکل الفاظ اور اُن کا مادہ

نمبرشمار	الفاظ	معانی	مادہ
1	اٰتَيۡنَا	دی ہم نے	ا. ت. ی
2	قَفَّيۡنَا	پیچھے بھیجے	ق. ف. ی
3	الۡبَيِّنٰتِ	روشن نشانیاں	ب. ی. ن
4	تَهۡوٰٓى	خواہش (چاہتے تھے)	ہ. و. ی
5	اسۡتَكۡبَرۡتُمۡ	تکبر کیا تم نے	ک. ب. ر
6	كَذَّبۡتُمۡ	جھٹلایا تم نے	ک. ذ. ب
7	غُلۡفٌ	غلاف	غ. ل. ف
8	لَّعَنَهُمُ	لعنت کی اُن پر	ل. ع. ن
9	فَقَلِيۡلًا	پس تھوڑے ہیں	ق. ل. ل
10	يَسۡتَفۡتِحُوۡنَ	وہ فتح مانگتے	ف. ت. ح
11	عَرَفُوۡا	پہچان لیا انہوں نے	ع. ر. ف
12	بِئۡسَمَا	بُرا ہے جو	ب. ء. س
13	بَغۡيًا	سرکشی	ب. غ. ی

14	مُّهِيْنٌ	ذلیل (رسوا) کرنے والا	ہ. و. ن
15	عَصَيْنَا	نافرمانی کی ہم نے	ع. ص. ی
16	اُشْرِبُوْا	پلائی گئی	ش. ر. ب
17	فَتَمَنَّوُا	پس تم تمنا کرو	م. ن. ی
18	خَالِصَةً	خالص	خ. ل. ص
19	اَبَدًا	کبھی بھی	ا. ب. د
20	قَدَّمَتْ	آگے بھیجا	ق. د. م
21	صٰدِقِيْنَ	سچے	ص. د. ق
22	الْمَوْتَ	موت	م. و. ت
23	لَتَجِدَنَّهُمْ	البتہ تو ضرور پائے گا اُن کو	و. ج. د
24	اَحْرَصَ	زیادہ حریص	ح. ر. ص
25	حَيٰوةٍ	زندگی	ح. ی. ی
26	اَشْرَكُوْا	شرک کرتے ہیں	ش. ر. ک
27	يَوَدُّ	چاہتا ہے	و. د. د
28	يُعَمَّرُ	وہ عمر دیا جائے	ع. م. ر
29	بِمُزَحْزِحِهٖ	چھڑانے والے اُس کو	ز. ح. ز. ح
30	الْعَذَابِ	عذاب	ع. ذ. ب

سورۃ البقرہ

(رکوع نمبر11)

اہم اکتشافات

☆ الہامی کتب پر یہود و نصاریٰ کا عمل

☆ یہود کو نصیحتِ خداوندی

سورۃ البقرہ (رکوع نمبر 11) سے متعلق اہم انکشافات پر گفتگو

س ا۔ یہود ونصاریٰ نے اپنی اپنی کتابوں پر کہاں تک عمل کیا؟ تفصیل سے تحریر کیجیے۔

اللہ تعالیٰ نے سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۸۷ میں ارشاد فرمایا، ہم نے موسیٰؑ کو تورات جیسی عظیم الشان کتاب عطا فرمائی۔ اور موسیٰؑ کے بعد کئی رسول یکے بعد دیگرے آتے رہے۔ اسی کتاب کی تبلیغ کے لیے، پھر اللہ تعالیٰ نے عیسیٰؑ، جو حضرت مریمؑ کے بیٹے تھے، ان کو واضح نشانیاں دے کر بھیجا اور ان کو روح القدس یعنی جبرائیلؑ کی مدد عطا فرمائی، جو نبیوں اور رسولوں کے پاس اللہ کا پیغام لے کر آتے تھے۔ ہر مشکل میں جبرائیلؑ نے حضرت عیسیٰؑ کی مدد بھی کی اللہ تعالیٰ کے حکم سے۔ حضرت عیسیٰؑ کے بعد پھر آخری نبی حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم تشریف لائے۔ ان یہود و نصاریٰ نے پھر اپنی خواہش نفس کی پیروی کرتے ہوئے تکبر سے کام لیا۔ اور اس آخری نبیؐ کا انکار کر دیا۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے، اے یہود ونصاریٰ! تم نے دنیاوی فائدے کی خاطر اپنی نفس کی پیروی کرتے ہوئے غرور کرتے ہوئے اللہ کے حکموں کے خلاف کیا کہ آخری رسول اور آخری کتاب سے منہ موڑ لیا۔ اور بعض نبیوں کو جھٹلا دیا اور بعض نبیوں کو شہید تک کر دیا۔ (نعوذ باللہ) حضرت عیسیٰؑ اتنے جلیل القدر نبی جن کو اللہ تعالیٰ نے متعدد معجزات عطا فرمائے، مثلاً وہ اندھوں کو بینا کرتے، کوڑھیوں کو تندرست کرتے اور بیمار کو صحت مند کرتے (باذن اللہ)۔ بچپن میں لوگوں سے باتیں کرنے کی قوت اللہ نے ان کو عطا فرمائی تھی۔ اللہ نے ان کو بن باپ کے پیدا فرمایا۔ مگر ان تمام باتوں کے باوجود، اے یہود و نصاریٰ! تم ان پر ایمان نہ لائے اور مسلسل مخالفت اور ایذا رسانی کرتے رہے۔

الکتاب: اس سے مراد خاص کتاب تورات ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جب موسیٰؑ کو تورات کی تختیاں عطا فرمائی گئیں تو وہ اٹھا نہ سکے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک ایک آیت اٹھانے کے لیے ایک ایک فرشتہ مقرر کیا، وہ بھی نہ اٹھا سکے۔ پھر ایک ایک حرف کے لیے ایک ایک

فرشتہ مقرر کیا، اس سے بھی نہ اٹھ سکا۔ جب اس کتاب کی عظمت ظاہر ہوگئی تب موسیٰؑ کے لیے اس کتاب کو ہلکا کر دیا گیا اور وہ اٹھا کر بنی اسرائیل کے پاس لائے کیونکہ تورات پوری کی پوری ایک دم لکھی ہوئی عطا ہوئی تھی۔ غالباً بغیر کسی فرشتے، براہِ راست اللہ تعالیٰ کی طرف سے موسیٰؑ کو عطا کی گئی تھی۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اٰتَیۡنَا ہم نے عطا فرمائی۔ اس کے بعد فرمایا کہ ہم نے موسیٰؑ کے بعد کتنے ہی انبیاء کرام بھیجے جو تورات کے احکامات کی پیروی کرتے اور ان کی تبلیغ بھی کرتے۔ مفسرین فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کے درمیان چار ہزار پیغمبر تشریف لائے جو سب کے سب تورات شریف کی تبلیغ کرتے اور پیروی کرتے تھے۔ ان سب کی شریعت ایک ہی تھی۔ جو لوگ احکام الٰہی میں سستی کرتے، اس کی یہ نبی اصلاح کرتے تھے۔ اسی طرح بے عمل عالم اگر تورات شریف میں بگاڑ پیدا کرتے، ردّ و بدل کرتے، یہ نبی اصلاح فرماتے۔ ان نبیوں کے نام مندرجہ ذیل ہیں جو موسیٰؑ کے بعد تشریف لائے اور انہوں نے تورات شریف ہی کے احکامات کو نافذ کیا اور اُسی شریعت پر عمل پیرا ہوئے اور قوم کی اصلاح بھی کرتے رہے۔
حضرت یوشعؑ، حضرت الیاسؑ، حضرت الیسعؑ، حضرت شمویلؑ، حضرت داؤدؑ، حضرت سلمانؑ، حضرت یونسؑ، حضرت عزیرؑ، حضرت حزقیلؑ، حضرت زکریاؑ، حضرت یحییٰؑ، حضرت شمعونؑ، وغیرہ۔

انسان کو اللہ تعالیٰ نے دو قوتیں عطا فرمائیں، ایک ایمان کی اور یقین کی قوت، اور دوسری قوت عمل کرنے کی۔ اگر یہ دونوں قوتیں ٹھیک طرح سے کام کریں تو منزل کا اور مقصد کا راستہ آسان ہو جاتا ہے۔ پچھلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے یہود و نصاریٰ کی وہ خرابیاں بیان فرمائیں تھیں جو کہ قوتِ عمل سے تعلق رکھتی تھیں۔ وہ یہ کہ وہ آپس میں ایک دوسرے کو قتل کرتے، کمزور لوگوں کو وطن سے، گھروں سے باہر نکالتے۔ یہ ان کی عملی قوت تھی جو خراب کام کر رہی تھی۔ یہ قوت ان کی درست نہیں تھی۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی راہنمائی کے لیے اپنے حکموں سے بھرپور رحمت سے نورانی کتاب تورات عطا فرمائی ہوئی تھی۔ وہ بجائے اس کے مطابق عمل کرتے، بلکہ

اس کتاب میں تبدیلیاں کرنے لگے۔اپنی مرضی سے،خواہش کے مطابق ان آیات کو بدلتے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے لگے۔جب کسی انسان کی عملی قوت خراب اور بیکار ہو جائے تو اللہ کے احکامات کے مطابق اعمال نہ کرے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر لعنت اور پھٹکار کر دی جاتی ہے۔پھر وہ اللہ کی رحمتوں سے،اس کے پیار سے دور ہوتا چلا جاتا ہے۔اللہ کے لطف و کرم سے محروم ہوتا جاتا ہے۔اسے پھٹکار اس لیے کہا جاتا ہے کہ ایسے شخص کو کوئی منہ بھی نہیں لگاتا،سب دور ہو جاتے ہیں اس سے۔ایسا شخص ایمان اور دین کی طرف بھی متوجہ نہیں ہوسکتا۔نافرمانیوں کے سبب ان کے دلوں پر کانوں پر،آنکھوں پر پردے پڑ جاتے ہیں۔لعنت کے غلاف چڑھ جاتے ہیں۔گندے اعمال کی دھول سی جم جاتی ہے ان کے دل و دماغ پر۔جب ان یہودیوں کے یہ حالات ہو گئے، جانتے ہوئے بھی یہ نافرمانیاں کرتے رہے تو کہنے لگے، ہمارے دل غلاف کے اندر محفوظ ہیں۔ہم پر اپنے دین کے سوا کوئی چیز اثر نہیں کر سکتی۔ہم کسی کے سمجھنے سمجھانے سے ہرگز ہرگز کسی کی اطاعت و فرمانبرداری نہیں کر سکتے۔اور وہ یہ سب باتیں بڑے فخر سے کرتے تھے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے،ان کے دلوں پر غلاف نہیں، بلکہ انکار اور تکبر کی وجہ سے ان پر لعنت ہے،جس کے پردے ان کے دلوں پر پڑے ہوئے ہیں۔ان کو خدائی رحمت سے دور کر دیا گیا ہے۔اسی لیے تو یہ سچے دین کو ہی نہیں پہچان رہے،نہ ہی اس نبی آخرالزماںؐ کو پہچان رہے ہیں۔اور نہ ایمان لا رہے ہیں۔یہ لعنت کے پردے ان کے دلوں پر پڑ چکے ہیں۔یہ بھی بہت بڑی سزا ہے اور اللہ کے غضب کی نشانی اور اس کا عذاب ہے دنیاوی زندگی میں۔لیکن بہت کم لوگ ہیں جو اس بات کو سمجھتے ہوں۔

فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ جب یہودیوں کے پاس میری طرف سے قرآن پاک جیسی سچی کتاب آئی جو کہ موسیٰ کی شریعت کے اصولوں کی تصدیق کرتی تھی اور دوسری سابقہ آسمانی کتابوں کی بھی تصدیق کرتی تھی۔جب ان کے پاس یہ سچی کتاب آئی تو انھوں نے انکار کر دیا اس قرآن کا۔اور اس نبی آخرالزماںؐ کا جن پر یہ کتاب نازل ہوئی تھی۔حالانکہ یہ منتظر تھے اور انہی کا واسطہ

دے کر یہ لوگ کافروں کے مقابلے میں فتح یاب ہونے کی دعائیں کیا کرتے تھے۔ جب وہ نبی آخر الزماںؐ تشریف لائے تو انہوں نے ان کا انکار کر دیا۔ اسی انکار کی وجہ سے اللہ کی لعنت اور پھٹکار کا شکار ہو گئے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہودی لوگ اپنی ضد اور حسد کی وجہ سے انکار کرتے رہے قرآن پاک کا بھی اور نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کا۔ اور اسی وجہ سے وہ اللہ کی رحمت سے دور ہو گئے اور ذلیل ورسوا ہو گئے۔

یہودیوں کا نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم پر ایمان لانے سے انکار کرنا، حقیقت میں تورات اور انجیل سے انکار کرنے کے برابر ہے۔

ارشاد فرمایا، بری چیز ہے جس کے بدلے انہوں نے اپنے آپ کو بیچ دیا۔ انہوں نے ضد کی، حسد کیا اور انکار کیا، اس پر جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اپنے بندوں پر جس پر چاہے اپنا فضل ورحمت نازل کرے۔ اس وجہ سے ان پر اللہ کا غضب وغصہ نازل ہوا۔ اور ان کافروں پر ان انکار کرنے والوں پر ذلت کا عذاب ہے۔ یہ یہودی حد درجہ خود غرض اور نفس پرست ہیں۔ ضدی اور حاسد بھی ہیں۔ انہوں نے اللہ کے احکامات کو تجارتی اور قومی نقطۂ نگاہ سے دیکھا اور سوچا کہ ان کا فائدہ کہاں ہے۔ دنیاوی فائدے کی خاطر انہوں نے اللہ کے احکامات کی نافرمانی کر کے اللہ کا غضب وغصہ کما لیا۔ اور اس کے احکامات کو بدل کر سرکشی کر کے اللہ کے غضب پر غضب کو دعوت دی اور ذلیل ہوئے۔ نفس پرستی کے نتیجے میں ان کے اندر حسد کی آگ بھڑک اٹھی۔ وہ چاہنے لگے کہ ہر قسم کی نعمت ہم کو حاصل ہو جائے اور اللہ کی رحمت بھی ہم کو ہی ملے۔ حسد کی آگ اس لیے بھڑک اٹھی ان کے اندر کے نبوت کا سلسلہ اُن کے اپنے خاندان سے نکل کر بنی اسمٰعیل میں کیوں چلا گیا۔ حالانکہ یہ جانتے تھے کہ اللہ جس پر چاہے اپنا فضل کرتا ہے، جس کو چاہے نبوت ورسالت عطا فرماتا ہے۔ انہوں نے ضد میں آ کر آپؐ کو ماننے سے انکار کر دیا اور سچائی سے منہ موڑ لیا۔

جب ان سے کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا دین، دینِ اسلام، شریعت محمدؐ پر ایمان

لاؤ۔ کہنے لگے کہ ہم پر جو نازل ہوا ہے ہم تو اسے ہی مانیں گے۔ اس کے علاوہ ہم کسی کو نہیں مانیں گے۔ حالانکہ وہ حق ہے اور اس کی تصدیق کرتا ہے جس پر یہ ایمان لائے تھے۔ اللہ تعالیٰ اس آیت میں ان کو تنبیہ کرتا ہے کہ تم تو راہِ حق سے بھٹک چکے ہو اور سچے دین کو چھوڑ چکے ہو۔ اب تمہاری بہتری اسی میں تھی کہ تم دینِ اسلام کو اختیار کر لو، مان جاؤ اس دین کو۔ شامل ہو جاؤ دینِ اسلام میں، کلمہ پڑھ لو اس نبی کا، جن کے وسیلے سے فتح کی دعائیں مانگا کرتے تھے تم۔ آج کیا تم اس کو پہچاننے سے ہی انکار کر رہے ہو۔ مان لو قرآن کو یہ بھی آسمانی کتاب ہے جو تمہاری آسمانی کتاب تورات کی تصدیق کر رہی ہے۔ اور تم اپنی کتابوں کو بھی بدل چکے ہو۔ اس کتاب قرآن کو مان لینے سے تمہاری نجات ہے۔ نہیں تو تمہارا اپنی کتابوں کو ماننے کا دعویٰ بھی بالکل غلط ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے دعوے کو ردّ فرما رہا ہے کہ تم نے اپنی کتابوں کو ہی مانا ہوتا تو تم اپنے نبیوں کو پھر کیوں شہید کرتے تھے اور ان کو جھوٹا کہتے تھے۔ تم کیسے ہو کہ اپنی ہی کتابوں پر عمل نہیں کرتے۔ اے یہودیو! دیکھو موسیٰ بہت سے معجزات لے کر آتے تھے اللہ کی طرف سے تمہارے پاس۔ تم نے سب کچھ جانتے ہوئے بھی بچھڑے کی پوجا کی۔ توحید کو چھوڑ کر کفر و شرک میں پڑ گئے۔ ارشاد فرمایا، اے یہودیو! تم وہ وقت یاد کرو کہ تم نے تورات کے احکامات ملتے ہی اس کا انکار کر دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان احکامات کو منوانے کے لیے طور پہاڑ اکھیڑ کر تمہارے سروں پر سائبان کی طرح کر دیا۔ جب تم نے دیکھا کہ پہاڑ ہم پر گرا دیا جائے گا تو جلدی سے اقرار کیا کہ ہم ان احکامات کو مان لیں گے، ان پر عمل کریں گے۔ لیکن دل ہی دل میں انکار کرتے رہے۔ کیونکہ دل میں تمہارے اس بچھڑے کی محبت رچ گئی ہوئی تھی۔ حدیث میں ہے کہ کسی بھی چیز کی محبت انسان کو اندھا بہرا کر دیتی ہے۔ اے یہودیو! تم کس طرح اپنے ایمان کا دعویٰ کرتے ہو۔ بار بار وعدے کر کے پھر وعدہ توڑ دیتے ہو۔ اور بار بار کفر و شرک سے باز نہیں آتے۔ موسیٰ کے سامنے تم نے شرک کیا۔ ان کے بعد نبیوں سے سرکشی کرتے رہے، ان کو شہید کرتے رہے، یہاں تک کہ نبی آخر الزماں ﷺ کی نبوت کو بھی نہ مانا جو سب سے بڑا کفر کیا ہے، کیا تمہارا ایمان تمہیں ایسی باتیں سکھاتا ہے کہ نبیوں کو قتل کرو۔ اللہ کو چھوڑ کر بچھڑے کی پوجا کرو، وعدہ کر کے اسے توڑ دو، یہ ہے تمہارا ایمان جو تمہیں بُری باتیں سکھاتا ہے۔ یہ کیسا ایمان ہے جو بُرے اعمال کراتا ہے۔ یہ سچا ایمان کیسے ہو سکتا ہے۔

س۲۔ اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کو مرنے کی تمنا کرنے کا مشورہ کیوں دیا اور حجت کیسے

پوری کی؟تفصیل سے جواب دیں۔

اللہ کریم نے ارشاد فرمایا، اے نبیؐ! ان یہودیوں کو فرما دیجیے کہ اگر تم جنت کے وارث ہو۔جس طرح تم کہتے ہو کہ ہمیں آگ میں ہرگز نہیں جلنا پڑے گا ہم تو نبیوں کی اولاد ہیں۔ہم تو اللہ کے لاڈلے ہیں۔جنت میں ہم جائیں گے۔تم اپنے اس دعوے میں سچے ہو کہ تو تم جنت میں ضرور جاؤ گے۔اعمال جیسے بھی کرو۔تو پھر ایک کام کرو۔ذرا موت کی تمنا کر کے دکھاؤ۔کیونکہ جس شخص کو یہ یقین ہو کہ مرنے کے بعد وہ لازمی جنت میں جائے گا، اسے موت کی تمنا کرتے ہوئے ڈرنا نہیں چاہیے۔اس دنیا میں بے شمار تکلیفیں مصیبتیں ہیں، جتنی جلدی ہو سکے اس دنیا کو خیر باد کہو اور اُس دنیا کا رُخ کرو جہاں تمہارے لیے عیش و آرام ہے۔ان آیات میں یہودیوں کی حقیقت حال کو پوری طرح کھول کر بیان کر دیا گیا ہے۔اگر تم جنت کے وارث اور ٹھیکیدار ہو تو موت مانگو اور جلدی جنت میں جا کر رہو۔دنیا کی پریشانیوں سے بچو لیکن اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے نبیؐ! یہ یہودی اس بات کو ماننے کے لیے ہرگز ہرگز تیار نہیں ہوں گے۔وہ اس دنیا کی لذتوں کو چھوڑ کر اُس دنیا میں جانے کا کبھی بھی ارادہ نہیں کرنا چاہتے۔وہ موت کی تمنا کبھی بھی نہیں کریں گے۔وہ اپنے دعوے میں جھوٹے ہیں۔وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ انہوں نے اس دنیا میں جو بُرے اعمال کیے ہیں ان کی سزا اُن کو ملے گی ضرور۔اسی لیے وہ کبھی بھی موت کی تمنا نہیں کریں گے۔بلکہ وہ اپنے لیے لمبی عمر مانگیں گے۔اے اللہ! ہمیں ایک ہزار سال کی زندگی دے دے، ہم اس دنیا میں زیادہ دیر تک لطف اٹھاتے رہیں اور آخرت کے عذاب سے بچتے رہیں۔ان میں سے ہر ایک یہی چاہتا ہے کہ ان کی عمر ہزاروں سال کی ہو، تا کہ وہ زیادہ زیادہ دنیاوی فائدے حاصل کر سکیں اور اللہ کے عذاب سے بچے رہیں۔لیکن اللہ تعالیٰ انہیں اس بات سے خبردار کر رہے ہیں کہ وہ جتنی مرضی لمبی عمر پالیں، چاہے ہزاروں سال جی لیں، وہ اللہ کے عذاب، اس کی سزا سے ہرگز ہرگز نہیں بچ سکیں گے۔کیونکہ وہ ان کے ہر عمل سے پوری طرح واقف ہے اور ان کو سزا دینے پر بھی قادر ہے۔وہ ان کے ہر عمل کو دیکھ رہا ہے، لکھ رہا ہے، اس کے ریکارڈ میں ان کا ہر عمل موجود ہے، وہ اللہ سے کچھ بھی نہیں چھپا سکتے، نہ ہی اس کے عذاب سے چھٹکارا پا سکتے ہیں۔

سورۃ البقرہ

(رکوع نمبر 12)

سورۃ البقرہ (رکوع نمبر 12) کا متن بمعہ لفظی وبامحاورہ ترجمہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

شروع کرتی /کرتا ہوں ساتھ نام اللہ کے جو رحم کرنے والا نہایت مہربان ہے۔

قُلۡ مَنۡ کَانَ عَدُوًّا لِّجِبۡرِیۡلَ فَاِنَّہٗ نَزَّلَہٗ عَلٰی قَلۡبِکَ بِاِذۡنِ اللّٰہِ
کہہ دیجئے جو کوئی ہو گا دشمن واسطے جبریل کے پس بے شک اس کو نازل کیا اس کو (اوپر) تیرے دل پر حکم سے اللہ کے
آپ ﷺ کہہ دیجیے جو کوئی جبریل ؑ کا دشمن ہو پس بے شک اس نے تو یہ کلام تیرے دل پر اللہ کے حکم سے اتارا کہ
مُصَدِّقًا لِّمَا بَیۡنَ یَدَیۡہِ وَہُدًی وَّبُشۡرٰی لِلۡمُؤۡمِنِیۡنَ. (۹۷) مَنۡ کَانَ عَدُوًّا لِّلّٰہِ وَ
تصدیق کرنے والا ہے اس کی جو پہلے اس سے ہے اور ہدایت ہے اور خوشخبری ہے مومنوں کے لیے جو کوئی ہو گا دشمن اللہ کا اور
تصدیق کرنے والا ہے جو اس کے پہلے ہے اور ہدایت اور خوشخبری ہے ایمان والوں کے لیے۔(۹۷) جو کوئی اللہ اور اس کے فرشتوں کا دشمن ہو
مَلٰٓئِکَتِہٖ وَرُسُلِہٖ وَجِبۡرِیۡلَ وَمِیۡکٰلَ فَاِنَّ اللّٰہَ عَدُوٌّ لِّلۡکٰفِرِیۡنَ (۹۸)وَلَقَدۡ
اس کے فرشتوں کا اور اس کے رسولوں کا اور جبریل کا اور میکائیل کا پس بے شک اللہ دشمن ہے کافروں کے لیے اور البتہ تحقیق
اور جبریل ؑ اور میکائیل ؑ کا پس بے شک اللہ ان کافروں کا دشمن ہے۔(۹۸) اور ہم نے
اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَیۡکَ اٰیٰتٍۭ بَیِّنٰتٍ ج وَمَا یَکۡفُرُ بِہَاۤ اِلَّا الۡفٰسِقُوۡنَ (۹۹)اَوَکُلَّمَا عٰہَدُوۡا عَہۡدًا
نازل کی ہم نے طرف تیری آیتیں روشن اور نہیں وہ انکار کرتا ساتھ اس کے مگر فاسق کیا اور جب کبھی عہد کیا انہوں نے عہد
تیری طرف روشن آیتیں اتاریں اور انکار نہ کریں گے مگر وہی جو نافرمان ہیں۔(۹۹) کیا جب کبھی کوئی اقرار باندھیں گے
نَّبَذَہٗ فَرِیۡقٌ مِّنۡہُمۡ بَلۡ اَکۡثَرُہُمۡ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ (۱۰۰)وَلَمَّا جَآءَہُمۡ رَسُوۡلٌ
پھینک دیا اس کو ایک فریق نے ان میں سے بلکہ اکثر ان میں سے نہیں وہ ایمان لاتے اور البتہ جب آئے ان کے پاس رسول
تو ان میں سے ایک جماعت اس کو پھینک دے گی بلکہ ان میں اکثر اس پر یقین نہیں کرتے۔(۱۰۰) اور جب ان کے پاس آیا رسول اللہ
مِّنۡ عِنۡدِ اللّٰہِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَہُمۡ نَبَذَ فَرِیۡقٌ مِّنَ الَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡکِتٰبَ
اللہ کے نزدیک سے تصدیق کرنے والا اس کی جو ساتھ ان کے ہے پھینک دیا ایک فریق نے ان لوگوں میں سے جو دیے گئے کتاب
کی طرف سے اس کی تصدیق کرنے والا جو ان کے پاس ہے تو اہل کتاب کی ایک جماعت نے پھینک دیا اللہ کی
کِتٰبَ اللّٰہِ وَرَآءَ ظُہُوۡرِہِمۡ کَاَنَّہُمۡ لَا یَعۡلَمُوۡنَ (۱۰۱)وَاتَّبَعُوۡا مَا تَتۡلُوا الشَّیٰطِیۡنُ عَلٰی مُلۡکِ
کتاب اللہ کی کو پیچھے پشتوں اپنی کے گویا کہ وہ نہیں وہ جانتے اور پیروی کرتے تھے جو پڑھتے تھے شیطان دور میں
کتاب کو اپنی پیٹھ کے پیچھے گویا وہ جانتے ہی نہیں۔(۱۰۱) انہوں نے پیروی کی اس کی جو شیطان پڑھتے تھے

سُلَیۡمٰنَ جوَمَا کَفَرَ سُلَیۡمٰنُ وَلٰـکِنَّ الشَّیٰطِیۡنَ کَفَرُوۡا یُعَلِّمُوۡنَ النَّاسَ السِّحۡرَ ق وَمَآ اُنۡزِلَ عَلَی الۡمَلَکَیۡنِ

سلیمانؑ کے اورنہیں کفر کیا تھا سلیمانؑ نے اور لیکن شیطانوں نے کفر کیا وہ سکھاتے تھے لوگوں کو جادو اور جو نازل کیا گیا دو فرشتوں پر

سلیمانؑ کی بادشاہت کے وقت اور سلیمانؑ نے کفر نہیں کیا لیکن شیطانوں نے کفر کیا وہ لوگوں کو جادو سکھاتے تھے اور جو دو فرشتوں پر اُترا

بِبَابِلَ هَارُوۡتَ وَمَارُوۡتَ ط وَمَا یُعَلِّمٰنِ مِنۡ اَحَدٍ حَتّٰی یَقُوۡلَآ اِنَّمَا نَحۡنُ

شہر بابل میں ہاروت اور ماروت اور نہیں وہ سکھاتے تھے کسی ایک کو یہاں تک کہ وہ کہتے تھے دونوں سوائے اس کے نہیں کہ ہم

بابل شہر میں ہاروت اور ماروت پر وہ دونوں کسی کو جادو نہیں سکھاتے تھے جب تک نہ کہہ دیتے کہ ہم تو

فِتۡنَةٌ فَلَا تَکۡفُرۡ ط فَیَتَعَلَّمُوۡنَ مِنۡهُمَا مَا یُفَرِّقُوۡنَ بِهٖ بَیۡنَ الۡمَرۡءِ وَ

آزمائش میں ہیں پس نہ تم کفر کرو پس وہ سیکھتے تھے ان دونوں سے جو جدائی ڈال دے ساتھ اس کے درمیان مرد کے اور

آزمائش کے لیے ہیں۔ تو کافر نہ ہو پھر وہ ان سے جادو سیکھتے جس سے مرد اور اس کی بیوی میں جدائی ڈالتے

زَوۡجِهٖ ط وَمَا هُمۡ بِضَآرِّیۡنَ بِهٖ مِنۡ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذۡنِ اللّٰهِ ط وَیَتَعَلَّمُوۡنَ مَا یَضُرُّهُمۡ

اس کی بیوی کے اور نہیں وہ نقصان پہنچانے والے ساتھ اس کے کسی ایک کو مگر ساتھ حکم کے اللہ کے اور وہ سیکھتے ہیں جو نقصان دیتی ہے ان کو اور نہ

اور وہ اس سے کسی کا نقصان نہ کر سکتے اللہ کے حکم کے بغیر اور وہ چیز سیکھتے ہیں جو ان کا نقصان کرے

وَلَا یَنۡفَعُهُمۡ وَلَقَدۡ عَلِمُوۡا لَمَنِ اشۡتَرٰهُ مَا لَهٗ فِی الۡاٰخِرَةِ مِنۡ خَلَاقٍ قف

اور نہ نفع دیتی ہے ان کو اور البتہ تحقیق جان لیا انہوں نیا البتہ جو کوئی خریدے اس کو نہیں اس کے لیے آخرت میں کوئی حصہ

اور فائدہ نہ کرے اور وہ خوب جان چکے ہیں کہ جس نے یہ اختیار کیا اس کے لیے آخرت میں کچھ حصہ نہیں ہے

وَلَبِئۡسَ مَا شَرَوۡا بِهٖۤ اَنۡفُسَهُمۡ ط لَوۡ کَانُوۡا یَعۡلَمُوۡنَ (۱۰۲) وَلَوۡ اَنَّهُمۡ اٰمَنُوۡا

اور البتہ بڑا ہے جو بیچا انہوں نے ساتھ اس کے جانوں اپنی کو کاش ہوتے وہ وہ جانتے اور اگر یہ کہ وہ ایمان لاتے

اور جس کے بدلے انہوں نے اپنے آپ کو بیچا وہ بہت بُری ہے کاش ان کو سمجھ ہوتی (۱۰۲) اور اگر وہ ایمان لاتے

وَاتَّقَوۡا لَمَثُوۡبَةٌ مِّنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ خَیۡرٌ ط لَوۡ کَانُوۡا یَعۡلَمُوۡنَ (۱۰۳)

اور پرہیزگاری کرتے البتہ ثواب تھا نزدیک اللہ کے سے بہتر کاش ہوتے وہ وہ جانتے

اور تقویٰ اختیار کرتے تو اللہ کے ہاں سے بہتر بدلہ پاتے، کاش ان کو سمجھ ہوتی۔ (۱۰۳)

مشکل الفاظ اور اُن کا مادہ

معانی	مادّہ	الفاظ	نمبر شمار
پھینک دیا	ن . ب . ذ	نَبَذَهٗ	1
پیچھے	و . ر . ء	وَرَآءَ	2

3	ظُهُوْرِهِمْ	ظ. ہ. ر	پشتوں اپنی کے
4	وَاتَّبَعُوْا	ت. ب. ع	پیروی کرتے تھے
5	تَتْلُوْا	ت. ل. و	جو پڑھتے تھے
6	سِحْرَ	س. ح. ر	جادو
7	فِتْنَةٌ	ف. ت. ن	آزمائش میں ہیں
8	يُفَرِّقُوْنَ	ف. ر. ق	جدائی ڈال دے
9	مَرْءِ	م. ر. ء	مرد کے
10	يَضُرُّهُمْ	ض. ر. ر	نقصان پہنچانے والے
11	خَلَاقٍ	خ. ل. ق	حصہ
12	لَمَثُوْبَةٌ	ث. و. ب	البتہ ثواب تھا
13	خَيْرٌ	خ. ی. ر	بہتر

سورۃ البقرہ

(رکوع نمبر 12)

اہم اکتشافات

- ☆ یہود کی جبریلِ امینؑ سے دشمنی
- ☆ مخالفتِ قرآن اور یہود کی عہد شکنی
- ☆ تذکرہ حضرتِ سلیمان
- ☆ شیاطین و جنات کی حقیقت
- ☆ جادو اور اسکے اثرات
- ☆ قصہ ہاروت و ماروت

سورۃ البقرہ (رکوع نمبر 12) سے متعلق اہم اکتشافات پر گفتگو

س ا۔ یہودی جبریلؑ کو دشمن کیوں سمجھتے تھے؟

یہودیوں کو جب کہا گیا کہ تورات کے علاوہ باقی آسمانی کتابوں پر بھی ایمان لاؤ جیسا کہ قرآن پاک پر ایمان لاؤ تو وہ کہتے کہ ہم تورات کو ہی مانیں گے جو اللہ تعالیٰ نے بلاواسطہ موسیٰ کو عطا فرمائی۔ اس کے علاوہ ہم کسی کتاب کو نہیں مانیں گے۔ کیونکہ قرآن پاک جبریلؑ کے ذریعے نازل کیا گیا اور یہ جبریلؑ ہمارے دشمن ہیں۔ ہم نہیں چاہتے کہ دشمن کا احسان اٹھائیں اور ان کے لائے ہوئے قرآن کو مانیں۔

جب آپؐ ہجرت کر کے مدینہ پاک تشریف لائے تو یہودیوں کی ایک جماعت اپنے سردار عبداللہ ابن صوریہ کو لے کر آپؐ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی۔ کہنے لگے کہ اے اللہ کے رسول! ہم آپ سے چند سوال کرنا چاہتے ہیں۔ اگر آپ نے سوالوں کا ٹھیک جواب دے دیا تو پھر ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے۔ ابن صوریہ بولا کہ ہماری تورات میں نبی آخر الزماںؐ کی چند علامتیں لکھی ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ وہ علامات دیکھیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ تحقیق کر لو۔ اس نے پوچھا کہ آپؐ کے سونے کا کیا حال ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ میری آنکھیں سوتی ہیں، دل بیدار رہتا ہے۔ ابن صوریہ بولا، آپ نے سچ فرمایا، آخری نبی کی یہی علامت لکھی ہے ہماری کتاب میں۔ پھر چند باتیں اور دریافت کیں اور تصدیق بھی کی۔ کہنے لگا کہ جبریلؑ ہمارے دشمن ہیں کہ وہ ہمارے راز اپنے نبی تک پہنچا دیتے ہیں اور ہم پر ساری مصیبتیں ان ہی کے ہاتھوں آئیں۔ میکائیل ہمارے دوست ہیں کیونکہ وہ بارش اور رحمت لاتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ جبریل اور میکائیلؑ کا بارگاہِ الٰہی میں کیا درجہ ہے؟ وہ بولے کہ دونوں بہت ہی مقبولِ بارگاہ ہیں۔ دونوں پر تجلیِ الٰہی ہوتی ہے۔ جبریلؑ عرشِ الٰہی کے دائیں طرف اور میکائیلؑ بائیں طرف رہتے ہیں۔

جبریلؑ، یہ بھی تو اللہ کے مقربین میں سے ہے۔ ان کے سپرد ایک بڑی خدمت ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے پیغامات اور احکامات اس کے پیغمبروں کو پہنچاتے ہیں۔ دونوں کا درجہ بلند ہے۔ یہ

کہ تم ایک کو دشمن سمجھتے ہو تو ایک کو دوست۔ جب وہ دونوں بارگاہِ الٰہی کے مقبول فرشتے ہیں۔تو جو ایک کا دشمن وہ دونوں کا دشمن اور وہ رب کا بھی دشمن۔ جب وہ آپؐ کی بارگاہ سے چلے گئے وہ راستے میں ہی تھے کہ یہ آیت کریمہ نازل ہوگئیں۔فرمایا اللہ تعالیٰ نے،اے محبوبؐ!ان یہودیوں سے کہہ دو کہ یہ ایک نامعقول سا عذر ہے تمہارا کہ ہم قرآن کو کیسے مانیں۔اس کو تو جبریلؑ لے کر آئے۔درحقیقت یہ عذر نہیں بلکہ نہ ماننے کا ایک بہانہ ہے۔ان کو کہہ دو کہ جو جبریلؑ کا دشمن ہے وہ درحقیقت رب کا دشمن ہے۔ کیونکہ جبریلؑ نے اپنی طرف سے نہیں بلکہ رب کے حکم سے آپؐ پر قرآن لاتے رہے۔ جبریلؑ سے ناراضگی حقیقت میں رب کے حکم سے ناراضگی ہے۔ان کو تو چاہیے تھا کہ جبریلؑ کا احسان مانتے، کیونکہ وہ ایسی کتاب لائے جو اگلی کتابوں کو سچا کرتی اور سب کو ہر طرح کی ہدایت بھی دیتی ہے اور اپنے ماننے والوں کو خوشخبریاں سناتی ہے۔اعلان کر حوالے میرے محبوبؐ کہ جو کوئی بھی الہ اور اس کے فرشتوں کا اور اس کے نبیوں کا اور جبریلؑ اور میکائیلؑ کا دشمن ہے وہ کافر ہے۔اور اللہ کافروں کا دشمن ہے۔یہ ایسے کافر ہیں کہ ہر چیز کا انکار کر رہے ہیں۔ اور اللہ کے ہر حکم پر اعتراض بھی کرتے ہیں۔سب نبیوں کا سردار نبی آخرالزماںؐ کا انکار جبریلؑ جو فرشتوں کے سرداران کے ماننے کا انکار اور ان سے دشمنی اور مقابلہ یہ تو الٹے خود ہی مصیبت میں گرفتار ہوگئے اور خدا کے دشمنوں کی فہرست میں اُن کا نام آ گیا۔

س۲۔ یہودیوں کی عہد شکنی اور قرآن پاک کی مخالفت کے بارے میں بیان کریں۔

یہودیوں کی تاریخ عہد شکنی، نافرمانی، غداری اور سرکشی کے واقعات سے بھری پڑی ہے۔جب کبھی ان کے پاس کوئی نشانیاں لے کر آیا، ان لوگوں نے اس کو جھوٹا سمجھا۔ بلکہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرنے کے بعد بھی کوئی رسول نشانیاں لے کر آیا تو انہوں نے اس کو جھٹلا دیا۔ بلکہ اس کا انکار اور نافرمانی کی۔ یہودی مادہ پرست تھے۔اس لیے ان کے نبیوں کو اللہ تعالیٰ نے ظاہری اور مادی معجزے عطا فرمائے۔ان کے نزدیک ایک نبی کے سچا ہونے کا یہی معیار قائم تھا کہ اس کے پاس معجزات ہوں۔ جب نبیؐ تشریف لائے تو یہودی حیرت سے کہنے لگے، کہ یہ کیسے نبی ہیں، ان کے پاس تو کوئی نشانی نہیں۔ان کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا، تم ایک نشانی مانگتے ہو، ہم تو اپنے نبیؐ کو کئی نشانیاں دے چکے ہیں۔ایسی نشانیاں واضح ہیں جو سب کو

نظر آ سکتی ہیں۔ انہیں دیکھنے کے بعد کوئی صحیح فطرت والا عقل والا انسان ان کا انکار نہیں کر سکتا۔ صرف وہی لوگ انکار کریں گے جو اللہ کے قانون کو توڑنے والے اور اس کے حکموں سے بغاوت کرنے والے ہوں گے۔ نافرمان، عہد شکن اور سرکش ایسا کام کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کا پھر اپنے نبی پر اور اپنی کتاب پر بھی کیا ایمان ہے۔ یہ جھوٹے ہیں۔ یہ لوگ آخری نبیؐ پر بھی ایمان نہیں لائے۔ حالانکہ اُن کی اپنی کتاب میں کھلی نشانیاں اور پیشین گوئیاں موجود تھیں۔ یہودیوں عالموں نے ان پیشین گوئیوں کو چھپانے کی انتہائی کوشش کی اور یہودی عوام نے اسلام اور مسلمانوں کی حد درجہ مخالفت کی۔ حالانکہ ان کی بھی نجات اس میں تھی کہ وہ اسلام قبول کر لیتے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ نبی آخر الزماںؐ اس لیے تشریف نہیں لائے کہ تمہارے دین کو مٹا دیں، بلکہ اسے تازگی بخشنے آئے اور نئی زندگی دینے کے لیے آئے ہیں۔ اس لیے ان کی بات نہ مان کر تم خود اپنے دین کی جڑ کھود کر برباد کر دو گے۔ یہودیوں نے کھلم کھلا دین اسلام کی مخالفت کی۔ اور تورات میں آخری نبیؐ کے آنے کے متعلق ساری بشارتیں جو موجود تھیں جو نشانیاں بیان کی گئی تھیں، ان کو چھپانے کے لیے انہوں نے تورات کو بھی بدل دیا اور بظاہر خود انجان بن گئے۔ گویا کہ انہیں معلوم ہی نہیں کہ اس میں آخری نبیؐ کی تصدیق بھی موجود ہے۔ جان بوجھ کے انجان بن کر اپنی آخرت برباد کی اور دوسرے لوگوں کو بھی گمراہ کیا اور خود بھی گمراہ ہو گئے اور اللہ تعالیٰ کے غضب کا شکار بھی ہوئے۔

س۳۔ حضرت سلیمانؑ کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں؟

حضرت سلیمانؑ بنی اسرائیل (یہود) کے ایک مشہور پیغمبر تھے۔ وہ اپنے دور کے بہت بڑے بادشاہ بھی تھے۔ ان کی حکومت انسانوں، جنوں، چرند پرند پر ہونے کے ساتھ ساتھ ہوا بھی ان کے تابع تھی۔ حضرت سلیمانؑ کی حکومت ملک شام اور فلسطین کے علاوہ مشرق کی طرف عراق تک اور مغرب میں مصر تک پھیلی ہوئی تھی۔ بڑی شان و شوکت والے، عظمت والے بادشاہ تھے اور نبی بھی تھے۔

آپ کو اللہ تعالیٰ نے بادشاہت اور نبوت دونوں ہی سے نوازا تھا۔ آپ کے والد حضرت داؤدؑ تھے جو معاملہ فہم اور بہترین فیصلہ کرنے والے تھے۔ لوگوں کے مسائل کو حل کرنے والے تھے۔ لیکن حضرت سلیمانؑ اپنے باپ سے بھی زیادہ علم والے، حکمت والے، دانا و بینا تھے۔

معاملہ فہم اور فیصلہ کرنے میں اپنے باپ سے بڑھ کر تھے۔حضرت سلیمانؑ کی وفات کے بعد سے حضور پاکؐ کے دور تک یہ بات مشہور ہے کہ حضرت سلیمانؑ جادوگر تھے۔اور جادو کے ہی زور سے وہ اتنی بڑی حکومت وسلطنت کے مالک تھے۔یہودی آپؑ کو جادوگر ہی سمجھتے تھے اور آپ کی نبوت کا انکار کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کے ذریعے اور نبی پاکؐ کی زبان مبارک سے حضرت سلیمانؑ پر جو یہ الزامات تھے، جادوگری کے وہ سارے ختم کیے اور آپ کی پاک دامنی کا اعلان ان آیات میں فرمایا کہ آپ جادوگر نہیں تھے، نہ ہی آپ نے کفر کیا تھا۔فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ یہ یہودی اللہ تعالیٰ کی حقیقی وحی کو ماننے کی بجائے جادو اور کفریہ حرکات تو خود کرتے تھے اور انہیں حضرت سلیمانؑ کی طرف منسوب کر دیتے تھے اور الزام لگا دیتے تھے۔کہتے تھے کہ حضرت سلیمانؑ کی حکومت وسلطنت انہی جادو کے علوم کی وجہ سے تھی۔جادو کی کتابیں انہوں نے اپنے تخت کے نیچے رکھی ہوتی تھیں۔لیکن ان کی یہ باتیں جھوٹ تھیں۔یہ سب باتیں انہیں شیطان سکھاتا تھا۔

حضور پاکؐ کی تشریف آوری سے پہلے شیطان جنات آسمان پر جاتے اور فرشتوں کے کلام سنا کرتے تھے جو آئندہ واقعات کے بارے میں آپس میں گفتگو کرتے ہوتے تھے۔شیطان یہ گفتگو سن کر کاہنوں کو سناتے اور اس میں جھوٹ ملا کر کاہنوں، نجومیوں کو یہ خبریں دیتے۔حضرت سلیمانؑ کے زمانے میں چونکہ جنات سے عمارات بنوانا، کنویں اور نہریں کھدوانا، عمدہ حوض اور قلعے بنوانے کا کام بھی لیا جاتا تھا، جس سے انسان اور شیطان اکٹھے مل جل کر یہ سب کام کرتے تھے۔ جنات انسان سے زیادہ طاقت رکھتے ہیں۔جنات اس لیے انسانوں کو عجیب عجیب کرتب دکھاتے اور ان کو حیران کرتے۔انسان پوچھتے، تم یہ کام کیسے کر لیتے ہو؟ وہ کہتے، ہم فلاں منتر فلاں ٹوٹکے کے زور سے۔وہ لوگ ان منتروں اور ٹوٹکوں کو لکھ لیتے، جن میں کفریہ شرکیہ اعمال اور اقوال ہوتے۔یہ ان کو سیکھ لیتے اور لکھ لیتے۔جب انسان یہ منتر پڑھتے تو در پردہ شیطان اور جن ان کا کام کر دیتے جس سے انسانوں کو یقین ہو گیا کہ یہ منتر بڑے تاثیر والے ہیں۔آہستہ آہستہ ان منتروں کی کتابیں تیار ہو گئیں۔ہوتے ہوتے حضرت سلیمانؑ کو اس کی خبر ملی۔آپ نے حکم دیا کہ شیطانوں کو جمع کرو اور انہیں انسانوں سے ملاقات کرنے سے روک دو۔اور وہ تمام کتابیں جمع کر کے

صندوق میں بھر دو۔ ایسا ہی کیا گیا۔ آپ نے فرمایا، اب اس صندوق کو میرے تخت کے نیچے دفن کر دو تا کہ کوئی اس کو نکال نہ سکے۔ اور حکم دیا، جو کوئی یہ جادو یا منتر کرے گا، سخت سزا پائے گا۔ آپ کی وفات کے بعد شیطان یہودیوں کے پاس آیا انسانی شکل میں، اور بولا، تمہیں پتہ ہے کہ حضرت سلیمانؑ اتنی بڑی سلطنت کے بادشاہ کیسے بنے؟ صرف اسی اجدو سے۔ اس جادو کی کتابیں ان کے تخت کے نیچے جمع ہیں۔ اگر تم بھی ان کتابوں پر عمل کرو گے تو ان کی ہی طرح بادشاہ بن جاؤ گے۔ پھر کیا تھا۔ یہود دوڑے اور زمین کھودی اور کتابوں کا صندوق نکالا اور ان میں لکھے ہوئے منتر اور ٹوٹکوں پر عمل شروع ہو گیا۔ چونکہ شیطان تو یہی چاہتا تھا کہ یہ خدا کا کلام بھول جائیں، اپنا مقصدِ حیات بھول جائیں اور ہماری پیروی کریں۔ ان منتروں میں شرکیہ کفریہ کلمات تھے۔ جب یہودی یہ پڑھتے، شیطان ان کا کام کر دیتے۔ آہستہ آہستہ ساری قوم یہود نے توریت کو چھوڑ دیا اور اس جادو منتروں میں پھنس گئی۔ اور مشہور ہو گیا کہ حضرت سلیمانؑ بادشاہ اور نبی نہیں تھے، وہ جادوگر تھے۔ ارشاد فرمایا، اے یہودیو! حضرت سلیمانؑ نبی اور بادشاہ تھے۔ تم جادوگر ہو اور جادو کفر ہے۔ محبت پرستی ہے۔ یہ کام تو کفار کے کام ہیں۔ شیطان کے کام ہیں، نبیوں کا یہ کام نہیں ہے۔ اتنا بڑا نبی یہ کام کیسے کر سکتا ہے۔ انہوں نے کبھی کفر نہیں کیا، بلکہ شیطانوں نے کفر کیا۔

س۴۔ شیطان اور جنات کی حقیقت قرآن وحدیث کی روشنی میں بیان کریں۔

اَلشَّیٰطِیۡنَ۔ یہ لفظ شیطان کی جمع ہے۔ ابلیس کے علاوہ وہ جن بھی مراد ہیں جو حضرت سلیمانؑ کے تابع تھے۔ وہ خبیث و سرکش بھی تھے۔ جنوں کی پیدائش آگ سے ہوئی ہے۔ ان میں عقل اور شعور ہوتا ہے۔ اور یہ نظر نہیں آتے انسانوں کو۔ اَلشَّیٰطِیۡنَ۔ ان سے مراد بُری طبیعت والے، گندے اخلاق والے انسان بھی مراد ہیں جو حضرت سلیمانؑ کے خلاف باتیں کرتے، سوچتے اور سازشیں کرتے تھے۔ آپؑ پر طرح طرح کے الزامات لگاتے اور یہ جادو میں بڑے ماہر تھے۔ "شیطان"، شطن سے بنا ہے، جس کے معنی فساد اور فریب کے ہیں۔

ہر فسادی اور فریب کار شیطان ہوتا ہے۔ شریعت میں ابلیس کو شیطان کہتے ہیں۔ یہ تمام جنات کا باپ ہے۔

حدیث پاک میں آپؐ نے فرمایا، اگر انسان جماع کے وقت بسم اللہ نہ پڑھے تو اس

جماع میں شیطان شامل ہوجاتا ہے اور بچے میں شیطانی صفات ہوتی ہیں۔

شیطان کی ایک ران میں مذکر کی علامت ہے اور دوسری میں مونث کی۔ یہ خود ہی اپنے سے جماع کرتا ہے اور خود ہی حاملہ ہوتا ہے اور خود ہی بچہ جنتا ہے۔ اس کے علاوہ ان کی پیدائش کے بہت سے طریقے ہیں۔ ہر انسان کے ساتھ ہی ایک شیطان پیدا ہوتا ہے۔

انسان کا دشمن شیطان ہے جو گمراہی کی طرف راہنمائی کرتا ہے۔ لہٰذا ہر انسان کو چاہیے کہ اپنے دشمن سے بچنے کے لیے اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ صبح وشام گیارہ بار پڑھے، تاکہ اس دشمن سے محفوظ رہے۔ اور بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ہر کام کرنے سے پہلے پڑھنی چاہیے تاکہ ہمارے ہر کام میں اللہ تعالیٰ شامل رہے۔ اس کی رضا شامل رہے اور ہمارے کام کا آغاز اور انجام کار بھی بہترین ہو۔ اور ہم شیطان سے بھی محفوظ رہیں۔

س۵۔ جادو کیا ہے؟

عربی میں السِّحْرَ (جادو) دھوکے کو کہتے ہیں، یعنی ایسی بات جس سے انسان کی نگاہ دھوکا کھا جائے۔ حقیقت کچھ اور ہو، ظاہر اور باطن اور ہو۔ جادو سے حقیقت نہیں بدلتی، صرف نظر دھوکا کھا جاتی ہے۔ اسلام میں جادو کو حرام قرار دیا گیا ہے۔ اور گناہِ کبیرہ ہے۔ جادو میں ناجائز طریقے اور مشرکانہ جملے اور عمل استعمال کیے جاتے ہیں۔ جادو اچھے برے کاموں میں استعمال کرتے ہیں۔ نبی، رسول اور فرشتے بھلا جادو کیونکر کریں گے، جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔

جادو ایک علم ضرور ہے لیکن حتمی نہیں۔ جادو کا علم سیکھنا، سکھانا، عمل میں لانا سب ہمارے دینِ اسلام میں ناجائز اور حرام ہے۔ ایک مسلمان اگر جادو کرے گا، کروائے گا تو اس کے تمام پچھلے نیک اعمال ضائع کردیے جاتے ہیں۔ یہ ایک دوسرے کو نقصان پہنچانے کے لیے لوگ سیکھتے ہیں، سکھاتے ہیں اور کرتے اور کرواتے ہیں۔ جادو کرنے کروانے والوں کی دنیا بھی تباہ ہو جاتی ہے اور آخرت میں بھی ذلیل وخوار ہوتا ہے۔ بعض لوگ جنات اور جادو کے منکر ہیں اور یہ غلط ہے، بلکہ گمراہی ہے۔ جنات بھی ہمارے درمیان موجود ہیں۔ لاکھوں کروڑوں کی تعداد میں ہیں۔ ان کا کام انسان دشمنی ہے۔ لیکن نقصان پہنچانے کی قوت صرف ذہنی وسوسوں کی حد تک ہے۔

جادو کے اثرات

جدید سائنس کے مطابق ہمارے ذہن میں آنے والے خیالات دماغ میں موجود اربوں نیوران کے درمیان توانائی کے ردّوبدل کا عکس ہیں۔جب شیطانی خیالات ہمارے ذہنوں کی توانائی کی لہروں میں اثر انداز ہوتے ہیں تو ذہن میں تناؤ، کھچاؤ، نفرت، حسد، غیبت، برائی، دشمنی، بدلہ لینا جیسے خیالات بڑی تیزی سے جنم لینے شروع ہو جاتے ہیں۔اور یہ تبدیلی ہمارے ذہن کے نظام میں بے سکونی، پریشان خیالوں کا اضافہ کر دیتی ہے۔ہمارا سکون برباد ہو جاتا ہے۔ برے خیالات مختلف وسوسے ہمارے ذہن کو گھیر لیتے ہیں۔ہمارا اٹھنا بیٹھنا، سونا جاگنا، تمام اعمال میں کاموں میں ڈپریشن ہوتی ہے۔سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کیا جائے۔ایک نارمل انسان عجیب عجیب حرکات کرنے لگ جاتا ہے۔

دراصل جادو ایک شیطانی عمل ہے۔جادو کے الفاظ جو ہمارے لیے بے معنی ہو سکتے ہیں، کیونکہ وہ شیطان کی زبان کے الفاظ ہوتے ہیں، جادو کرنے والا جادوگر اپنی قوت ارادی اور نفسِ امارہ کی برائی والی قوت کے زور سے شیطانوں کو پکارتا ہے اور انہیں جادو کے الفاظ میں دی گئی ہدایات کے مطابق مفعول پر حملہ کے لیے اکساتا ہے۔

شیطانوں کا پسندیدہ مشغلہ انسان کے ساتھ دشمنی ہے۔اس لیے ان الفاظ کے مطابق وہ مفعول کے ذہن پر اثرات ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں اور اگر انسان کمزور ذہن کا مالک ہوگا، کمزور اعصاب، کمزور ذہنیت کا مالک ہوگا تو یہ اثرات اس پر جلد ہی اثر انداز اور غالب آجاتے ہیں۔یوں وہ انسان شیاطین کے زیر اثر آجاتا ہے اور اس کی خواہش کے مطابق اعمال کرنے لگ جاتا ہے۔اگر انسان مضبوط اعصاب کا مالک ہوگا، مضبوط ذہن کا مالک ہوگا، پکی اور نیک نیت کا مالک ہوگا، مضبوط قوتِ ارادی ہوگی، ایمان کی مضبوطی ہوگی، اللہ پر پورا توکل اور بھروسہ ہوگا تو وہ انسان کبھی بھی جادو کا شکار نہیں ہوسکتا۔اس پر جادو کے اثرات کبھی نہیں آسکتے۔جادوگر شیطان جتنا مرضی زور لگا لیں، اس انسان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔بلکہ فوراً سمجھ جائیں گے کہ یہ شیطانی وساوس ہیں۔یہ اثرات ہو رہے ہیں ان کے دور کرنے کے لیے۔قرآنی آیات پڑھنے کا دَم کرنے کا انتظام کرتا ہے۔اللہ کے کلام کے اثرات سے انشاءاللہ انسان جادو کے اثرات سے محفوظ رہ سکتا

ہے۔سورۃ الفاتحہ، آیۃ الکرسی، تیسرا کلمہ، سورۃ الفلق، سورۃ الناس، درود پاک، انسان ان سب چیزوں کے پڑھنے کا اہتمام کرکے ان اثرات سے نکل جاتا ہے۔

س٦۔ ہاروت اور ماروت کون تھے؟ قرآن پاک ان کے بارے میں کیا فرماتا ہے؟

ہاروت اور ماروت دو فرشتے تھے۔اللہ تعالیٰ نے ان کو ایک خاص غرض کے لیے بھیجا کہ وہ جا کر لوگوں کو جادو اور برے سفلی عملیات اور دوسروں کو نقصان پہنچانے والے اعمال سے روکیں۔ان فرشتوں کو انسانوں میں رہنا تھا، اس لیے ان فرشتوں کو انسانوں جیسی شکل وصورت، جذبات اور خواہشات دے دی گئیں۔کیونکہ فرشتے تو جذبات اور خواہشات اور انسانی جسم سے پاک ہیں۔

شہر بابل بہت بڑا شہر تھا اور ترقی یافتہ تھا۔یہ شہر بغداد سے کوئی ساٹھ میل جنوب کی طرف دریائے فرات کے کنارے پر تھا۔دجلہ اور فرات دو مشہور دریا اِس علاقے کو سیراب کرتے تھے۔یہ ملک خاص طور پر اس لیے بھی مشہور تھا کہ یہاں جادو منتر اور سفلی عملیات یعنی جادو کے عمل وغیرہ کا بہت چرچا تھا۔

یہودی ایک تو کمزور ایمان تھے، جیسا کہ آپ پچھلے سبقوں میں پڑھتے آ رہے ہیں۔ یہودی جادو کا علم سیکھتے تھے اور اس کی پیروی بھی کرتے تھے۔ان فرشتوں کو جادو کا عمل دے کر اس شہر میں بھیج دیا گیا، تاکہ لوگوں کی اصلاح کریں، ان کے حالات جانیں، انہیں اس جادو کے علم کے برے پہلوؤں سے واقف کروائیں۔لیکن یہودی یہ علم برے فائدے اٹھانے کی خاطر سیکھتے اور سکھاتے۔بابل شہر کے شر پسند لوگ فسادی لوگ ان فرشتوں کے پاس آتے اور ان سے کہتے کہ آپ جادو کے علم سے روکتے ہیں۔یہ تو بتائیے کہ جادو کسے کہتے ہیں، اور کون سے اعمال ہیں جن پر جادو سے کام لینا یا فائدہ اٹھانا کفر ہے۔جب یہ فرشتے انہیں جادو کے بارے میں بتاتے اور اعمال واقوال بھی سناتے تو یہ شریر اور فسادی لوگ انہیں پلّے باندھ لیتے اور فن کے طور پر استعمال کرتے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ شریر لوگ جادو کے عملیات سے زیادہ تر ان عملیات کی مشق کرتے اور کرواتے جن کی مدد سے میاں بیوی کے درمیان جھگڑا اور اختلاف پیدا ہو۔حالانکہ ایسا کرنا بدترین جرم ہے کہ دو دِلوں میں اختلاف پیدا کرایا جائے۔اور خاص کر میاں بیوی میں جھگڑا

پیدا کرنا بدترین عمل ہے۔

ہاروت اور ماروت کہتے کہ ہم تو اللہ کی طرف سے آئے ہیں۔ ہماری یہ ذمہ داری اور ہمارا امتحان ہے۔ ہماری تو آزمائش ہے۔تم یہ کیوں سیکھتے ہو،تم سرکشی سے باز کیوں نہیں آتے۔ یہ کفر ہے، یہ غلط ہے۔لیکن یہودی لوگ شریر اور فسادی لوگ کمزور ایمان والے کوئی عبرت نہ پکڑتے۔ بلکہ اپنی سرکشی میں لگے رہتے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ بے شک یہ لوگ دوسروں کے نقصان کے لیے جادو کرتے ہیں۔لیکن وہ ہمارے حکم کے بغیر کسی کو بھی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ بلکہ خود اپنے نقصان کرتے ہیں۔ ان برے اعمال میں پھنس کر یہ اپنی آخرت خراب کرتے ہیں۔ یہ دنیا کے فائدے کے لیے یہ کرتے ہیں۔لیکن آخرت کی کوئی نعمت انہیں نہیں ملے گی۔ ان لوگوں نے دنیا کے معمولی سے فائدے کے لیے اپنے آپ کو آخرت پر قربان کر دیا یعنی اپنی آخرت کی زندگی برباد کر دی۔کتنا نقصان کرتے ہیں یہ لوگ۔ اگر یہ اپنے ان اعمال واقوال سے باز نہ آئے یعنی توبہ نہ کی اور نیکی کا راستہ اختیار نہ کیا، ایمان لا کر اپنے خدا کو راضی نہ کیا تو ان کی دنیا وآخرت برباد، تمام اعمال ضائع ہو جائیں گے۔ کاش یہ لوگ سچے دل سے اللہ پر توکل کرتے ،مضبوط ایمان رکھتے ، اپنے رب سے ڈرتے تو کتنا اجر پاتے، جو اللہ نے ان کے لیے تیار کر رکھا ہے۔ کاش کہ یہ سب جانتے ہوتے۔

سورۃ البقرہ

(رکوع نمبر 13)

سورۃ البقرہ (رکوع نمبر 13) کا متن بمعہ لفظی و بامحاورہ ترجمہ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

شروع کرتی/کرتا ہوں ساتھ نام اللہ کے جو رحم کرنے والا نہایت مہربان ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَقُوۡلُوۡا رَاعِنَا وَقُوۡلُوا انۡظُرۡنَا وَاسۡمَعُوۡا ط وَلِلۡكٰفِرِيۡنَ عَذَابٌ اَلِيۡمٌ. (۱۰۴)
اے لوگو! جو ایمان لائے نہ تم کہو ہماری رعایت کریں اور کہو ہم پر نظر کریں اور سنو، اور واسطے
اے ایمان والو! نبی اکرمؐ کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لیے راعنا مت کہا کرو بلکہ (ادب سے) اُنظرنا (ہماری طرف نظرِ کرم فرمائیے) کہا کرو اور (ان کا ارشاد)
مَا يَوَدُّ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا مِنۡ اَهۡلِ الۡكِتٰبِ وَلَا الۡمُشۡرِكِيۡنَ اَنۡ يُّنَزَّلَ عَلَيۡكُمۡ مِّنۡ خَيۡرٍ مِّنۡ رَّبِّكُمۡ ط
کافروں کے عذاب ہے دردناک جو خواہش کرتے ہیں وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا سے اہلِ کتاب اور نہ مشرک یہ کہ
بغور سنتے رہا کرو، اور کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے۔ نہ وہ لوگ جو اہلِ کتاب میں سے کافر ہوگئے اور نہ ہی مشرکین اسے پسند کرتے ہیں کہ
وَاللّٰهُ يَخۡتَصُّ بِرَحۡمَتِهٖ مَنۡ يَّشَآءُ ط وَاللّٰهُ ذُو الۡفَضۡلِ الۡعَظِيۡمِ. (۱۰۵) مَا نَنۡسَخۡ مِنۡ اٰيَةٍ اَوۡ
عطا کیا جائے تم پر سے بھلائی سے تمہارے رب اور اللہ مخصوص کر لیتا ہے اپنی رحمت سے
تمہارے رب کی طرف سے تم پر کوئی بھلائی اترے، اور اللہ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت کے ساتھ خاص کر لیتا ہے، اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔
نُنۡسِهَا نَاۡتِ بِخَيۡرٍ مِّنۡهَآ اَوۡ مِثۡلِهَا ط اَلَمۡ تَعۡلَمۡ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ. (۱۰۶)
جس کو وہ چاہتا ہے اور اللہ صاحب فضل عظیم ہے جو منسوخ کرتے ہیں ہم کوئی آیت یا بھلا دیتے ہیں (تو) لے آتے ہیں ساتھ بہتر اُس سے یا اُس
ہم جب کوئی آیت منسوخ کر دیتے ہیں یا اسے فراموش کرا دیتے ہیں (تو بہر صورت) اس سے بہتر یا ویسی ہی (کوئی اور آیت) لے آتے ہیں،
اَلَمۡ تَعۡلَمۡ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلۡكُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ط وَمَا لَكُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ مِنۡ وَّلِىٍّ وَّلَا
جیسی کہ نہیں تم نے جانا کہ اللہ تعالیٰ اوپر ہر چیز کے قدرت رکھنے والا ہے کیا نہیں جان تم نے کہا اللہ تعالیٰ کی لیے ہے بادشاہت آسمان اور زمین
کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ ہر چیز پر (کامل) قدرت رکھتا ہے۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اللہ ہی کے لیے ہے
نَصِيۡرٍ. (۱۰۷) اَمۡ تُرِيۡدُوۡنَ اَنۡ تَسۡـَٔلُوۡا رَسُوۡلَكُمۡ كَمَا سُئِلَ مُوۡسٰى مِنۡ قَبۡلُ ط وَمَنۡ يَّتَبَدَّلِ
کی اور نہیں ہے واسطے تمہارے سوائے اللہ کے کوئی دوست اور نہ مددگار۔ کیا تم چاہتے ہو کہ تم سوال کرو اپنے رسولؐ سے جیسے سوال کیے

اور اللہ کے سوا نہ تمہارا کوئی دوست ہے اور نہ ہی مددگار۔ اے مسلمانو! کیا تم چاہتے ہو کہ تم بھی اپنے رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم سے اسی طرح

الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ. (۱۰۸) وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ

گئے موسیٰ اس سے پہلے اور جو بدل دے گا کفر کو بدلے ایمان کے پس تحقیق وہ بھٹک گیا برے راستے پر۔ چاہتے ہیں اکثر سے اہل کتاب کاش پھیر دیں تم کو

سوالات کرو جیسا کہ اس سے پہلے موسیٰ علیہ السلام سے سوال کیے گئے تھے، تو جو کوئی ایمان کے بدلے کفر حاصل کرے پس

مِّنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا ج حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ

سے بعد تمہارے ایمان کے کفار کی طرف حسد کرتے ہوئے سے نزدیک اپنی جانوں کے سے بعد اس کہ روشن ہو گیا

وہ واقعتہً سیدھے راستے سے بھٹک گیا۔ بہت سے اہلِ کتاب کی یہ خواہش ہے تمہارے ایمان لے آنے کے بعد پھر تمہیں کفر کی طرف لوٹا دیں،

لَهُمُ الْحَقُّ ج فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ط اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى

واسطے ان کے حق۔ پس درگزر کرو اور نظر انداز کرو حتیٰ کہ آجائے اللہ تعالیٰ ساتھ حکم اپنے کے۔ بے شک اللہ تعالیٰ اوپر ہر چیز کے قدرت رکھنے

اس حسد کے باعث جو اُن کے دلوں میں ہے اس کے باوجود کہ ان پر حق خوب ظاہر ہو چکا ہے، سو تم درگزر کرتے رہو اور نظر انداز کرتے رہو

كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ. (۱۰۹) وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ط وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ

والا ہے اور قائم کرو نماز اور ادا کرو زکوٰۃ اور جو کچھ تم آگے بھیجو گے واسطے اپنی جانوں کے سے

یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم بھیج دے، بیشک اللہ ہر چیز پر کامل قدرت رکھتا ہے۔ اور نماز قائم (کیا) کرو اور زکوٰۃ دیتے رہا کرو، اور تم اپنے لیے جو نیکی بھی

خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ ط اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ. (۱۱۰) وَقَالُوْا لَنْ

بھلائی پا لو گے اس کو نزدیک اللہ کے بے شک اللہ ساتھ اس کے جو تم عمل کرتے ہو دیکھنے والا ہے اور کہا انہوں نے ہرگز نہ

آگے بھیجو گے، اسے اللہ کے حضور پا لو گے، جو کچھ تم کر رہے ہو یقیناً اللہ اسے دیکھ رہا ہے۔ اور (اہلِ کتاب) کہتے ہیں کہ جنت میں ہرگز کوئی بھی داخل نہیں ہوگا

يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ط تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ

داخل ہو گا جنت میں مگر جو ہو گا یہودی یا عیسائی یہ ہیں آرزوئیں ان کی

سوائے اس کے کہ وہ یہودی ہو یا نصرانی، یہ ان کی باطل امیدیں ہیں، آپ فرما دیں کہ اگر تم (اپنے دعوے میں) سچے ہو تو اپنی (اس خواہش پر)

قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ. (۱۱۱) بَلٰى ق مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ

کہہ دیجیے لے آؤ دلیل اپنی اگر ہو تم سچے بلکہ وہ جو جھکا لے چہرہ اپنا واسطے اللہ کے اور وہ احسان مند ہو

سند لاؤ۔ ہاں جس نے اپنا چہرہ اللہ کے لیے جھکا دیا (یعنی خود کو اللہ کے سپرد کر دیا) اور وہ صاحبِ احسان ہو گیا تو اس کے لیے اس کا اجر

فَلَهٗٓ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ص وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ. (۱۱۲)

پس ہے اُس کا اجر پاس اس کے رب کے اور نہ خوف ہے اُن پر اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔
اس کے رب کے ہاں ہے اور ایسے لوگوں پر نہ کوئی خوف ہو گا اور نہ وہ رنجیدہ ہوں گے۔

مشکل الفاظ اور اُن کا مادہ

نمبر شمار	الفاظ	معانی	مادہ	گرائمر
1	اٰمَنُوْا	ایمان لائے	ء م ن	فعل ماضی معروف
2	لَا تَقُوْلُوْا	نہ تم کہو	ق و ل	فعل نہی
3	رَاعِنَا	ہماری رعایت کریں	ر ا ع	فعل امر
4	اُنْظُرْنَا	نظر فرمائیں ہم پر	ن ظ ر	فعل امر واحد
5	وَاسْمَعُوْا	اور غور سے سنو	س م ع	فعل امر جمع
6	كٰفِرِيْنَ	کفار، نافرمان	ک ف ر	واحد کافر، اسم
7	عَذَابٌ	عذاب، سزا	ع ذ ب	اسم نکرہ
8	اَلِيْمٌ	دردناک	ا ل م	جمع، آلام، اسم صفت
9	يَوَدُّ	وہ چاہتا ہے	و د د	فعل مضارع معروف
10	يُنَزَّلَ	نازل کیا جائے	ن ز ل	فعل مضارع مجہول
11	يَخْتَصُّ	وہ خاص فرماتا ہے	خ ا ص	فعل مضارع معروف
12	يَشَآءُ	وہ چاہتا ہے	ش ی ء	فعل مضارع واحد
13	ذُو الْفَضْلِ	صاحب فضل	ف ض ل	اسم صفت
14	اَلْعَظِيْمِ	عظمت والا ہے	ع ظ م	صفت، اسم الٰہی
15	نَنْسَخْ	ہم منسوخ کرتے ہیں	ن س خ	فعل مضارع جمع
16	نُنْسِهَا	بھلا دیتے ہیں اسے	ن س ی	فعل مضارع جمع
17	نَاْتِ	ہم لے آتے ہیں	ا ت	فعل مضارع
18	تَعْلَمْ	تم جانتے ہو	ع ل م	فعل مضارع واحد

19	مُلْکُ	بادشاہت	م ل ک	اسم صفت
20	وَلِیٍّ	مددگار	و ل ی	اسم صفت
21	اَمْ	کیا/خواہ		حرفِ استفہام
22	تُرِیْدُوْنَ	تم ارادہ کرتے ہو	ر ی د	فعل مضارع
23	تَسْئَلُوْا	تم سوال کرو	س ء ل	فعل امر
24	سُئِلَ	سوال کیا گیا	س ء ل	ماضی مجہول
25	یَتَبَدَّلِ	وہ بدلتا ہے	ب د ل	فعل مضارعی
26	ضَلَّ	بھٹک گیا/گمراہ ہوا	ض ل ل	فعل ماضی
27	فَقَدْ	پس تحقیق	ف ق د	حرفِ تاکید
28	سَوَآءَ السَّبِیْلِ	سیدھا راستہ	س و ا	مرکب توصیفی
29	وَدَّ	چاہا اُس نے	و د د	فعل ماضی
30	یَرُدُّوْنَکُمْ	لوٹا دیں تم کو	ر د و	فعل مضارع
31	حَسَدًا	جلنا/کُڑھنا	ح س د	صفت
32	تَبَیَّنَ	وہ روشن ہوتا ہے	ب ی ن	فعل ماضی
33	فَاعْفُوْا	پس معاف کرو	أ ع ف	فعل امر جمع
34	وَاصْفَحُوْا	اور درگزر کرو	ص ف حو	فعل امر جمع
35	یَاْتِیَ	وہ آتا ہے	ء ت ی	فعل مضارع
36	اَقِیْمُوا	قائم کرو	ق ا م	فعل امر جمع
37	وَاٰتُوا	ادا کرو	ء ت و	فعل امر جمع
38	تُقَدِّمُوْا	تم آگے بھیجتے ہو	ق د م	فعل مضارع
39	تَجِدُوْہُ	تم پاؤ گے اس کو	ا ج د	فعل مضارع
40	تَعْمَلُوْنَ	تم عمل کرتے ہو	ع م ل	فعل مضارع
41	یَدْخُلَ	وہ داخل ہوتا ہے	د خ ل	فعل مضارع

42	اَمَانِيُّهُمْ	من گھڑت اُن کی	ا م ن	اسم صفت
43	هَاتُوْا	تم لے آؤ	ہ ا ت	فعل امر جمع
44	اَسْلَمَ	تسلیم کیا	س ل م	فعل ماضی
45	مُحْسِنٌ	احسان مند	ح س ن	اسم صفت
46	اَجْرُهٗ	اجر/ثواب اس کا	ا ج ر	صفت
47	يَحْزَنُوْنَ	وہ غمزدہ ہوں گے	ح ز ن	فعل مضارع

سورۃ البقرہ

(رکوع نمبر13)

اہم اکتشافات

☆ یہود کی اسلام مسلم مکاریاں

☆ اہلِ کتاب اور مشرکین کے عقائد

☆ یہود کا ناسخ منسوخ پر اعتراض

☆ ناسخ و منسوخ کی حکمت

☆ غیر ضروری سوالات کی ممانعت

☆ اہلِ کتاب کا بغض و عناد

☆ اہلِ کتاب کے رویوں کا تذکرہ

☆ یہود کے بلند و بانگ دعوے

☆ خوف و حزن میں تفریق

سورۃ البقرہ (رکوع نمبر 13) سے متعلق اہم اکتشافات پر گفتگو

س ا۔ یہودی مسلمانوں کی دل آزاری کے لیے کون سے طریقے استعمال کرتے تھے ؟تفصیل سے بیان کریں۔

جناب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلّم کی مجلس میں یہودی بیٹھتے تو ارشاداتِ نبوی میں سے جو بات اچھی طرح نہ سن سکتے اور چاہتے کہ پھر سنیں تو رَاعنا کہتے، یعنی ہماری طرف توجہ فرمائیے اور پھر ارشاد کیجیے۔ مگر ایک تو ان کی زبان میں اس کے معنی احمق اور متکبر ہیں، دوسرے زبان ذرا دَبا کر کہتے تو رَاعینا ہو جاتا، یعنی ہمارا چرواہا۔ مسلمانوں کو ان شریروں کی بدنیتی کا حال معلوم نہ تھا۔ وہ بھی ان سے سیکھ کر کسی وقت یہ لفظ کہہ دیتے۔ خدا نے فرمایا، رَاعنا کا لفظ، جس کے کئی معنی ہو سکتے ہیں اور بعض معنی برے ہیں، اسے مت استعمال کیا کرو۔ اس کی جگہ اُنظرنا کہو، جس کے معنی اگرچہ یہی ہیں کہ ہماری طرف متوجہ ہو جائیے۔ مگر اس میں دوسرے معنوں کا احتمال نہیں ہو سکتا۔

اس سے پتہ چلا کہ یہودی کی اسلام دشمنی کے مختلف طریقے تھے۔ وہ بعض اوقات دبی زبان سے رسول کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی شان میں گستاخی کر جاتے اور مسلمانوں کو خبر تک نہ ہوتی۔ جس کی ایک مثال یہ ہے۔ نیز اللہ کریم نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ: وَاسْمَعُوْا. حضور کی باتیں غور سے سنو، یہود کو تو بار بار یہ لفظ بولنے کی ضرورت اس لیے پیش آتی ہے کہ وہ نبی کی بات غور سے نہ سنتے ہیں۔ اور ان کی تقریر کے دوران وہ اپنے ہی خیالات میں مگن رہتے ہیں مگر مسلمانوں کو چاہیے کہ آپ کے ارشاداتِ گرامی غور سے سنیں تاکہ یہ لفظ زبان پر لانے کی ضرورت ہی پیش نہ آئے۔

کفار کو خواہ اہل کتاب ہوں یا مشرک، کسی طرح یہ گوارا نہیں تھا کہ مسلمانوں پر خیر و برکت کا نزول ہو۔ خیر سے مراد وحی اور نبوت ہے۔ اگر خیر (بھلائی) کے مفہوم کو وسیع رکھا جائے اور اس میں دنیوی و اُخروی فلاح و نجات کو شامل کیا جائے تو یہ بہتر ہے۔ یہود سمجھتے تھے کہ نبوت اور

رسالت بنی اسرائیل میں محدود ہے۔ بنی اسماعیل اس نعمت سے کیونکر بہرہ اندوز ہو سکتے ہیں۔ قرآن کا ارشاد ان ہی کی جانب ہے کہ اللہ تعالیٰ جس فرد، جس قوم اور جس گروہ کو چاہے اس نعمت خصوصی سے نوازے۔اہل الکتاب کا لفظ قرآن مجید میں پہلی بار آیا ہے۔قرآنی اصطلاح میں یہ لفظ مؤمنین اور مشرکین کا درمیانی درجہ رکھتا ہے۔اس کا اطلاق یہود و نصاریٰ پر ہوتا ہے جو دراصل توحید و رسالت اور آخرت کے قائل تھے اور آسمانی کتابوں پر بھی ایمان رکھتے تھے مگر قرآن اور صاحبِ قرآن (نبی کریم) کے منکر تھے۔

س۲۔ اہلِ کتاب اور مشرکین کے عقائد میں کیا فرق تھا؟

جبکہ مشرک وہ تھے جو توحید و رسالت کے قائل نہ تھے۔خدائے واحد کے بجائے مختلف فرشتوں کو بعض امور کا مستقل مالک سمجھتے تھے۔ان کو دیوی دیوتا کے نام سے پکارتے اور ان کی پرستش کرتے تھے۔لہٰذا مشرکین اور یہود دونوں مسلمانوں سے بغض و عناد میں سبقت لے جانے میں پیش پیش تھے۔

س۳۔ یہود کا ناسخ و منسوخ پر اعتراض کس طرح کرتے تھے؟

آیت زیرِ نظر ایک شبہ کے جواب میں نازل ہوئی جو یہودی مسلمانوں کے دلوں میں ڈالنے کی کوشش کرتے تھے۔اعتراض یہ تھا کہ اگر قرآن بھی خدا کی کتاب ہے اور سابقہ آسمانی کتب بھی خدا کی نازل کردہ تھیں تو قرآن نے انہیں کیونکر منسوخ قرار دیا۔ یہود کا مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں کو قرآن کے من جانب اللہ ہونے میں شک ہو جائے۔

اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں مالک ہوں۔اپنے جس حکم کو چاہوں منسوخ کر دوں اور جس حکم کو چاہوں حافظہ سے محو کر دوں مگر جس چیز کو میں منسوخ یا محو کرتا ہوں، اس سے بہتر چیز اس کی جگہ لاتا ہوں۔یا کم از کم وہ اتنی ہی مفید اور مناسب ہوتی ہے جتنی پہلی چیز اپنے محل میں تھی۔(تفہیم القرآن)

س۴۔ احکامات میں ناسخ ومنسوخ کی کیا حکمت ہے؟

احکام کومنسوخ کرنے کی مثال طبیب کے نسخے کی ہے۔طبیب کی تشخیص اپنی جگہ پر بدستور رہتی ہےاور موسم اور آب وہوا میں تبدیلی ہوتی رہتی ہے۔ان حالات میں نسخہ کوتبدیل کرنا ایک طبیبِ حاذق کے لیےضروری ہوجاتا ہے۔

س۵۔ لفظ منسوخ کےلغوی معانی کیا ہیں؟

ننسخ، نسخ، ینسخ سے مضارع معلوم ہے۔نسخ لغت میں زائل کرنے،تبدیل کرنے اورنقل مکانی کرنے کو کہتے ہیں۔اصطلاحِ شریعت میں نسخ کسی حکم شرعی کی مدت کے ختم ہوجانے کو کہتے ہیں۔''ننسھا'' انساء مصدر سے مضارع معلوم ہے۔اِنساء کے معنی ہیں حافظہ سے مٹا دینا۔اس کائناتِ اراضی کی سلطنت وحکومت صرف ذاتِ باری کے قبضہ قدرت میں ہےاوراس کے سوا مخلوقات کوکوئی دوست اور مددگار بھی نہیں توایسے زبردست مالک حقیقی کے لیےاپنے صادر کردہ حکم کوواپس لینے میں کیا دقّت ہے۔خصوصاً جب ایک طبیب حاذق کی طرح وہ سمجھتا ہے کہ بندوں کی مصلحت اسی میں مضمر ہے کہ فلاں حکم صادر کیا جائے۔

س۶۔ نبی کریم ﷺ سے غیرضروری سوالات کی ممانعت اوراسکی حکمت بیان کریں۔

آیت نمبر ۱۰۸ کےمخاطب کون ہیں؛اس میں تین اقوال ہیں:(۱) مسلمان،(۲) کفارِ مکہ،(۳) یہود۔امام رازیؒ فرماتے ہیں،تیسرا قول صحیح تر ہے۔

آیت کےمخالف یہود ہوں رَسُوْلَکُمْ سے مرادمحمدصلّی اللہ علیہ وسلّم ہوں گے۔آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ تم (یہود) تو یہ چاہتے ہو کہ نبی کریم سے بھی اسی قسم کے غیرضروری اور بے معنی سوالات دریافت کرو، جیسے حضرت موسیٰ سے پوچھے گئے کہ گائے کیسی ہو؟ رنگ کیا ہو؟ عمر کتنی ہو؟ وغیرہ وغیرہ۔

یَتَبَدَّلِ الْکُفْرَ: جوشخص ایمان کے مقابلے میں کفر کی راہ اختیار کرلے،ایمان کے بدلے میں کفرکواختیار کرنے کی ایک صورت رسول اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم سے گستاخانہ سوال و

جواب بھی ہے۔سابقہ بیان کے پیشِ نظر یہی معنی مراد ہیں۔

س ۷۔ اہلِ کتاب کا بغض وعناد کونسی سازشوں سے ٹپکتا تھا؟

اہلِ کتاب کا بغض وعناد کو تکمیل دینے کے لیے دشمنانِ اسلام اور اہلِ کتاب کی دلی تمنا یہ تھی کہ وہ مسلمانوں کو پھر سے کافر بنا دیں۔اس آرزو کی تکمیل کے لیے یہود ونصاریٰ تحریراً وتقریراً سرگرمِ عمل رہتے اور اسلامی عقائد کے خلاف سیاسی، معاشرتی اور تاریخی پروپیگنڈہ جاری رکھتے۔ ان کا مقصد یہ ہوتا کہ مسلمان اگر یہودیت ومسیحیت کو قبول نہ بھی کریں، جب بھی کم ازکم اپنے دین سے بدگمان وبرگشتہ ضرور ہو جائیں۔

س ۸۔ اہلِ کتاب کے رویہ کے حوالے سے مسلمانوں کو کیا حکم دیا گیا؟

مسلمانوں کو ان کے دین سے برگشتہ کرنے کے سلسلے میں اہل الکتاب کی مساعی اخلاص ومحبت کے جذبات پر مبنی نہیں بلکہ رشک وحسد کی آئینہ دار تھی۔اہلِ کتاب کی پروپیگنڈہ بازی سے مسلمانوں کا مشتعل ہونا ایک طبعی امر تھا۔لہٰذا ارشاد ہو رہا ہے کہ سرِ دست عفوودرگذر سے کام لیجیے اور انتقامی کارروائی سے کنارہ کش رہیے (یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم نافذ فرما دیں) حکم سے مراد جہاد وقتال ہے۔

مسلمانوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ ارکان اسلامی پر باقاعدگی سے عمل کرتے رہو، ایسا نہ ہو کہ حکمِ جہاد کے انتظار میں دوسرے شرعی احکام کو فراموش کر دو۔تم جس قدر اعمالِ صالحہ انجام دو گے خدا کے ہاں ان کا اجر وثواب پاؤ گے۔بارگاہِ ربانی میں کسی نیکی کے ضائع ہونے کا احتمال ہی نہیں۔

س ۹۔ یہود کے بلند بانگ دعاوی اور ان کی حقیقت پر نوٹ لکھیں۔

یہود ونصاریٰ شروع سے یہ دعویٰ کرتے چلے آئے ہیں کہ نجات اخروی ان ہی کی قوم و نسل اور عقیدہ ومذہب کے ساتھ مخصوص ہے۔چنانچہ انجیل میں یہود کا یہ مقولہ نقل ہوا ہے: ''نجات یہود میں ہے''۔(یوحنا، 22 :4)

یہ ان کی آرزوئیں ہیں جن کی عقلی ونقلی کوئی دلیل نہیں۔آنحضورصلّی اللہ علیہ وسلّم کو اِرشادہوا کہ یہودونصاریٰ سے کہیے کہ اگر تم سچے ہوتو اس دعویٰ کی دلیل پیش کیجیے۔

اس رکوع میں اہلِ کتاب کے دعویٰ کی نفی فرمائی اور بتایا کہ نجات اخروی کا اصل معیارو مدار آیت میں بیان کیا جارہاہےاوروہ یہ ہے کہ جوشخص بھی اسلم وجھہ اپنی جبین نیاز کوخدا کے سامنے جھکادےاوروہ اپنے ایمان وعقیدہ میں بھی مخلص ہو۔یعنی اس کا عمل بھی عقیدہ توحید کے مطابق ہو۔گویا وہ ایمان اورحسن عمل دونوں کا جامع ہوتو اُسے نہ آئندہ کسی بات کا ڈرہوگا، نہ گذشتہ واقعات پراظہارِرنج وملال کرے گا۔

س۱۰۔ خوف اورحزن میں فرق واضح کریں۔

علماء نے خوف وحزن میں یہ فرق بیان کیا ہے کہ خوف آئندہ امور کے پیشِ نظر ہوتا ہے اورحزن گذشتہ واقعات پر ہوتا ہے۔لہٰذا اہلِ ایمان ان دونوں سعادتوں سے بہرہ یاب ہوتے ہیں۔

سورۃ البقرہ

(رکوع نمبر 14)

سورۃ البقرہ (رکوع نمبر 14) کا متن بمعہ لفظی و با محاورہ ترجمہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتی / کرتا ہوں ساتھ نام اللہ کے جو رحم کرنے والا نہایت مہربان ہے۔

وَ قَالَتِ الْيَهُوْدُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَىْءٍ ص وَّقَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ الْيَهُوْدُ عَلٰى شَىْءٍ لا وَّهُمْ
اور کہا یہود نہیں نصاریٰ پر شے اور کہا نصاریٰ نہیں یہود پر شے حالانکہ وہ
اور یہود نے کہا نصاریٰ کسی شے پر نہیں اور نصاریٰ نے کہا کہ یہودی کسی شے پر نہیں حالانکہ وہ
يَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ط كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ ج فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا
پڑھتے ہیں کتاب اسی طرح کہا وہ لوگ جو علم نہیں رکھتے جیسی ان کی بات تو اللہ فیصلہ کرے گا درمیان ان دن قیامت میں جو
کتاب پڑھتے ہیں اسی طرح ان لوگوں نے بھی جو علم نہیں رکھتے ان جیسی بات کہی۔ تو اللہ فیصلہ کرے گا ان کے درمیان قیامت کے دن
كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ. (۱۱۳) وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِىْ خَرَابِهَا ط
وہ تھے اس میں وہ اختلاف کرتے اور کون بڑا ظالم سے جو اس نے روکا اللہ کی مساجد میں کہ ذکر کیا جائے میں اس اس کا نام اور کوشش کی میں اس کا اجاڑنا
جس (بات) میں وہ اختلاف کرتے تھے۔ اور اس سے بڑا ظالم کون ہے جس نے اللہ کی مسجدوں (میں) اللہ کا نام لینے سے روکا اور ان کے اجاڑنے کی
اُولٰٓئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ يَّدْخُلُوْهَآ اِلَّا خَآئِفِيْنَ ط لَهُمْ فِى الدُّنْيَا خِزْىٌ وَّلَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ
یہی لوگ نہیں ہے لئے ان کے وہ داخل ہوں وہاں مگر ڈرتے ہوئے ان کے لئے میں دنیا رسوائی اور ان کے لئے میں آخرت عذاب بڑا
کوشش کی یہی لوگ ہیں۔ ان کے لئے (حق) نہیں (پہنچتا) کہ وہ اس میں داخل ہوں مگر ڈرتے ہوئے۔ ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور ان کے لئے
عَظِيْمٌ. (۱۱۴) وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ق فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ط اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ. (۱۱۵) وَقَالُوا
اور اللہ کے لئے مشرق اور مغرب سو جس طرف تم منہ کرو پس وہیں ذات اللہ بے شک اللہ وسعت والا جاننے والا اور انہوں نے کہا
آخرت میں بڑا عذاب ہے۔ اور اللہ کے لئے ہے مشرق اور مغرب۔ سو تم جس طرف منہ کرو پس وہیں اللہ کی ذات ہے۔ بے شک اللہ وسعت والا اور

اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا لا سُبْحٰنَهٗ ط بَلْ لَّهٗ مَافِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ. (۱۱۶) بَدِيْعُ

بنا لی اللہ اولاد وہ پاک ہے بلکہ اس کے لئے جو میں آسمانوں اور زمین سب اس کے لئے زیر فرمان بنا نکالنے والا

جاننے والا ہے۔اور انہوں نے کہا اللہ نے اولاد بنالی۔وہ پاک ہے بلکہ اسی کا ہے جو زمین اور آسمانوں کے درمیان ہے سب اسی کے زیرِ فرمان ہیں۔

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط وَاِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ. (۱۱۷) وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ لَوْلَا

آسمانوں اور زمین اور جب فیصلہ کرتا ہے کام تو بے شک یہی کہتا ہے اس کو ہو جا سو وہ ہو جاتا ہے اور کہا وہ لوگ جو علم نہیں رکھتے کیوں نہیں

وہ زمین اور آسمانوں کی بِنا نکالنے والا ہے۔اور جب کسی کام کا فیصلہ کرتا ہے اس کو بے شک یہی کہتا ہے ''ہو جا'' سو وہ ہو جاتا ہے اور جو لوگ علم نہیں رکھتے۔

يُكَلِّمُنَا اللّٰهُ اَوْ تَاْتِيْنَآ اٰيَةٌ ط كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّثْلَ قَوْلِهِمْ ط

ہم سے کلام کرتا اللہ یا ہمارے پاس آتی کوئی نشانی اسی طرح کہی وہ لوگ جو ان سے پہلے لوگوں نے کہی مانند ان کی بات

انہوں نے کہا اللہ ہم سے کلام کیوں نہیں کرتا یا ہمارے پاس کوئی نشانی (نہیں) آتی۔اسی طرح ان سے پہلے لوگوں نے کہی ان جیسی بات۔

تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ ط قَدْ بَيَّنَّا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ. اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ

ایک جیسے ہیں دل ان کے ہم نے واضح کر دیں نشانیاں لئے قوم وہ یقین رکھتے ہیں بے شک ہم نے آپ کو بھیجا حق کے ساتھ

ان کے دل ایک جیسے ہیں۔ہم نے ان لوگوں کے لئے نشانیاں واضح کر دیں۔جو یقین رکھتے ہیں بے شک ہم نے آپ کو حق کے ساتھ

بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا لا وَّلَا تُسْئَلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ. (۱۱۹) وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ

خوش خبری دینے والا اور ڈرانے والا اور آپ سے پوچھ نہ ہو گی سے دوزخیوں اور ہرگز نہ راضی ہوں گے تجھ سے یہودی

بھیجا ہے۔خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا۔اور آپ سے پوچھ نہ ہو گی دوزخیوں کے بارے میں اور آپ سے ہرگز راضی نہ ہوں گے یہودی

وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ط قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ط

اور نہ نصارٰی جب تک آپ پیروی (نہ) کر دیں ان کا تو کہہ دے بے شک ہدایت اللہ وہی ہدایت

اور نہ نصارٰی جب تک آپ ان کے دین کی پیروی نہ کریں۔تو کہہ دے بے شک اللہ کی ہدایت ہی ہدایت ہے

وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ الَّذِيْ جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ لا

اور اگر آپ نے پیروی کی خواہشات ان کی بعد وہ جو کہ آپ کو پہنچا سے علم

اور اگر آپ نے ان کی خواہشات کی پیروی کی اس علم کے بعد جو آپ کو پہنچا۔تو اللہ (کی پوچھ)

مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ. (۱۲۰) اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ ط

نہیں آپ کے لئے سے اللہ کوئی حمایت کرنے والا اور نہ مددگار جنہیں ہم نے دی انہیں کتاب وہ اسے پڑھتے ہیں حق اس کا پڑھنا

سے نہ آپ کے لئے کوئی حمایت کرنے والا ہو گا اور نہ مددگار۔جنہیں ہم نے کتاب دی وہ اسے پڑھتے ہیں (جیسے) اس کے پڑھنے کا حق ہے۔

اُولٰٓئِکَ یُؤْمِنُوْنَ بِہٖ ط وَمَنْ یَّکْفُرْ بِہٖ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْخٰسِرُوْنَ. (۱۲۱)
وہی لوگ ایمان لاتے ہیں اس پر اور جو منکر ہو اس کا وہی لوگ وہ نقصان پانے والے
وہی لوگ اس پر ایمان لاتے ہیں۔ اور جو اس کا منکر ہو تو وہی لوگ نقصان پانے والے ہیں۔

مشکل الفاظ اور اُن کا مادہ

نمبر شمار	الفاظ	معانی	مادہ	گرائمر
1	وَقَالَتِ	اور کہا	ق ا ل	فعل واحد مؤنث غائب
2	لَیْسَتِ	نہیں	ل ی س	افعال ناقصہ
3	یَتْلُوْنَ	پڑھتے ہیں	ت ل و	فعل مضارع
4	کَذٰلِکَ	اسی طرح		حرف جار۔اسم اشارہ
5	یَعْلَمُوْنَ	علم رکھتے	ع ل م	فعل مضارع
6	قَوْلِھِمْ	ان کی بات	ق ا ل	اسم مصدر
7	یَحْکُمُ	فیصلہ کرے گا	ح ک م	فعل مضارع واحد
8	بَیْنَھُمْ	ان کے درمیان		اسم
9	یَخْتَلِفُوْنَ	وہ اختلاف کرتے	خ ل ف	فعل مضارع جمع
10	اَظْلَمُ	بڑا ظالم	ظ ل م	اسم تفضیل
11	مَّنَعَ	اُس نے روکا	م ن ع	فعل ماضی
12	یُّذْکَرَ	ذکر کیا جائے	ذ ک ر	فعل مضارع مجہول
13	اسْمُہٗ	اس کا نام	ا س م	نائب فاعل
14	خَرَابِھَا	اس کا اجاڑنا	خ ر ب	اسم مصدر
15	یَّدْخُلُوْھَآ	وہ داخل ہوں وہاں	د خ ل	فعل مضارع

16	خَآئِفِيْنَ	ڈرتے ہوئے	خ ا ف	اسم فاعل۔جمع
17	خِزْيٌ	رسوائی	خ ز ی	اسم مصدر
18	اَيْنَمَا	جس طرف		اسم
19	تُوَلُّوْا	تم منہ کرو	و ل و	فعل مضارع
20	فَثَمَّ	پس وہیں		اسم فعل
21	اتَّخَذَ	بنالی	ا خ ذ	فعل ماضی
22	قٰنِتُوْنَ	زیرِ فرمان	ق ن ت	اسم فاعل جمع
23	بَدِيْعُ	بنا نکالنے والا	ب د ع	اسم مصدر
24	قَضٰٓى	فیصلہ کرتا ہے	ق ض ء	فعل ماضی
25	كُنْ	ہوجا	ی ک ن	فعل امر
26	فَيَكُوْنُ	سو وہ ہوجاتا ہے	ی ک ن	فعل مضارع
27	يُكَلِّمُنَا	ہم سے کلام کرتا	ک ل م	فعل مضارع
28	تَاْتِيْنَآ	ہمارے پاس آتی	ء ت ی	فعل مضارع
29	اٰيَةٌ	کوئی نشانی	ا ی ت	اسم مصدر
30	تَشَابَهَتْ	ایک جیسے ہیں	ش ب ہ	فعل ماضی
31	قَدْ بَيَّنَّا	ہم نے واضح کردیں	ب ی ن	فعل ماضی
32	يُّوْقِنُوْنَ	وہ یقین رکھتے ہیں	ی ق ن	فعل مضارع
33	اَرْسَلْنٰكَ	ہم نے آپ کو بھیجا	ر س ل	فعل ماضی
34	بِالْحَقِّ	حق کے ساتھ	ح ق ق	اسم مصدر
35	بَشِيْرًا	خوشخبری دینے والا	ب ش ر	صفت مشبہ

36	نَذِیۡرًا	ڈرانے والا	ن ذ ر	صفت مشبہ
37	لَا تُسْئَلُ	آپ سے پوچھ نہ ہوگی	س ء ل	مضارع منفی
38	اَصۡحٰبِ الۡجَحِیۡمِ	دوزخی	ص ح ب	اسم جمع۔مضاف الیہ
39	تَرۡضٰی	راضی ہوں گے	ر ض ا	جہد
40	تَتَّبِعَ	آپ پیروی نہ کر	ت ب ع	مضارع
41	وَلَئِنِ	اور اگر		حرف
42	اتَّبَعۡتَ	آپ نے پیروی کی	ت ب ع	ماضی
43	الَّذِیۡ	وہ جو کہ		اسم مفعول
44	جَآءَکَ	آپ کو پہنچا	ج ء ء	فعل ماضی معروف
45	لَکَ	آپ کے لئے		حرف جار۔ضمیر
46	وَّلِیٍّ	حمایت کرنے والا	و ل ی	مصدر
47	نَصِیۡرٍ	مددگار	ن ص ر	صفت مشبہ
48	اٰتَیۡنَا	ہم نے دی	ا ت ی	ماضی
49	یَتۡلُوۡنَهٗ	وہ اسے پڑھتے ہیں	ت ل و	فعل مضارع جمع
50	تِلَاوَتِهٖ	اس کا پڑھنا	ت ل و	مصدر
51	یُؤۡمِنُوۡنَ	ایمان لاتے ہیں	ا م ن	فعل مضارع جمع
52	یَّکۡفُرۡ	منکر	ک ف ر	مضارع واحد
53	الۡخٰسِرُوۡنَ	نقصان پانے والے	خ س ر	اسم فاعل جمع

سورۃ البقرہ

(رکوع نمبر 14)

اہم انکشافات

☆ یہود و نصاریٰ کی باہمی کشمکش

☆ عبادت گاہوں سے روکنا ظلمِ عظیم

☆ سمت پرستی کی ممانعت

☆ یہود و نصاریٰ کے شرکیہ عقائد کی نفی

☆ کائنات خالقِ حقیقی کی مطیع

☆ مشرکینِ عرب کی مخالفت

☆ یہود و نصاریٰ کی دلی خواہش

☆ یہود کا طرزِ عمل اور قرآن کی نصیحت

سورۃ البقرہ (رکوع نمبر 14) سے متعلق اہم اکتشافات پر گفتگو

س ا۔ مذکورہ رکوع کے حوالے سے مدینہ منورہ کے قرب وجوار میں موجود یہود و نصاریٰ کی باہمی کشمکش کا حال تفصیل سے بیان کریں۔

آیت نمبر۱۱۳ میں یہود یہ کہتے ہیں کہ نصاریٰ کا دین تمام تر باطل ہے۔ یہود اہلِ توحید تھے۔نصاریٰ کا شرک اور تین خداؤں کا عقیدہ ان کے نزدیک نا قابلِ برداشت تھا۔

بخلاف ازیں نصاریٰ یہود کے مذہب کو باطل قرار دیتے تھے۔ کیونکہ جو شخص حضرت عیسیٰؑ پر ایمان نہ رکھتا ہوان کے نزدیک نجات یافتہ نہیں۔ انجیل میں مرقوم ہے۔

(ا) آدمی شریعت کے اعمال سے نہیں بلکہ حضرت یسوع مسیح پر ایمان لانے سے راست باز ٹھہرتا ہے۔(گلتیوں ۱۶:۲)

یہاں یَتۡلُوۡنَ الۡکِتٰبَ میں الکتاب سے انبیاء بنی اسرائیل کے صحیفوں کا مجموعہ مراد ہے۔ جسے عہد نامہ عتیق کہتے ہیں۔ یہود و نصاریٰ ان دونوں صحیفوں کے آسمانی اور مقدس ہونے کے قائل ہیں۔

مزید ارشاد ہوا قَالَ الَّذِیۡنَ لَا یَعۡلَمُوۡنَ : جولوگ وحی اور نبوّت کا علم نہیں رکھتے (مشرکینِ عرب) اُنہوں نے یہود و نصاریٰ دونوں کو باطل پرست قرار دیا۔ ان کے نزدیک یہ دونوں فرقے حق پر نہیں ہیں اللہ رب العالمین نے ان تینوں گروہوں کے جواب میں ارشاد فرمایا: یَحۡکُمُ بَیۡنَهُمۡ : اللہ تعالیٰ روزِ قیامت اہلِ ایمان اور اصحابِ کفر کے مابین عملی فیصلہ فرمائیں گے۔ ورنہ دلائل و براہین کی بناء پر ایمان و کفر کے درمیان تو فیصلہ دنیا میں بھی ہو چکا ہے۔

نہایت افسوس ہے کہ آج کل امتِ محمدی میں گروہ بندی کا یہ عالم ہے کہ سب قرآن کی تلاوت کرتے ہیں اور ایک دوسرے پر کفر کے فتوے لگاتے ہیں۔

س۲۔ مساجد میں ذکرِ خدا سے کیسے روکا جاتا ہے اور قرآن ان کو ظالم کیوں کہتا ہے؟

جواب: مساجد میں اللہ تعالیٰ کی عبادت سے روکنے والا بہت بڑا ظالم ہے۔ ترجمہ: (اس شخص سے بڑھ

کر ظالم اور کون ہوگا جو اللہ کی مسجدوں سے روکے) جیسے واقعہ حدیبیہ میں مشرکینِ مکہ نے صحابہ کرامؓ کو کعبہ میں داخل ہونے سے روک دیا تھا۔جس طرح ٹائٹس (TITUS) رومی کے عہد میں رومی مشرکین نے یہود کو بیت المقدس میں ذکرِ الٰہی کرنے سے روک دیا تھا۔آیت کا شانِ نزول کچھ بھی ہو۔الفاظ عام ہیں۔کسی خاص مسجد یا خاص زمانہ کے ساتھ مختص نہیں۔فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر کسی دینی ضرورت اور مصلحت کے تحت مسجد میں داخل ہونے سے روکا جائے تو درست ہے۔

مذکورہ آیت ''سَعٰی فِیْ خَرَابِهَا'': مقصود یہ ہے کہ غیر مسلم کو مساجد میں داخل ہونے کی اجازت صرف اسی صورت میں دی جا سکتی ہے کہ وہ مسلمانوں کا محکوم ہو۔اور ان کی اجازت سے داخل ہو رہا ہو۔آیت میں مساجد کا لفظ بطور جمع آیا ہے۔لہٰذا عام مساجد مراد ہیں۔بعض علماء اس سے مسجد حرام یا حرم کعبہ مراد لیتے ہیں۔مَسٰجِدَ اللّٰهِ کی ترکیب سے فقہاء نے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ جو جگہ عبادت کے لئے مخصوص کر دی جائے وہ کسی شخص کی ملکیت نہیں رہتی البتہ اگر کسی نے اپنے گھر کا کوئی حصہ عبادت کے لئے مخصوص کر لیا اور اس میں عام لوگوں کو داخل ہونے کی اجازت نہ دی تو اس پر مسجد کا اطلاق نہ ہوگا اور وہ اس شخص کی ذاتی ملکیت ہوگی۔(قاضی ابن العربی مالکی)

آج کل بھی امّتِ مسلمہ میں فرقہ پرستی کی وجہ سے مخالفین کو مساجد میں داخل ہونے سے روک دیا جاتا ہے حالانکہ تمام مسجدیں اللہ تعالیٰ کے گھر ہیں۔جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت اور ذکر واذکار کے لئے مسجد میں آتا ہے اُس کو مسجد سے روکنا اسی آیت کے تحت بہت بُرا فعل ہے۔اور وہ شخص بھی بہت بڑا ظالم ہے جو مسجدوں کو آباد کرنے کی بجائے ان کو خراب کرے۔مسجدوں میں فتنہ وفساد پھیلائے۔ان کو مسمار کرے۔مساجد کے خلاف پروپیگنڈہ کرے تاکہ لوگ مساجد سے متنفر ہو جائیں۔تمام مساجد دینی شعار ہیں۔ان کی بے حرمتی دین اسلام کی توہین ہے۔

س۳۔ یہود ونصاریٰ جو مسجد اقصیٰ کی سمت نماز وعبادت کا وظیفہ بجا لاتے تھے اُن کا اختلاف کیا تھا اور سمت پرستی سے قرآن نے کیوں منع کیا؟

سمت پرستی کی ممانعت: یہود ونصاریٰ باہم جھگڑتے رہتے تھے۔ہر فریق اپنے قبلے کو بہتر بتاتا اور اس کی فضیلت کا قائل تھا۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ کسی جہت کے ساتھ مخصوص نہیں

بلکہ مکان اور جہت سے پاک ہے۔ مشرق ومغرب اسی کے ہیں۔ اس کے حکم سے جس طرف منہ پھیرو گے اُسے متوجہ پاؤ گے۔ وہ تمہاری عبادت قبول کرے گا۔ مسیحی مذہب عقائد وعبادات میں رومی مذہب کا پرتو ہے اس لئے وہ کھلم کھلا مشرق پرستی میں مبتلا ہوگیا۔ یہود نے مغرب کے تقدس کا عقیدہ گھڑ لیا۔ چنانچہ ان دونوں سمتوں کو پوجا جاتا رہا۔ دینِ اسلام نے آ کر اس شرک کی جڑ کاٹ دی۔ اور واضح کیا کہ کوئی سمت بلحاظ سمت مقدس نہیں۔ سب اطراف و جوانب خدا کے نزدیک یکساں ہیں۔ خانہ کعبہ کو مرکزیت و یک جہتی پیدا کرنے کے لئے قبلہ قرار دیا گیا ہے۔ اس کی سمت متعین نہیں کیونکہ وہ بعض ممالک کے مشرق میں واقع ہے۔ بعض ممالک کے مغرب میں اور بعض کے شمال یا جنوب میں پڑتا ہے۔ مزید فرمایا: ''اَيۡـنَـمَا تُوَلُّوۡا فَثَمَّ وَجۡهُ اللّٰهِ'' (جس طرف منہ پھیرو گے اسی طرف خدا کی ذات کو پاؤ گے) یہ آیت اس حقیقت کو واضح کر رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اطراف و جہات سے پاک ہے۔

س۴۔ زیر مطالعہ رکوع میں یہود ونصاریٰ کے شرکیہ عقائد کی کیسے نفی کی گئی ہے؟

یہود ونصاریٰ کے عقیدہ شرک کی تردید: فرمایا

وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا (اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ خدا اولاد رکھتا ہے۔)

اس آیت میں اور اس سے اگلی آیت میں یہود ونصاریٰ اور مشرکین کے عقیدہ شرک کی تردید ہے جنہوں نے حضرت عیسیٰؑ، حضرت عزیرؑ اور فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی اولاد قرار دے رکھا تھا اور بتایا کہ یہ سب اللہ تعالیٰ کی مخلوق اور اس کے فرماں بردار بندے تھے۔ اللہ تعالیٰ اس قسم کی نسبت سے کہ اُس کی اولاد ہے بالکل پاک ہے۔

فرمایا: سُبۡحٰنَهٗ: وہ بشری لوازمات سے پاک ہے۔

مزید ارشاد ہوا: بَلۡ لَّهٗ مَافِى السَّمٰوٰتِ: آسمان وزمین کی تمام مخلوقات اسی کی مملوک ہیں۔ اس لئے وہ خدا کی اولاد نہیں ہوسکتیں کیونکہ اولاد باپ کی ملکیت نہیں ہوتی۔

س۵۔ تمام کائنات کس طرح اللہ تعالیٰ کی مطیع وفرمانبردار ہے؟

کائنات کی تمام مخلوقات اللہ تعالیٰ کی فرماں بردار ہے۔ فرمایا: كُلٌّ لَّـهٗ قٰنِتُوۡنَ: سب

مخلوقات مؤمن ہوں یا کافر، بڑی ہوں یا چھوٹی، زندہ ہوں یا بے جان اس کی فرماں بردار ہیں۔

''بڑی یا چھوٹی، وحشی یا ترقی یافتہ۔ کس مخلوق کی مجال ہے جو اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے دن اور اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی رات کے چوبیس گھنٹوں کے علاوہ کوئی گھنٹہ، کوئی منٹ، کوئی لمحہ اپنے لئے پیدا کر سکے۔ بڑے سے بڑے ماہرین سائنس میں سے کسی کے امکان کی جو حدیں مقرر کی گئی ہیں۔ ان سے قدم باہر نکال سکے۔ کون ایسا ہے جو اس کے پیدا کردہ قانونِ حرارت، برودت، رطوبت سے بے نیاز رہ سکے۔'' (ماجدی)

س ۶۔ مشرکینِ عرب اور یہودی کس طرح رسالتِ محمدیہ کی مخالفت کرتے تھے؟ تفصیل سے جواب لکھیں۔

آیت نمبر: ۱۱۸ میں عقیدۂ توحید بیان کرنے کے بعد اب اللہ تعالیٰ یہود کے نبوّت پر اعتراض کرنے کا جواب دے رہے ہیں۔ فرمایا: لَا یَعۡلَمُوۡنَ: یعنی وہ لوگ علمِ وحی ونبوّت سے محروم ہیں مراد مشرکینِ عرب۔ ان کا مؤقف یہ تھا کہ لَوۡلَا یُکَلِّمُنَا اللّٰہُ: اللہ ہم سے بلا واسطہ ہم کلام کیوں نہیں ہوتا۔ (ابن جریر) یا پھر تَاۡتِیۡنَاۤ اٰیَۃٌ ہم پر کوئی نشانی کیوں نہیں نازل ہوتی؟ آیۃ کے لفظی معنی نشان کے ہیں یہاں معجزہ مراد ہے۔ معجزہ اس غیر معمولی واقعے کو کہتے ہیں جو نبی ورسول کی تائید کے لئے ظاہری اسباب کے خلاف ظہور میں آئے۔ خلاصہ یہ کہ مشرکینِ عرب کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب سے براہِ راست ہم کلام کیوں نہیں ہوتا تاکہ نبی سے سننے کی بجائے ہم براہِ راست اس کا کلام سنیں اور ایسا کیوں نہیں ہوتا کہ ہمیں کوئی ایسا عظیم الشان معجزہ دکھایا جائے جس کے بعد چوں و چرا کی گنجائش باقی نہ رہے۔ مشرکینِ عرب کے اس مطالبے پر یہ ارشاد ہوا کہ تَشَابَہَتۡ قُلُوۡبُہُمۡ. مطلب یہ ہے کہ مشرکینِ عرب کا یہ مطالبہ کوئی نیا نہیں بلکہ جاہل بے دین لوگ داعیانِ حق سے ہمیشہ اسی قسم کی فرمائشیں کرتے رہتے ہیں۔ ان کے دل بے بصیرتی اور خدا شناسی میں ان کے قدیم جاہلوں سے مشابہ ہو گئے ہیں۔ مزید یہ بھی بیان کر دیا کہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور حضور ﷺ کی رسالت کی ان گنت نشانیاں لِقَوۡمٍ یُّوۡقِنُوۡنَ یہ کھلے ہوئے نشان ان ہی لوگوں کو نظر آتے ہیں جو شکوک وشبہات کی آلودگیوں سے پاک اور دولتِ ایمان وایقان سے بہرہ

ورہوں۔ان حالات کی حضور ﷺ کی ذمہ داری بیان کی گئی۔

آنحضور ﷺ کی ذمہ داری

بَشِیۡرًا اطاعت کرنے والوں کو جنّت کی بشارت دیتے ہیں۔نَذِیۡرًا منکروں اور مشرکو ں کوعذابِ دوزخ سے بچاتے ہیں۔عَنۡ اَصۡحٰبِ الۡجَحِیۡمِ منکرینِ شریعت کے اہتمام کی ذمہ داری آپ پرنہیں لہٰذا آپ کوفکر مند ہونے کی ضرورت نہیں۔آپ کا فرضِ منصبی صرف احکامِ خداوندی پہنچانا ہے۔ان پر بالجبر دوسروں کو عامل بنانا نہیں۔آپ سے یہ سوال ہی نہیں کیا جائے گا کہ یہ لوگ راہِ راست پر کیوں نہیں آئے۔

س ۷۔ یہود ونصاریٰ امتِ محمدیہ سے صلح وصفائی کے لئے کون سی شرائط منوانا چاہتے تھے اور آج کیا کیفیت ہے؟

اہل کتاب کی خوشنودی کیوں کرممکن ہے۔ترجمہ: یہود ونصاریٰ اس وقت تک آپ سے رضا مندنہیں ہوسکتے جب تک آپ ان کا مذہب قبول نہ کریں،اس کے لئے مِلَّتَهُمۡ کا لفظ استعمال ہوا۔

مِلَّتَهُمۡ ملت مذہب اور طریقہ کو کہتے ہیں۔(قاموس)

دین اور ملت میں یہ فرق ہے کہ لفظ دین کا استعمال اللہ اور افرادِ امت کے ساتھ ہوتا ہے۔مثلاً دین یا دین زید اور لفظ ملت کا استعمال نبی اور جماعت کے ضمن میں ہوتا ہے۔مثلاً ملتِ ابراہیم یا ملتِ یہود(مفرداتِ راغب)

آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ یہود ونصاریٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ آپؐ ان کا مذہب اختیار کرلیں حالانکہ اصل ہدایت وہ ہے جو اللہ نے عطا کی۔پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ آپ ہدایت یافتہ ہوکر ایک محرّف اور مبدّل دین کو اختیار کرلیں۔اگر خدانخواستہ وحی و نبوت کی ان واضح تعلیمات کے باوجود آپ نے ان کے جھوٹے مذہب کو اپنایا تو آپ کا کوئی یارو مددگار نہ ہوگا۔

س ۸۔ کیا یہودیوں میں بھی خداترس لوگ تھے اور ان کا کیا طرزِ عمل تھا؟ تفصیل

سے لکھیں۔مزید قرآن نے انہیں کیا نصیحت کی ہے؟

یہود کے سمجھ دار لوگوں کا ذکر: آیت نمبر ۱۲۱: یہود کے افعالِ قبیحہ کا ذکر کرنے کے بعد اب ان نیک اور خدا ترس لوگوں کا ذکر کیا ہے جو توریت کو غور وفکر سے پڑھتے ہیں اور اسی سبب سے وہ اسلام کی دولت سے فیض یاب ہو چکے ہیں۔ان سے مراد عبداللہ بن سلام اور ان کے ساتھی ہیں۔ابن کثیرؒ

قرآن حکیم کا بھی حق تلاوت یہ ہے کہ اس کو غور سے پڑھا جائے اور پھر اس پر عمل کیا جائے اور اس کی غلط تاویلات نہ کی جائیں۔

قرآن کی نصیحت

ان آیات میں اہل کتاب کو دوبارہ متنبہ کیا جا رہا ہے کہ اُوپر جو بدکرداریاں تم نے کی ہیں اس کی وجہ سے تم ظالم ٹھہرتے ہو۔تم امامت وقیادت کے قابل نہیں رہے۔اس لئے اب یہ منصب امتِ محمدیہ کو دیا جا رہا ہے۔وہی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے جانشین ہوں گے۔

ان آیات میں یہود کو دوبارہ آنحضور ﷺ کی اتباع پر ابھارنا مقصود ہے تاکہ وہ اپنا ماضی دیکھ کر سمجھ جائیں اور اپنے انجام سے آگاہ ہو کر آخرت کی فکر کریں۔

سورۃ البقرہ

(رکوع نمبر 15)

سورۃ البقرہ (رکوع نمبر 15) کا متن بمعہ لفظی و با محاورہ ترجمہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

شروع کرتی/کرتا ہوں ساتھ نام اللہ کے جو رحم کرنے والا نہایت مہربان ہے۔

یٰبَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ اذۡکُرُوۡا نِعۡمَتِیَ الَّتِیۡۤ اَنۡعَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ وَاَنِّیۡ فَضَّلۡتُکُمۡ عَلَی الۡعٰلَمِیۡنَ (۱۲۲)
اے بنی اسرائیل! یاد کرو تم میرا احسان جو میں نے کیا اوپر تمہارے اور بے شک میں نے تم کو فضیلت دی تمام جہانوں پر
اے بنی اسرائیل ہمارے احسان یاد کرو جو میں نے تم پر کئے اور میں نے تمہیں اہل علم پر فضیلت بخشی
وَاتَّقُوۡا یَوۡمًا لَّا تَجۡزِیۡ نَفۡسٌ عَنۡ نَّفۡسٍ شَیۡئًا وَّ لَا یُقۡبَلُ مِنۡهَا عَدۡلٌ وَّ لَا تَنۡفَعُهَا شَفَاعَةٌ وَّ لَا هُمۡ یُنۡصَرُوۡنَ (۱۲۳)
اور ڈرو اس دن سے جب نہ کام آئے گی کوئی جان کسی جان کے کچھ اور نہ قبول کیا جائے گا اُس سے بدلہ اور نہ فائدہ دے گی اس کو سفارش اور نہ ان کی مدد کی جائے گی
اور اس دن سے ڈرو جب کوئی شخص کسی کے ذرا کام نہ آئے گا اور نہ اس کی طرف سے بدلہ قبول کیا جائے گا اور نہ اسے کسی کی سفارش فائدہ دے گی اور نہ ان کی مدد کی جائے گی
وَاِذِ ابۡتَلٰۤی اِبۡرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِکَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ قَالَ اِنِّیۡ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ قَالَ وَمِنۡ ذُرِّیَّتِیۡ ؕ قَالَ لَا یَنَالُ عَهۡدِی الظّٰلِمِیۡنَ (۱۲۴)
اور جب آزمایا ابراہیم کو اس کے رب نے ساتھ چند باتوں کے پس پورا کر دیا اس نے ان کو کہا بے شک میں بنانے والا ہوں تجھ کو لوگوں کا امام اس نے کہا اور میری اولاد میں سے کہا نہیں پہنچتا میرا اقرار ظالموں کو
اور جب ابراہیم کو اس کے رب نے کئی باتوں میں آزمایا پھر اس نے وہ پوری کیں تب فرمایا میں تجھے لوگوں کا پیشوا بناؤں گا اس نے کہا اور میری اولاد میں بھی اُس نے فرمایا میرا اقرار ظالموں کو نہیں پہنچتا
وَاِذۡ جَعَلۡنَا الۡبَیۡتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمۡنًا. وَاتَّخِذُوۡا مِنۡ مَّقَامِ اِبۡرٰهٖمَ مُصَلًّی ؕ
اور جب بنادیا ہم نے خانہ کعبہ کو مرکز واسطے لوگوں کے امن کا باعث اور بناؤ تم مقامِ ابراہیمؑ کو نماز کی جگہ
اور جب ہم نے خانہ کعبہ کو مقرر کیا لوگوں کے واسطے اجتماع کی جگہ اور امن کی جگہ اور کہہ دیا کہ ابراہیمؑ کے کھڑے ہونے کی جگہ کو نماز کی جگہ بناؤ
وَعَهِدۡنَاۤ اِلٰۤی اِبۡرٰهٖمَ وَ اِسۡمٰعِیۡلَ اَنۡ طَهِّرَا بَیۡتِیَ لِلطَّآئِفِیۡنَ وَالۡعٰکِفِیۡنَ وَالرُّکَّعِ السُّجُوۡدِ (۱۲۵)
اور ہم نے عہد کیا ابراہیمؑ سے اور اسمعیلؑ سے یہ کہ پاک رکھو میرے گھر کو واسطے طواف کرنے والوں کے اور اعتکاف کرنے والوں کے اور رکوع وسجدہ کرنے والوں کے

ہم نے ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ کو حکم دیا کہ میرا گھر پاک رکھیں طواف کرنے والوں کے لئے اور اعتکاف کرنے والوں کے لئے اور رکوع وسجدہ کرنے والوں نے لئے

وَاِذْقَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ط

اور جب کہا ابراہیمؑ نے اے میرے رب بنادے اس شہر کو امن والا اور رزق دے اس کے رہنے والوں کو پھلوں سے جو شخص ایمان لائے ان میں سے ساتھ اللہ کے اور آخری دن کے

اور جب ابراہیمؑ نے کہا اے میرے رب اس شہر کو امن والا بنا اور اُس کے رہنے والوں کو پھلوں کی روزی دے ان میں سے جو کوئی اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان لائے

قَالَ وَمَنْ كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ قَلِيْلًا ثُمَّ اَضْطَرُّهٗۤ اِلٰى عَذَابِ النَّارِ ط وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ (۱۲۶)

کہا اور جو کفر کرے میں اسے فائدہ پہنچاؤں گا تھوڑا پھر اسے لاچار کروں گا طرف عذاب جہنم کے اور بُرا ہے ٹھکانہ

فرمایا جو کفر کرے میں اُسے بھی نفع پہنچاؤں گا تھوڑے دن پھر اسے دوزخ کے عذاب کی طرف لاچار کرونگا اور وہ رہنے کی بہت بُری جگہ ہے

وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَ اِسْمٰعِيْلُ ط رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ط اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ (۱۲۷)

اور جب اُٹھاتے تھے ابراہیمؑ بنیادیں خانہ کعبہ کی اور اسماعیلؑ (بھی) (تو دُعا کی) اے ہمارے رب قبول کر ہم سے بے شک تو سُننے والا جاننے والا ہے

اور یہ جب ابراہیمؑ اُٹھاتے تھے خانہ کعبہ کی بنیادیں اور اسماعیلؑ (دونوں کہتے تھے) اے رب ہمارے ہم سے (یہ خدمت) قبول کر بیشک تو ہی سننے والا جاننے والا ہے۔

رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَ مِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ (۱۲۸)

اے رب ہمارے اور کر ہم کو نیا تابعدار واسطے اپنے اور ہماری اولاد میں سے ایک جماعت فرماں بردار واسطے تیرے اور سکھا ہمیں حج کے احکام اور معاف کر ہمیں بے شک تو ہی توبہ قبول کرنے والا رحم کرنے والا

ہمیں اپنا حکم بردار بنالے اور ہماری اولاد میں سے بھی ایک فرمانبردار جماعت اور ہمیں حج کے احکام بتلا اور معاف کر ہمیں بے شک تو ہی توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ

اے رب ہمارے اور بھیج ان میں ایک رسول ان میں سے جو پڑھے ان پر تیری آیات اور سکھائے ان کو کتاب

اے رب اور مبعوث کر ان میں ایک رسول ان میں ہی سے جو تیری آیتیں پڑھے اور انہیں کتاب

وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ ط اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (۱۲۹)

اور دانائی کی باتیں اور انہیں پاک کردے بے شک تو تو بھی غالب بڑی حکمت والا ہے

اور دانائی کی باتیں اور پاک کرے ان کو بے شک تو غالب اور حکمت والا ہے

مشکل الفاظ اور اُن کا مادہ

نمبر شمار	الفاظ	معانی	مادہ	گرائمر
1	اِبْتَلٰی	آزمایا	ب ت ل	ماضی معروف
2	بِكَلِمَاتٍ	چند باتوں کے ساتھ	ک ل م	اسم جمع
3	فَاَتَمَّهُنَّ	پس پورا کر دیا ان کو	ا ق م	حرف+فعل ماضی معروف+اسم ضمیر
4	جَاعِلُکَ	بنانے والا تجھ کو	ج ع ل	اسم فاعل+اسم ضمیر
5	لَا يَنَالُ	نہیں پہنچتا، حاصل نہیں ہوتا	ن ا ل	فعل مضارع نفی
8	اَلْبَيْتَ	گھر۔خانہ کعبہ	ب ی ت	اسم معرف باللام
9	مَثَابَةً	مرکز جائے رجوع	ث ا ب	اسم ظرف مکان
10	ثَوْبٌ	لوٹنا۔رجوع کرنا	ث و ب	مصدر
11	مَقَامِ اِبْرَاهِيمَ	وہ چبوترہ جس پر کھڑے ہو کر حضرت براہیمؑ خانہ کعبہ تعمیر کرتے تھے		مرکب اضافی
12	اِمَامًا	پیشوا۔رہنما	ا م ا م	اسم

13	فَاُمَتِّعُهُ	پس اُسے فائدہ دوں	م ت ا ع	حرف+فعل مضارع+اسم ضمیر
14	عَهِدْنَا	ہم نے حکم دیا	ع ہ د	فعل ماضی معروف
15	طَهِّرَا	صاف رکھوتم دونوں	ط ہ ر	فعل امر تثنیہ
16	مُصَلًّى	نماز کی جگہ	ص ل ا	اسم ظرف مکان
17	بَيْتِيَ	میرے گھر کو	ب ی ت	مرکب اضافی
18	اَضْطَرُّهُ	اسے لاچار کرونگا	ض ط ر	فعل مضارع معروف+اسم ضمیر
19	لِلطَّآئِفِيْنَ	طواف کرنے والوں کے لئے	ط ء ف	مرکب جاری
20	يَرْفَعُ	بلند کرتے تھے	ر ف ع	فعل مضارع معروف
21	اَلْعَاكِفِيْنَ	اعتکاف کرنے والے	ع ک ف	اسم جمع
22	السُّجُوْدِ	سجدہ کرنے والے	س ج د	اسم جمع
23	اَلْقَوَاعِدَ	بنیادیں	ق ع د	اسم معرف باللام
24	الرُّكَّعِ	اس کا واحد رَاكِعٌ رکوع کرنے والے	ر ک ع	اسم جمع
25	تَقَبَّلْ	قبول کر	ق ب ل	امر حاضر از باب تفعل
27	بَلَداً آمِناً	امن والا شہر	أ م ن	مرکب توصیفی
28	ذُرِيَّتِنَا	ہماری اولاد	ذ ر ی ت	اسم اضافی
29	وَارْزُقْ	اور رزق عطا کر	ر ز ق	فعل امر حاضر

30	مَنَاسِكَنَا	ہمارے احکام، حج مناسک	م ن ا س ک	مرکب اضافی
31	مَنُسِكٌ	مَنُسِكٌ کی جمع ہے۔احکام حج قربانیاں		

سورۃ البقرہ

(رکوع نمبر 15)

اہم اکتشافات

☆ یہود بدکرداریاں اور نصیحتِ خدا

☆ حضرت ابراہیمؑ خلیل اللہ کا تعارف

☆ تبدیلیٔ منصبِ امامت کی وجہ

☆ آزمائشِ ابراہیمؑ سے مراد

☆ حرمتِ کعبہ ومقامِ ابراہیمؑ

☆ تعمیرِ کعبہ اور حضرت ابراہیمؑ کی دعائیں

سورۃ البقرہ (رکوع نمبر 15) سے متعلق اہم اکتشافات پر گفتگو

س ۱۔ یہود کی بدکرداریاں بیان کرنے کے بعد آخر پر انہیں کون سی نصیحت کی گئی ہے؟

ان آیات میں اہل کتاب کو دوبارہ متنبہ کیا جا رہا ہے کہ اُوپر جو بدکرداریاں تم نے کی ہیں اس کی وجہ سے تم ظالم ٹھہرتے ہو۔ تم امامت وقیادت کے قابل نہیں رہے۔ اس لئے اب یہ منصب اُمت محمدیہ کو دیا جا رہا ہے۔ وہی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے جانشین ہونگے۔

ان آیات میں یہود کو دوبارہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع پر اُبھارنا مقصود ہے تا کہ وہ اپنا ماضی دیکھ کر سمجھ جائیں اور اپنے انجام سے آگاہ ہو کر آخرت کی فکر کریں۔

س ۲۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کا مختصر تعارف پیش کریں؟

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نام پہلی مرتبہ قرآن کریم میں آیا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کے بعد آپ اولین نبی تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے اسلام کی عالمگیر دعوت پھیلانے کے لئے مقرر کیا۔ تورات کی روایت کے مطابق آپ کے اور حضرت نوحؑ کے درمیان دس پشتوں کا فرق ہے۔ آپ ان گیارہویں پشت میں سے تھے۔ جدید ترین تحقیق کے مطابق سال ولادت قبل مسیح ہے۔ تورات میں آپ کی عمر ۱۷۵ سال مذکور ہے۔ والد کا نام تارح تھا۔ عربی میں اس کا تلفظ آزر ہے۔ وطن کلدانیہ تھا جس کو جدید جغرافیہ میں عراق کہتے ہیں۔ جس شہر میں آپ کی ولادت ہوئی اس کا نام تورات میں اُر (UR) آیا ہے۔ مدتوں یہ شہر نقشہ سے غائب رہا۔ اب نمودار ہو گیا۔ یہ شہر خلیج فارس کے دھانہ اور عراق کے پایہ تخت بغداد کے تقریباً درمیانی مسافت پر ہے۔ (ماجدی)

حضرت ابراہیمؑ کی نسل سے دو بڑی شاخیں نکلیں۔ ایک حضرت اسماعیلؑ کی اولاد جو عرب میں رہی۔ قریش اور عرب کے بعض دوسرے قبائل کا تعلق اسی شاخ سے تھا۔ دوسرے حضرت اسحٰقؑ کی اولاد جن میں حضرت یعقوبؑ، حضرت یوسفؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت داؤدؑ، حضرت سلیمانؑ، حضرت یحییٰؑ، حضرت عیسیٰؑ اور بہت سے انبیاء علیھم السلام پیدا ہوئے۔ حضرت

یعقوبؑ کا نام چونکہ اسرائیل تھا۔اس لئے یہ نسل بنی اسرائیل کے نام سے مشہور ہوئی۔اسی شاخ میں جب تنزل کا دور آیا تو پہلے یہودیت پیدا ہوئی اور پھر عیسائیت نے جنم لیا۔

س۳۔ منصب امامت کی تبدیلی کا اصل سبب کیا تھا؟

پچھلے دس رکوع میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو خطاب کر کے ان کی تاریخی قراردادِ جرم اور ان کی موجودہ حالت جو نزول قرآن کے وقت تھی۔بے کم وکاست پیش کردی ہے اور ان کو بتادیا کہ تم ہماری اس نعمت کی انتہائی ناقدری کر چکے ہو اور تم نے منصب امامت کا حق ادا کرنا چھوڑ دیا ہے۔اس کے بعد انہیں بتایا جارہا ہے کہ امامت اولادِ ابراہیمؑ کی میراث نہیں ہے بلکہ یہ سچی اطاعت وفرماں برداری کا بدل ہے اور اس کے مستحق وہ لوگ ہیں جو حضرت ابراہیمؑ کے طریقے پر خود چلیں اور دُنیا کو اس طریقے پر چلانے کی خدمات سرانجام دیں چونکہ تم نااہل ہو لہٰذا تمہیں امامت کے منصب سے معزول کیا جاتا ہے اور اُمتِ محمدیہ کو یہ منصب سونپا جارہا ہے۔(تفہیم القرآن)

س۴۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آزمائش سے کیا مُراد ہے؟

حضرت ابراہیمؑ کو چند باتوں سے آزمایا۔یہ آزمائش اس لئے نہ تھی کہ اللہ تعالیٰ حضرت ابراہیمؑ کی قوتِ ایمان سے ناواقف تھے بلکہ دوسروں کو آگاہ کرنے کے لئے قرآن کریم میں ابتلاء اور آزمائش کا لفظ جہاں بھی آیا اسی مقصد کے لئے آیا ہے۔آزمائش کن امور سے ہوئی اس میں بڑا اختلاف ہے۔اکثر علماء کا خیال ہے کہ وہ خُدا کے چند احکام واوامر تھے جن کی تعمیل حضرت ابراہیمؑ نے کردی جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو امامت اور پیشوائی کے شرف سے نوازا تھا۔

جب حضرت ابراہیمؑ کو اللہ تعالیٰ نے پوری انسانیت کا امام بنادیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اولاد کے حق میں دُعا فرمائی۔چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی دُعا قبول فرمائی اور قیامت تک کے لئے سلسلہ نبوت ان کی اولاد میں ودیعت کردیا مگر اس کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو بتادیا کہ تمہاری اولاد میں سے ظالم لوگ اِس نعمت سے سرفراز نہیں ہوسکیں گے۔اس سے گمراہ

اہل کتاب اور بنی اسماعیلؑ کے مشرکین کو متنبہ کرنا مقصود ہے کہ ان کے عقائد و اعمال خراب ہو چکے ہیں۔ محض حضرت ابراہیمؑ کی اولاد ہونا ان کے کام نہیں آ سکتا۔

س ۵۔ خانہ کعبہ کو مرکزِ ہدایت بنانے کا سبب بیان کریں اور اس فضیلت و حیثیت زیرِ غور رکوع کی روشنی میں بیان کریں؟

جب امامت کا منصب بنی اسرائیل سے تبدیل ہو کر بنی اسماعیلؑ میں منتقل ہوا تو اب مرکز کی تبدیلی بھی ضروری تھی۔ جب تک بنی اسرائیل کی امامت کا دَور دَورہ تھا بیت المقدس دعوت کا مرکز رہا۔ خود نبی کریمؐ اور آپ کے پیرو بھی اس وقت تک بیت المقدس ہی کو قبلہ بنائے رہے مگر جب بنی اسرائیل اس منصب سے باضابطہ معزول کر دیئے گئے تو بیت المقدس کی مرکزیت خود بخود ختم ہو گئی۔ لہذا اعلان کیا گیا کہ اب وہ مقامِ دین الٰہی کا مرکز ہے جہاں سے اس رسول کی دعوت کا ظہور ہوا ہے اور چونکہ ابتداء میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعوت کا مرکز بھی یہی مقام تھا اس لئے اہل کتاب اور مشرکین کسی کے لئے بھی یہ تسلیم کرنے کے سوا چارہ نہیں ہے کہ قبلہ ہونے کے زیادہ حق کعبے ہی کو پہنچتا ہے۔

خانہ کعبہ کی عظمت وفضیلت

بیت گھر کو کہتے ہیں جس میں رات بسر کی جائے۔ بیت اللہ سے مراد خانہ کعبہ ہے۔ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ: مَثَابَةً اسم ظرف ہے۔ لوٹنے کی جگہ۔ مقامِ رجوع وہ مقام جس کی طرح انسان بار بار رجوع کرے اور طبیعت سیری نہیں ہوتی۔

وَ اَمۡنًا: اور امن والا خانہ کعبہ کا جائے امن ہونا اس سے ظاہر ہے کہ اس کے ارد گرد چند میل کا رقبہ جسے حرم کہتے ہیں۔ دار الامن قرار پایا۔ حرم میں کسی کو قتل کرنا تو درکنار جانور تک کو شکار کرنا جائز نہیں۔ ظہورِ اسلام سے قبل بھی حرم کو مقام امن تصور کیا جاتا تھا۔ اس کے ارد گرد اللہ نے برکت رکھی ہے۔ جہاں ایک نیکی کا اجر ایک لاکھ نیکیوں کے برابر ہے اور دوسری طرف ایک گناہ بھی ایک لاکھ گناہوں کے برابر ہے۔

س۶۔ مقام ابراہیمؑ کی شرعی حیثیت تحریر کریں اور حُرمتِ کعبہ سے کیا مُراد ہے؟

وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى : یہ خطاب نبی کریمؐ کے ذریعہ اُمتِ محمدی سے کیا جارہا ہے کہ مقام ابراہیم کو جائے نماز بنائیے۔ حنفیہ ومالکیہ کے یہاں حج کے موقع پر مقام ابراہیم میں نماز ادا کرنا واجب ہے۔ شافعیہ کے ہاں سُنت ہے۔

طَهِّرَا بَيْتِيَ: اس کی تفسیر میں مولانا ابوالاعلیٰ لکھتے ہیں:

''پاک رکھنے سے مراد صرف یہی نہیں کہ کوڑے کرکٹ سے اُسے پاک رکھا جائے بلکہ یہ کہ خُدا کے گھر میں اس کے سوا کسی کا نام بلند نہ ہو۔ جس نے خانہ خُدا میں خُدا کے سوا کسی دوسرے کو مالک ومعبود، حاجت روا اور فریادرسی کی حیثیت سے پکارا اُس نے حقیقت میں اُسے گندا کردیا''۔ اس حکم میں مسجد کی ظاہری صفائی بھی شامل ہے۔ فقہاء کا قول ہے کہ مسجد کی صفائی فرض ہے۔

بَيْتِيَ: (میرا گھر) گھر کو اپنی طرف منسوب کرنے سے شرف وعظمت کا اظہار مقصود ہے۔

لِلطَّآئِفِيْنَ: (طواف کرنے والوں کے لئے) طواف گھومنے اور چکر لگانے کو کہتے ہیں۔ شرعی اصطلاح میں کعبہ کے اردگرد سات چکر لگانے کو طواف کہتے ہیں۔

وَالْعٰكِفِيْنَ :(اعتکاف کرنے والے) کسی جگہ کے قیام کو تعظیماً لازم کر لینے کو عکوف کہتے ہیں۔ (مفردات راغب) شرعی اصطلاح میں مسجد کے اندر عبادت کی نیت سے کسی مدت کے لئے قیام کرنے کو اعتکاف کہا جاتا ہے۔ بلاضرورت مسجد سے نکلنا ممنوع ہوتا ہے۔ اس میں بعض علماء کے نزدیک روزہ بھی شرط ہے۔

وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ: رکوع اور سجدہ نماز کے دو مشہور ارکان ہیں جو فرائض نماز میں شامل ہیں۔

س۷۔ حضرت ابراہیمؑ کی اہلِ مکہ کے لئے امن اور رزق کی دُعا کیا تھی؟

حضرت ابراہیمؑ نے بارگاہِ ایزدی میں دُعا کی کہ حرم کعبہ کو باامن بنادے اور اس کے رہنے والوں کو پھلوں کا رزق عطا کر۔ یہ دونوں دُعائیں جس طریقہ سے قبول ہوئیں وہ معجزہ سے کم نہیں۔ امن وامان کے لحاظ سے مکہ اور اس کے گردونواح اپنی نظیر آپ ہے۔ جہاں تک پھلوں کا

تعلق ہے کہ ایک بے آب وگیاہ گرم وخشک ریگستان میں واقع ہے لیکن اس کے باوجود وہاں ہر قسم کا پھل، ترکاریاں ہر وقت دستیاب ہیں۔

مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ: قبل ازیں حضرت ابراہیمؑ کو بتایا تھا کہ خدا کا فضل واحسان آپ کی نیک اولاد تک محدود ہوگا۔

لَايَنَالُ عَهْدِي الظّٰلِمِيْنَ: اب دُعا کرتے ہوئے خود ہی شرط لگادی کہ پھل میوے صرف ان لوگوں کو دیئے جائیں جو ایمان دار ہوں۔

قَالَ وَمَنْ كَفَرَ: مطلب یہ ہے کہ جو فضل واحسان اہلِ ایمان کے ساتھ مخصوص ہے اور جس سے کفار محروم ہیں وہ اُخروی نفع ہے۔ جہاں تک دینوی زندگی کے انعامات کا تعلق ہے ان سے کافر ومنکر بھی محروم نہ ہوں گے بلکہ برابر حصہ پائیں گے۔ جب یہ زندگی ختم ہو جائے گی تو انہیں جہنم رسید کر دیا جائے گا۔

س ۸۔ تعمیرِ کعبہ کے وقت حضرت ابراہیمؑ نے اور کیا دُعائیں مانگیں، بیان کریں؟

اَلْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ: (گھر) سے مُراد خانہ کعبہ ہے۔ خانہ کعبہ کی دیواروں کو بلند کرنے کا مطلب نہیں کہ دیواریں پہلی بار تعمیر کی جارہی تھیں۔ کیونکہ حضرت آدم قبل ازیں یہ دیواریں تعمیر کر چکے تھے۔ مقصود ہے کہ دیواروں کو منہدم ہو جانے کے بعد از سرِنو اُٹھایا جارہا تھا۔

(I) **تَقَبَّلْ مِنَّا:** ہماری یہ خدمت قبول فرما۔ ایسا نہ ہو کہ شرفِ قبولیت سے محروم رہیں۔

(II) **مُسْلِمَيْنِ لَكَ:** مسلمین کے معنی یہاں دو طرح کئے گئے ہیں۔

(۱) ہمیں اللہ تعالیٰ کی توحید کے ماننے والا بنا۔

(۲) ہمیں اسلامی احکام کا پابند بنا۔

(III) **اُمَّةً مُسْلِمَةً لَكَ:** (ہماری اولاد میں سے ایک اطاعت شعار اُمت بنا) دُعا کی قبولیت اسی سے ظاہر ہے کہ وہ اُمت آج تک مسلم کے نام سے مشہور چلی آتی ہے۔

(IV) **اَرِنَا مَنَاسِكَنَا:** مناسک سے عام دینی قواعد مراد ہیں۔ خصوصاً حج کے آداب وشعائر۔

اَرِنَا: (دکھا ہمیں) دکھانے سے مقصود یہاں سکھانا ہے۔

(V) حضرت ابراہیمؑ واسماعیلؑ نے دُعا فرمائی کہ ہماری اولاد کو اُمت مُسلمہ بنادے۔ پھر عرض کیا ان ہی میں سے ایک رسول مبعوث فرما۔ اس سے معلوم ہوا **مِنۡهُمۡ** سے اسماعیلؑ مراد ہیں۔ رسول کا صیغہ واحد ہے اور اس پر تنوین بھی ہے۔ اس سے اشارہ کرنا مقصود ہے کہ رسول ایک ہی ہوگا۔ لہذا آیت سے ختم نبوت کا مفہوم پیدا ہو رہا ہے۔

(VI) **يُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ وَيُزَكِّيۡهِمۡ**: بقول عبدالماجد آیت کے اس ٹکڑے میں آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سب فرائض آ گئے۔

مبلغ اعظم: يَتۡلُوۡا عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِكَ: رسول کا پہلا کام اپنی اُمت کے سامنے تلاوت آیات ہوتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کا کلام پہنچانا۔ جس طرح آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقام و مرتبہ تمام انبیاء میں بلند ہے۔ اسی طرح آپ ایک مبلغ ہونے کی حیثیت سے تمام دُنیا کے مبلغوں اور خطیبوں کے رہنما ہیں۔ آپ ؐ کی بعثت کا مقصد ہی لوگوں تک اللہ تعالیٰ کا حکم پہنچانا تھا۔ اس لحاظ سے آپ ؐ مبلغ اعظم ہیں۔

مُعلمِ اعظم: تَعۡلِيۡمُ الۡكِتَابِ: الکتاب سے مراد قرآن حکیم ہے۔ آپ ؐ سب سے بڑے مفسر قرآن ہیں۔ قرآن حکیم کی شرح تفہیم و توضیح سب کچھ سمجھانا آپ ؐ کا کام ہے۔ اس سے ان لوگوں کی تردید ہوگئی جو رسول کا منصب صرف ڈاکیہ یا قاصد سمجھے ہوئے ہیں۔ گویا آپ کا دوسرا مقام معلم اعظم ہے۔

مُرشد اعظم: وَالۡحِكۡمَةَ: سے مراد حدیث پاک ہے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کتاب اللہ کے بعد حکمت و دانائی بھی سکھاتے تھے۔ احکام و مسائل دین کے قاعدے اور آداب سب اس میں داخل ہیں۔ آپ ؐ کی تیسری حیثیت مرشد اعظم کی ہے۔

مصلح اعظم: **يُزَكِّيۡهِمۡ**: تزکیہ سے مقصود دلوں کی صفائی ہے۔ رسول کا کام محض الفاظ اور ظاہری احکام کی تشریح تک محدود نہیں بلکہ وہ اخلاق کی پاکیزگی اور اخلاص نیت کا فریضہ بھی انجام دیتا ہے۔ بایں طور رسول کی چوتھی حیثیت مصلح اعظم کی ہوئی۔

سورۃ البقرہ

(رکوع نمبر16)

سورۃ البقرہ (رکوع نمبر 16) کا متن بمعہ لفظی و بامحاورہ ترجمہ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

شروع کرتی /کرتا ہوں ساتھ نام اللہ کے جو رحم کرنے والا نہایت مہربان ہے۔

وَمَنۡ یَّرۡغَبُ عَنۡ مِّلَّةِ اِبۡرٰهٖمَ اِلَّا مَنۡ سَفِهَ نَفۡسَهٗ ؕ وَلَقَدِ اصۡطَفَیۡنٰهُ فِی الدُّنۡیَا ۚ وَاِنَّهٗ فِی الۡاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِیۡنَ (۱۳۰)
اور کون ہے جو پھر جائے ابراہیم کے مذہب سے مگر وہ شخص جو احمق بنالے اپنے آپ کو اور بے شک چن لیا ہم نے اس کو دنیا میں اور بے شک وہ آخرت میں ضرور نیکوں میں سے ہے۔
اور کون ہے جو ابراہیم کے مذہب سے پھر جائے مگر وہی کہ جس نے اپنے آپ کو احمق بنایا اور بے شک ہم نے اس دُنیا میں منتخب کیا اور آخرت میں نیکیوں میں سے ہے۔
اِذۡ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗۤ اَسۡلِمۡ ۙ قَالَ اَسۡلَمۡتُ لِرَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ (۱۳۱)
جب کہا اس کو اس کے رب نے تابعداری کر کہا میں تابعدار ہوا واسطے پروردگار سب جہانوں کے
یاد کرو جب اُسے اُس کے رب نے کہا کہ حکم برداری کر تو بولا میں تمام عالم کے پروردگار کا حکم بردار ہوں۔
وَوَصّٰی بِهَاۤ اِبۡرٰهٖمُ بَنِیۡهِ وَیَعۡقُوۡبُ ؕ یٰبَنِیَّ اِنَّ اللّٰهَ اصۡطَفٰی لَکُمُ الدِّیۡنَ فَلَا تَمُوۡتُنَّ اِلَّا وَاَنۡتُمۡ مُّسۡلِمُوۡنَ (۱۳۲)
اور وصیت کی اس کی ابراہیمؑ نے اپنے بیٹوں کو اور یعقوبؑ نے اے میرے بیٹو! بے شک اللہ نے چن لیا واسطے تمہارے دین کو پس نہ مرو تم مگر (اس حالت میں) جب کہ تم مسلمان ہو۔
اور یہی وصیت اس کی ابراہیمؑ اپنے بیٹوں کو کر گئے اور یعقوبؑ نے بھی کی کہ اے بیٹو! بے شک اللہ نے تمہیں چن کر دین دیا ہے سو تم ہرگز نہ مرنا مگر مسلمان۔
اَمۡ کُنۡتُمۡ شُهَدَآءَ اِذۡ حَضَرَ یَعۡقُوۡبَ الۡمَوۡتُ اِذۡ قَالَ لِبَنِیۡهِ مَا تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡۢ بَعۡدِیۡ ؕ قَالُوۡا نَعۡبُدُ
کیا تھے تم موجود جب آگئی یعقوبؑ پر موت جب اُس نے کہا اپنے بیٹوں کو کس کی عبادت کرو گے تم بعد میرے کہا اُنہوں نے ہم عبادت کریں گے
کیا تم موجود تھے جب موت یعقوبؑ کے پاس آئی جب اس نے اپنے بیٹوں کو کہا کہ تم میرے بعد کس کی عبادت کرو گے بولے ہم تیرے
اِلٰهَکَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِکَ اِبۡرٰهٖمَ وَاِسۡمٰعِیۡلَ وَاِسۡحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚۖ وَّنَحۡنُ لَهٗ مُسۡلِمُوۡنَ (۱۳۳)

معبود تیرے کی اور معبود باپ دادا تیرے کے معبود کی جو ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ اور اسحاقؑ ہیں وہی ایک معبود ہے اور ہم اس کے فرمانبردار ہیں

اور تیرے باپ دادا کے رب کی بندگی کریں گے جو کہ ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ اور اسحاقؑ ہیں وہ ایک معبود ہے اور ہم سب اس کے فرمانبردار ہیں۔

تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْئَلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (۱۳۴)

وہ ایک جماعت تھی جو گزر چکی اس کے لئے ہے جو اس نے کیا اور واسطے تمہارے جو تم نے کیا اور نہیں سوال کیے جاؤ گے تم ان کے متعلق جو تھے وہ کرتے

وہ ایک جماعت تھی جو گزر چکی ان کے لئے جو انہوں نے کیا اور تمہارے لئے ہے جو تم نے کیا اور تم سے ان کاموں کے متعلق نہیں پوچھا جائے گا۔

وَقَالُوْا كُوْنُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى تَهْتَدُوْا ؕ قُلْ بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰهٖمَ حَنِيْفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ (۱۳۵)

اور کہا انہوں نے کہ ہو جاؤ تم یہودی یا عیسائی ہدایت پاؤ گے تم کہہ دیجیے بلکہ مذہب ابراہیمؑ کا جو یک سو ہونے والے تھے اور نہ تھے وہ مشرکوں میں سے

اور کہتے تھے کہ ہو جاؤ یہودی اور نصاریٰ تو تم راہ راست پاؤ گے کہہ دے بلکہ ہم نے ابراہیمؑ کی راہ اختیار کی جو کہ ایک ہی طرف کا تھا اور شرک کرنے والوں میں نہ تھا۔

قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ

تم کہہ دو ہم ایمان لائے ساتھ اللہ کے اور جو اُتارا گیا طرف ہماری اور جو کچھ اُتارا گیا طرف ابراہیمؑ کی اور اسماعیلؑ اور اسحاقؑ اور یعقوبؑ اور اولاد کی طرف

تم کہہ دو کہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس پر جو ہم پر اُترا اور جو ابراہیمؑ پر اُترا اور اسماعیلؑ اور اسحاقؑ اور یعقوبؑ اور اس کی اولاد پر

وَمَآ اُوْتِىَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَمَآ اُوْتِىَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۖ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ (۱۳۶)

اور جو دیے گئے موسیٰؑ اور عیسیٰؑ اور جو دیے گئے یعنی اپنے رب کی طرف سے نہیں تفریق کرتے ہم درمیان کسی کے ان میں سے اور ہم اس کے فرمانبردار ہیں

اور جو موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کو دیا گیا اور جو دوسرے پیغمبروں کو ان کے رب کی طرف سے ملا ہم ان سب میں سے کسی میں بھی فرق نہیں کرتے اور ہم اسی کے فرمانبردار ہیں۔

فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِىْ شِقَاقٍ ۚ

پس اگر وہ ایمان لے آئیں جیسے ایمان لائے تم ساتھ اس کے پس تحقیق انہوں نے ہدایت پائی اور اگر وہ پھر جائیں تو وہی ضد پر ہیں

سو اگر وہ اس طرح ایمان لائیں جس طرح تم ایمان لائے ہو تو انہوں نے بھی ہدایت پائی اور اگر پھر جائیں تو وہی ضد پر ہیں

فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ ط وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ (۱۳۷)

پس جلد کفایت کرے گا تجھ کو ان سے اللہ اور وہی ہے سننے والا جاننے والا۔

پس عنقریب ان کے مقابلے میں تیرے لئے اللہ کافی ہے اور وہی ہے سُننے والا جاننے والا ہے۔

صِبْغَةَ اللّٰهِ ط وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً ز وَّنَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ (۱۳۸)

(ہم نے قبول کیا) رنگ اللہ کا اور کون اچھا ہے اللہ سے رنگ میں اور ہم اس کی بندگی کرنے والے ہیں

ہم نے اللہ کا رنگ قبول کرلیا اور کس کا رنگ بہتر ہے اللہ کے رنگ سے اور ہم اسی کی بندگی کرتے ہیں۔

قُلْ اَتُحَآجُّوْنَنَا فِي اللّٰهِ وَهُوَ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ز وَلَنَآ اَعْمَالُنَا

کہہ دو کیا تم ہم سے جھگڑتے ہو اللہ کے بارے میں اور وہی ہمارا رب ہے اور رب تمہارا اور ہمارے لئے ہمارے عمل ہیں

کہہ دے کیا تم ہم سے جھگڑتے ہو اللہ کے بارے میں اور اللہ ہی ہمارا اور تمہارا رب ہے اور ہمارے لئے ہمارے عمل ہیں

وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ج وَنَحْنُ لَهٗ مُخْلِصُوْنَ (۱۳۹)

اور تمہارے لئے تمہارے عمل اور ہم اسی کے ہیں خالص

اور تمہارے لئے تمہارے عمل ہیں اور ہم تو خالص اسی کے ہیں۔

اَمْ تَقُوْلُوْنَ اِنَّ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطَ كَانُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ط

کیا تم کہتے بے شک ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ اور اسحاقؑ اور یعقوبؑ اور (ان کی) اولاد تھے یہودی یا عیسائی

کیا تم کہتے ہو ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ اور اسحاقؑ اور یعقوبؑ اور ان کی اولاد تھے یہودی اور نصرانی

قُلْ ءَاَنْتُمْ اَعْلَمُ اَمِ اللّٰهُ ط وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهٗ مِنَ اللّٰهِ ط وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ (۱۴۰)

کہہ دو کیا تم زیادہ جانتے ہو یا اللہ اور کون بڑا ظالم ہے اس شخص سے جو چھپائے گواہی جو اس کے پاس ہے اللہ کی طرف سے اور نہیں ہے اللہ غافل اس سے جو تم کرتے ہو۔

کہہ دے کیا تمہیں زیادہ خبر ہے یا اللہ کو اور اس سے بڑھ کر کون ظالم ہے جس نے وہ گواہی چھپائی جو اس کے پاس اللہ کی طرف سے ثابت ہو چکی اور اللہ تمہارے کاموں سے بے خبر نہیں۔

تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (۱۴۱)

وہ ایک جماعت تھی جو تحقیق گزر گئی واسطے اس کے ہے جو اس نے کیا اور واسطے تمہارے ہے جو تم نے کیا اور نہیں سوال کیے جاؤ گے تم ان (کاموں کے) بارے میں جو وہ کرتے تھے

وہ ایک جماعت تھی جو گزر گئی ان کے لئے ہے جو انہوں نے کیا اور تمہارے لئے ہے جو تم نے کیا اور تم سے ان کے کاموں کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

مشکل الفاظ اور اُن کا مادہ

نمبر شمار	الفاظ	معانی	مادہ	گرائمر
1	وَمَنْ	اور کون		حرف+اسم موصول
2	اِلَّا وَاَنْتُمْ	مگر جب کہ تم		حرف+اسم ضمیر
3	یَرْغَبُ	مُنہ موڑتا ہے۔انحراف کرتا ہے	ر غ ب	فعل مضارع
4	اَمْ	کیا		حرف
5	اِلَّا مَنْ	مگر وہ شخص		حرف+اسم موصول
8	سَفِهَ	بے وقوف بنالیا	س ف ہ	فعل ماضی معروف
9	نَفْسَهٗ	اپنے آپ کو اپنی جان کو		اسم مرکب اضافی
10	لَقَدِ اصْطَفَیْنٰهُ	بے شک ہم نے اُسے چُن کیا	ص ط ف	حرف+فعل ماضی قریب
11	اَلصّٰلِحِیْنَ	الصالح کی جمع نیکوکار	ص ل ح	فعل جمع
12	اَسْلِمْ	گردن جُھکا دے۔مسلمان ہوجا	س ل م	امر حاضر
13	وَصّٰی	وصیت کی نصیحت	و ص ص	فعل ماضی معروف
14	بِهَا	اس بات کی		حرف+اسم ضمیر
15	بَنِیْهِ	اپنے بیٹوں کو		مرکب اضافی
16	اَصْطَفٰی	چن لیا	ص ط ف	فعل ماضی معروف
17	فَلَا تَمُوْتُنَّ	تم ہرگز نہ مرنا تمہیں موت نہ آئے	م و ت	حرف+فعل مضارع تاکید نہی ثقیلہ
18	شُهَدَآءَ	شَهِیْدٌ کی جمع۔حاضر،موجود	ش ہ د	جمع

19	حَضَرَ	حاضر ہوئی ۔ آئی	ح ض ر	
20	مَا تَعۡبُدُوۡنَ	تم کس چیز کی عبادت کرو گے	ع ب د	حرف استفہامیہ+فعل مضارع
21	اٰبَائِکَ	تیرے باپ، دادا		مرکب اضافی قریب
22	قَدۡ خَلَتۡ	جو گزر گئی	خ ل ی	فعل ماضی معروف
23	لَهَا	اس کے لئے ہے اُسے ملے گا		مرکب جاری
24	مَا کَسَبَتۡ	جو اُس نے کمایا	ک س ب	حرف+فعل ماضی معروف
25	کُوۡنُوۡا	ہو جاؤ تم	ی ک ن	امر حاضر
27	تَهۡتَدُوۡ	تم ہدایت پاؤ گے	ہ د ی	فعل مضارع
28	حَنِیۡفًا	یکسوئی اختیار کرنے والا، ادیان باطلہ سے	ح ن ف	اسم صفت
29	اَلۡاَسۡبَاطَ	سبط کی جمع اولاد ۔ نواسے پوتے وغیرہ	س ب ط	اسم جمع
30	لَا نُفَرِّقُ	ہم تفریق نہیں کرتے ۔ فرق نہیں کرتے	ف ر ق	فعل مضارع نفی

سورۃ البقرہ

(رکوع نمبر16)

اہم اکتشافات

☆ ملتِ ابراہیمیؑ کی پیروی

☆ آلِ ابراہیمؑ کا مختصر تعارف

☆ حضرت ابراہیمؑ و یعقوبؑ کی وصیت

☆ دینِ ابراہیمیؑ اصل دینِ اسلام

☆ رنگِ الٰہی سے مراد اور اس کا چڑھنا

☆ خدا سے جھگڑنے سے مراد

☆ یہود و نصاریٰ کا کتمانِ شہادت

سورۃ البقرہ (رکوع نمبر 16) سے متعلق اہم اکتشافات پر گفتگو

س۱۔ ملتِ ابراہیمؑ کی پیروی سے کیا مُراد ہے؟

دُعائے ابراہیمیؑ ختم ہوئی تو ملتِ ابراہیمیؑ کا ذکر شروع ہوا۔ارشاد ہوا کہ ملتِ ابراہیمیؑ سے رُوگردانی کا ارتکاب وہی شخص کرسکتا ہے جس کی فطرت ہی سلیم نہ رہی ہو بلکہ مسخ ہوچکی ہو۔اس لئے کہ ملتِ ابراہیمیؑ عین دینِ فطرت ہے۔اس کی تعلیمات طبع سلیم کی ترجمان ہیں۔اسلام نے معاشرہ کا جو نظام قائم کیا ہے وہی بہترین نظامِ اجتماعی ہے۔ہر فرد کے لئے جو ضابطہء عمل بنادیا وہی بہترین ضابطہء شخصی ہے۔دُنیا کے کسی قانون میں اس کی نظیر نہیں ملے گی۔جس کے پیشِ نظر چند حقائق درج ذیل ہیں:

(I) قرآنِ کریم نے اسلام کی نسبت حضرتِ ابراہیم خلیلؑ کی طرف کی ہے۔اس آیت میں دراصل یہود ونصاریٰ اور مشرکین عرب سے خطاب کیا گیا ہے۔یہ تینوں قومیں حضرت ابراہیمؑ کو اپنا پیشوا مانتی تھیں۔ان تینوں کو بتایا جارہا ہے کہ قرآن تمہیں کسی نئے دین کی دعوت نہیں دیتا بلکہ تمہارے پیشوا حضرت ابراہیمؑ کے دین کی طرف بُلا رہا ہے۔

(II) توحید پرستی کی بدولت حضرت ابراہیمؑ کو دین ودُنیا میں سرفراز کیا، ہر طرح کی نعمتیں عطا کیں۔ منصبِ رسالت سے بہرہ ور کیا۔

(III) اللہ تعالیٰ نے جب اُنہیں اسلام لانے کا حکم دیا تو اُنہوں نے فرمایا میں نے رب العالمین کے سامنے اپنی گردن جھکا دی۔

(IV) وَصّٰی بِهَا: (اس کی وصیت کی) وصیت کا لفظ عربی میں بڑا وسیع مفہوم رکھتا ہے اور اس پر ہدایت کا اطلاق ہوسکتا ہے۔بِهَا میں هَا کی ضمیر مؤنث ملت کی طرف لوٹائی جاسکتی ہے اور اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعَالَمِيْنَ کی جانب بھی دونوں کا مطلب ایک ہی ہوگا۔(بیضاوی)

س۲۔ حضرت ابراہیمؑ کے بیٹوں کا مختصر تعارف کروائیں؟

حضرت ابراہیمؑ کے آٹھ صاحبزادے تھے۔

۱۔ حضرت ہاجرہ مصریؒ کے بطن سے حضرت اسماعیلؑ۔
۲۔ حضرت سارہ عراقیؒ کے بطن سے حضرت اسحاقؑ ۔
۳۔ اور حضرت قتورہؒ کے بطن سے چھ لڑکے تھے:

زمران (Zimran)	یقشان (Jokshan)
مدان (Medan)	مدیان (Midian)
یشباق (Ishabak)	شوحا (Shuah)

حضرت اسماعیل علیہ السلام

حضرت اسماعیل علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بڑے فرزند تھے۔آپؑ حضرت ہاجرہ مصریؒ کے بطن سے تھے۔آپؑ کی ولادت ۱۹۳۸ قبل مسیح اور سال وفات ۲۰۷۴ قبل مسیح ہے۔آپؑ نے توریت کے بیان کے مطابق ۱۳۷ سال عمر پائی۔آپؑ کے بارہ فرزند ہوئے۔ ان سے بارہ نسلیں چلیں۔قبیلہ قریش آپؑ ہی کی نسل سے ہے اس لئے آپؑ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بھی جدِّ اعلیٰ ہیں۔(تفسیر ماجدی)

حضرت اسحاق علیہ السلام

حضرت اسحاق علیہ السلام کو اللہ رب العزت نے اہلِ کنعان کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا۔ اسحاق اصل تلفظ کے اعتبار سے یصحق ہے یہ عبرانی لفظ ہے جس کا عربی ترجمہ یضحلا (ہنستا ہے) ہوتا ہے۔اصل میں جب فرشتوں نے حکمِ خداوندی پر حضرت ابراہیمؑ کو سو برس اور حضرت سارہؒ کو نوے برس کی عمر میں بیٹے کی بشارت سنائی تو دونوں مسکرائے اس بات کو اچنبھا سمجھتے ہوئے اسلئے ان کا یہ نام تجویز ہوا۔یا پھر حضرت اسحاقؑ کی پیدائش پر حضرت سارہ کی مسرت وشادمانی کا باعث ہونے کی وجہ سے۔حضرت اسحاقؑ نے ایک سو ساٹھ برس کی عمر پائی۔آپؑ کی شادی اہلِ کنعان میں حضرت رفقہؒ سے ہوئی جن سے دو لڑکے عیسو/عیص اور حضرت یعقوبؑ پیدا ہوئے۔حضرت یعقوبؑ حضرت ابراہیمؑ کے پوتے اور حضرت اسحاقؑ کے صاحبزادے تھے۔نبی زادہ ہونے کے علاوہ خود بھی نبی تھے۔اسرائیل آپؑ ہی کا دوسرا نام تھا۔آپؑ فلسطین میں پیدا ہوئے اور آپؑ نے ۱۴۷ سال کی عمر پائی۔۱۷۸۰ قبل از مسیح میں اپنے نامور فرزند حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس مصر

میں منتقل ہو گئے اور وہیں وفات پائی۔(ماجدی)

س۳۔ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت یعقوبؑ کی اپنی اولاد کو وصیت کون سی کی تھی اور اولاد کا ردعمل بیان کریں؟

حضرت ابراہیمؑ جو یہود و نصاریٰ کے پیشوا تھے اور حضرت یعقوبؑ جو بنی اسرائیل کے جدِّ اعلیٰ تھے نے اپنی آل کو فرمایا کہ تمہیں کسی اور دین میں سرگرداں ہونے کی ضرورت نہیں، تمہارے لئے دینِ توحید ہی کافی ہے۔

اِلَّا وَاَنۡتُمۡ مُّسۡلِمُوۡنَ: تمہیں موت اسی حال میں آئے۔ جب تم مسلمان ہو چونکہ انسان موت کے وقت سے آگاہ نہیں اس لئے مطلب یہ ہوا کہ ہمہ وقت اس کے لئے تیار رہو تا کہ موت کا وقت جب بھی آئے اس حال میں آئے کہ تم مسلمان ہو۔

وصیتِ یعقوبؑ پر یہود کا جھوٹا بہتان

آیت نمبر 133 میں یہود و نصاریٰ کو مخاطب کر کے فرمایا گیا کہ تم حضرت یعقوبؑ پر طرح طرح کے بہتان لگا رہے ہو کہ آپؑ نے یوں وصیت فرمائی تھی یا یوں، جبکہ بھلا اس وقت تمہارا وجود ہی کہاں تھا کہ تمہیں اس وصیت کا علم ہوتا۔ لہذا تمہارا یہ قول حضرت یعقوبؑ پر سراسر اتہام ہے۔

اصل میں حضرت یعقوبؑ نے آخری وقت میں اپنے بیٹوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ میری وفات کے بعد تم کس کی عبادت کرو گے؟ بیٹوں نے یک زبان ہو کر عرض کیا ہم اس خُداوند قہار کی عبادت کریں گے جو تیرا اور تیرے آباؤ اجداد حضرت ابراہیمؑ، حضرت اسماعیلؑ اور حضرت اسحاقؑ کا معبود ہے۔ حضرت اسماعیلؑ، حضرت یعقوبؑ کے بڑے چچا تھے۔ فرزندانِ یعقوب نے ان کا شمار بھی آباء یعقوبؑ میں کیا۔ جیسا کہ ہمارے محاورہ میں باپ اور چچا کو ایک ہی حکم میں رکھا جاتا ہے۔

پھر آیت 134 میں یہود کو مخاطب کیا گیا جو نسل پرستی کے فخر و امتیاز کے نشہ میں چور تھے۔ ارشاد ہوا کہ حضرت ابراہیمؑ، حضرت اسماعیلؑ اور حضرت اسحاقؑ تو ایک پاکیزہ جماعت ''انبیاءؑ'' کے افراد تھے جو گزر چکی اور ان کے فضائل و مناقب جو ذکر کر رہے ہو تو اس سے کیا

حاصل؟ کوئی خوبی اگر ہے تو وہ تمہاری ذات میں موجود ہونی چاہیے۔ ''پدرم سلطان بود'' کی رَٹ لگانے سے کیا حاصل؟

س ۴۔ کیا دینِ ابراہیمیؑ ہی اصل دینِ اسلام ہے؟

یہود و نصاریٰ دونوں مسلمانوں کو اپنے اپنے دین کی دعوت دیتے تھے کہ فلاح و نجات چاہتے ہو تو ہمارے مذہب میں داخل ہو جاؤ۔ ارشاد ہوا کہ بَلْ مِلَّةَ اِبْرَاهِيْمَ یعنی تمہارے دین میں تحریفات کے سوا کیا رکھا ہے۔ جہاں تک دینِ اسلام کا تعلق ہے وہ قدیم ابراہیمی دین ہے اور ہم اسی پر قائم ہیں۔

حَنِيْفاً: حنیفا ابراہیم سے حال واقع ہوا ہے۔ اکثر عُلماء اسی کے قائل ہیں (کشاف) یعنی حضرت ابراہیمؑ تمام ادیانِ باطلہ سے منہ موڑ کر صرف دینِ توحید کے ہو رہے تھے۔ دوسرا قول ہے کہ ملت سے حال واقع ہوا ہے۔ اس صورت میں ترجمہ یہ ہوگا ہم نے پا لیا مذہب ابراہیم کا جو سیدھی راہ ہے۔

یہ حقیقت میں اہلِ کتاب پر طنز ہے کہ تم مشرک ہوتے ہوئے بھی اپنے آپ کو ابراہیمی کہتے ہو حالانکہ آپؑ کا دامن شرک سے پاک تھا۔

بلاتفریق تمام انبیاء پر ایمان

آیت نمبر 136 میں مسلمانوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تم کہو ہم اس چیز پر ایمان رکھتے ہیں جو ہماری طرف اُتاری گئی جو انبیائے سابقین پر نازل ہوئی۔ ہم کسی سے بھی تعصب و عناد نہیں رکھتے۔ اَلْاَسْبَاطَ سِبْطٌ کی جمع ہے یعنی اولاد کی اولاد اور پوتے اور نواسے۔ بنی اسماعیلؑ کی شاخیں جس طرح قبائل میں تقسیم ہوتی گئیں اور بنی اسرائیل کی شاخیں اسی طرح اسباط کہلائیں (تاج العروس) خلاصہ یہ ہوا کہ ہم مسلمان کسی نبی کے بھی منکر نہیں۔

پیغمبروں کے درمیان تفریق نہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ہم ان کے درمیان اس لحاظ سے فرق نہیں کرتے کہ فلاں حق پر ہے اور فلاں حق پر نہ تھا۔ یا یہ کہ فلاں کو نہیں مانتے۔ ظاہر ہے کہ خُدا کی طرف سے جتنے پیغمبر بھی آئے ہیں سب کے سب ایک ہی صداقت اور ایک ہی راہِ راست کی طرف بلانے آتے ہیں۔ لہٰذا جو شخص صحیح معنی میں حق پرست ہے اس کے لئے تمام پیغمبروں کو

برحق تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں۔

آیت نمبر 137 میں مسلمانوں کو خطاب کر کے فرمایا کہ اگر سابقہ حسد وعناد کے باوجود اہلِ کتاب تمہاری طرح ایمان لے آئیں تو ہدایت یافتہ سمجھے جائیں گے اور اگر طریقِ ہدایت واضح ہو جانے کے بعد بھی ایمان نہ لائیں تو اس کی وجہ ان کی ضد اور ہٹ دھرمی ہے۔ لہٰذا اس پر آنحضور ﷺ کو تسکین وتسلی دی گئی کہ آپ ﷺ کثرتِ اعداء سے ذرا بھی تشویش نہ فرمائیں۔ یہ حق کے مخالف آپ ﷺ کا بال بیکا بھی نہ کر سکیں گے۔

س۵۔ اللہ تعالیٰ کے رنگ سے کیا مُراد ہے اور یہ کیسے چڑھتا ہے؟

"صِبۡغَةَ اللّٰهِ" (ہمیں اللہ نے اپنے رنگ میں رنگ دیا) مسیحیت کے ظہور سے پہلے یہودیوں کے ہاں یہ رسم تھی کہ جو شخص ان کے مذہب میں داخل ہوتا اُسے غسل دیتے تھے اور غُسل کے معنی ان کے ہاں یہ تھے کہ گویا ان کے گناہ دُھل گئے اور اس نے زندگی کا ایک نیا رنگ اختیار کرلیا۔ یہی چیز بعد میں عیسائیوں نے اختیار کرلی۔ اس کا اصطلاحی نام ان کے ہاں اصطباغ (بپتسمہ) ہے اور یہ اصطباغ نہ صرف ان لوگوں کو دیا جاتا جو ان کے مذہب میں داخل ہوتے بلکہ بچوں کو بھی دیا جاتا ہے۔ اسی کے متعلق قرآن کہتا ہے کہ اس رسمی اصطباغ میں کیا رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا رنگ اختیار کرو جو کسی پانی سے نہیں چڑھتا بلکہ اس کی عبادت کا طریقہ اختیار کرنے سے چڑھتا ہے۔ (تفہیم القرآن)

س۶۔ اللہ تعالیٰ کے بارے میں جھگڑے سے کیا مُراد ہے؟

اَتُحَآجُّوۡنَنَا فِى اللّٰهِ (کیا اللہ تعالیٰ کے بارے میں ہم سے جھگڑتے ہو) اس آیت کے مخاطب بھی یہود ونصاریٰ ہیں۔

مسئلہ یہ تھا کہ یہود مسلمانوں سے جھگڑا کرتے تھے کہ سب انبیاء بنی اسرائیل سے ہوئے ہیں پھر یہ آخری نبی عرب سے کیسے مبعوث ہو گئے۔ ہمارا دین سب سے اعلیٰ ہے کیونکہ یہ تمام انبیاء کا دین ہے۔ اس جگہ یہود کی تردید فرمائی جارہی ہے کہ ہمارا تمہارا سب کا پروردگار ایک ہے اور ہم عبادت میں مخلص بھی ہیں پھر تمہارا یہ کہنا کہ ہم بہتر ہیں ٹھیک نہیں ہے۔

آیت نمبر 140 میں یہود ونصاریٰ کو خطاب کیا جارہا ہے کہ تم اچھی طرح جانتے ہو کہ

یہ انبیاء نہ یہودی تھے نہ نصرانی اور وہ مشرک بھی نہ تھے بلکہ سب کا دین اسلام تھا جس کی طرف آج محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دعوت دے رہے ہیں مگر تمہارا حال یہ ہے کہ تم اس شہادت کو چھپا رہے ہو اور تمہیں اپنی کتابوں کے ذریعہ سے خوب معلوم ہے کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ تعالیٰ کے سچے اور آخری نبی ہیں جن کے متعلق تمہاری کتابوں میں بشارتیں موجود ہیں اور یہ بھی جانتے ہو کہ قرآن واقعی اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے مگر تم ان سب شہادتوں کو محض تعصب، حسد اور بغض کی بنا پر چھپا رہے ہو۔

س ۷۔ یہود و نصاریٰ نے کون سی شہادت چھپائی تھی؟

مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً (اس شخص سے بڑا ظالم کون ہے جو خُدا کی شہادت چھپائے) وہ شہادت یہ ہے کہ:

(۱) دینِ اسلام مذہبِ حق ہے۔

(۲) حضرت ابراہیمؑ، اسماعیلؑ اور اسحاقؑ دینِ اسلام کے مبلغ تھے۔

(۳) عرب میں نبی آخر الزمان جنابِ محمد رسول اللہ ﷺ مبعوث ہوں گے جبکہ شہادت کو چھپانے والے یہودی عُلماء تھے۔ یہ شہادت اُن کی آسمانی کتابوں میں موجود ہے۔

اہلِ کتاب اس زعمِ باطل میں مبتلا تھے کہ ہمارے اعمال کیسے بھی ہوں ہم اپنے اکابر واسلاف کے ذریعہ جنت میں چلے جائیں گے۔ لہذا اس غلط فہمی کے ازالہ کے لئے اس آیت کو مکرر بیان فرمایا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ آیت 134 میں اہلِ کتاب سے خطاب کیا گیا ہو اور آیت زیر نظر میں مسلمانوں کو کہا گیا کہ اس ضمن میں اہلِ کتاب کی پیروی نہ کریں اور اپنے بزرگوں پر بھروسہ کر کے اعمالِ صالح کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑیں۔

فہرست کتب وحوالہ جات

(مصادر ومراجع)

القرآن الحکیم		
ضیاء القرآن	جلد اوّل	پیر کرم شاہ الازہری
ضیاء القرآن	جلد دوم	پیر کرم شاہ الازہری
ضیاء القرآن	جلد سوم	پیر کرم شاہ الازہری
ضیاء القرآن	جلد چہار	پیر کرم شاہ الازہری
ضیاء القرآن	جلد پنجم	پیر کرم شاہ الازہری
تفسیر نعیمی	جلد اوّل	مفتی احمد یار خان نعیمیؒ
مقدمہ تفسیر نعیمی		مفتی احمد یار خان نعیمیؒ
تفسیر مظہر القرآن		مفتی مظہر اللہ مجددی
آیئے دین سیکھئے		پروفیسر ڈاکٹر محمد عظیم فاروقی
آیئے سلوک نقشبندیہ سیکھیے		پروفیسر ڈاکٹر محمد عظیم فاروقی
عربی اردو بول چال		پروفیسر مخدوم صابری (ایم اے)
عربیک گرائمر اینڈ ٹرانسلیشن		پروفیسر ایم ڈی چوہدری
فیروز اللغات		مولوی فیروز دین (لاہور)
معلومات قرآن		صدر الدین اصلاحی
تیسیر التجوید		مولانا عبد الخالق سہارن پوری
احسن التجوید		مولانا قاری محمد اظہر حسن
علم التجوید		قاری غلام رسول

انسائیکلوپیڈیا آف قرآن — احمد رجانی
جمال القرآن (تجوید) — مولانا اشرف علی تھانوی
مقدمہ الجزری (عربی) — علامہ جذری
فوائد مکیہ — مولانا قاری عبدالرحمٰن مکی
کلیات اقبال (فارسی/اُردو) — علامہ ڈاکٹر محمد اقبالؒ
فلسفۂ شریعتِ اسلام — ڈاکٹر صبحی محمصانی مترجم مولوی محمد احمد رضوی
انسائیکلوپیڈیا آف انڈین لٹریچر — امارتشس دتہ (صحبتیہ اکیڈیمی)
قواعد اُردو — مولوی عبدالحق (لاہور اکیڈمی لاہور)
آسان تجوید — سلمیٰ کوکب (کراچی)
اصلاح زبان اُردو — مولوی منشی خواجہ عبدالرؤف (لکھنو)
المنجد (عربی/اُردو) — مولانا الشیخ عبدالحفیظ بلیاوی
مترجم: عصمت ابوسلیم مکتبہ دانیال — (خذینہ علم وادب اُردو بازار لاہور)

پہلا پارہ، سوالاً جواباً

(س۔۱) تعوذ کا کیا مطلب ہے؟ نیز یہ پڑھنا کیوں ضروری ہے؟

(ج) التجا کرنا، پناہ پکڑنا۔ لفظ اعوذ، عوذ سے مشتق ہے جس کے دو معنی ہیں (تفسیر نعیمی۔ جلد اول۔ ص:۴۱) چونکہ دنیوی آفتیں بے انتہا ہیں اور ہماری عقل اِن کو دُور نہیں کر سکتی کیونکہ ہم کمزور ہیں اور شیطان قوی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ قادر مطلق کی پناہ لینا ضروری ہے۔

س۔۲) اعوذ باللّٰہ (تعوذ) کے کیا الفاظ ہیں نیز ترجمہ بتائیے۔

(ج) امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ لیکن امام احمد کے نزدیک **اَعُوْذُ بِاللّٰہِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ** ہے۔

ترجمہ:۱۔ میں پناہ پکڑتی / پکڑتا ہوں اللہ کی شیطان مردود کے شر سے۔

۲۔ میں پناہ پکڑتا / پکڑتی ہوں اللہ سُننے والے جاننے والے کی شیطان مردود کے شر سے۔

(س۔۳) تعوذ کے کیا فضائل ہیں؟

(ج) قرآن پاک میں متعدد انبیا کرام کا تعوذ پڑھنا وارد ہوا ہے۔ حضرت نوحؑ، حضرت موسیٰؑ۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو روزانہ دس بار تعوذ پڑھتا ہے اللہ اس پر ایک فرشتہ مقرر کرتا ہے جو اس کو شیطان سے بچاتا ہے ایک اور جگہ ہے اس سے بندے اور شیطان کے درمیان تین سو پردے حائل ہو جاتے ہیں اور ہمارے پیارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقوں سے ثابت ہے کہ اُنہوں نے ہر مصیبت میں **اَعُوْذُ بِاللّٰہِ** پڑھا ہے۔ (تفسیر رُوح البیان)

(س۔۴) تسمیہ کسے کہتے ہیں نیز اس کے فضائل وفوائد کیا ہیں؟

(ج) **بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ** (ترجمہ) شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔ بسم اللہ پڑھنے سے کام میں برکت پیدا ہو جاتی ہے اور کام آسان ہو جاتا ہے۔

معراج کی رات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چار نہریں دیکھیں۔ پانی، دودھ

،شراب طہور اور شہد کی جو کہ ایک محل میں سے نکل رہی تھیں۔جس کی چابی بسم اللہ تھی۔محل کے اندر چار ستون تھے۔جس پر **بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم** لکھا تھا جن کے آخری حرفوں سے یہ چاروں نہریں نکل رہی تھیں۔ (تفسیر رُوح البیان)

(س۔۵) سورۃ الفاتحہ کے کچھ نام بتائیے۔

(ج) فاتحہ الکتاب (کتاب کھولنے والی)۔اُم القرآن (قرآن کی اصل)۔سورۃ الکنز (خزانہ)۔وافیہ شافیہ (پوری ہونے والی)۔شفا (بیماریوں کا علاج)۔سبع مثانی (دُہرائی جانے والی سات)۔سورۃ النور (روشنی)۔سورۃ الحمد (تعریف) وغیرہ۔

(س۔۶) فضائل فاتحہ بتائیے۔

(ج) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ فاتحہ کی مثل تورات۔ انجیل۔زبور میں نہیں اتری۔تفسیر کبیر میں ہے کہ اللہ نے ایک سو چار کتابیں اور صحیفے اتارے۔سو کتابوں کے علوم چار میں رکھے اور سب کا علم قرآن میں رکھا اور اختصار سے یہ علوم سورۃ فاتحہ میں رکھے ہیں۔

(س۔۷) سیدھا راستہ کن لوگوں کا ہے اور وہ کون ہیں؟

(ج) سیدھا راستہ انعام یافتہ لوگوں کا ہے اور وہ انبیاء کرام۔صدیقین۔شہداء اور صالحین ہیں ۔(النساء)

(س۔۸) اَلْمَغْضُوبِ اور اَلضَّالِّیْن کون لوگ ہیں؟

(ج) ترمذی شریف میں ہے کہ المغضوب سے مراد یہود اور الضالین سے مراد عیسائی ہیں۔

(س۔۹) سورۃ البقرہ کے کیا فضائل ہیں؟

(ج) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ قرآن میں البقرہ اونٹ کے کوہان کی طرح ہے ۔یہ مجمل علومِ قرآن کا خزانہ ہے (مسند امام احمد)

(س۔۱۰) البقرہ کے بارے میں ابن عربی کا کیا قول ہے؟

(ج) البقرہ میں ایک ہزار حکم۔ایک ہزار نہی۔اور ایک ہزار خبریں ہیں۔

(س۔۱۱) اس سورۃ کے کیا فائدے ہیں؟

(ج) جس گھر میں البقرہ پڑھی جائے اس گھر میں تین روز تک شیطان نہیں آتا۔ (تفسیر عزیزی۔ خزائن العرفان)

(س۔۱۲) تفسیر کبیر میں ہے کہ قرآن پاک کے ۳۲ نام ہیں جو کہ قرآن میں مذکور ہیں چند کے نام بتایئے۔

(ج) کتاب۔ قرآن۔ فرقان (فرق کرنے والی)۔ الحدیث (نئی بات)۔

شفا، بیان (علاج)۔ تبیان (ظاہر کرنے والا)۔ نعمت (انعام)۔ برہان (دلیل)۔ بشیر (خوشخبری دینے والا)۔ نذیر (ڈرانے والا)

(س۔۱۳) تقوٰی کی کیا تعریف ہے؟

(ج) **وَقٰی یا وَقَایَةً** سے بنا ہے جس کے معنی ہیں حفاظت اور پردہ شریعت میں تقوٰی اسے کہتے ہیں کہ انسان ان کاموں سے بچے جو اس کے لئے آخرت میں نقصان دہ ہوں۔

(س۔۱۴) ایمان سے کیا مراد ہے؟

(ج) دینِ اسلام کے احکام کو دل سے یقین ماننا اور زبان سے اقرار کرنا ایمان ہے۔

(س۔۱۵) اسلام اور ایمان میں کیا فرق ہے؟

(ج) اسلام کے معنی ہیں سرِ تسلیم خم کر لینا۔ گویا ظاہری اعمال و عبادات کا نام اسلام ہے۔

(س۔۱۶) يُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ سے کیا مراد ہے؟

(ج) اقامت سے بنا ہے اس کے لغوی معنی سیدھا کرنا یعنی نماز ہمیشہ پڑھنا۔ اس کے ظاہری اور باطنی آداب کے ساتھ پڑھنا۔

(س۔۱۷) يُنفِقُوْنَ سے کیا مراد ہے؟

(ج) انفاق۔ نفق سے بنا ہے۔ اس کے معنی ہیں بکھیرنا الگ الگ ہونا۔ یہاں خرچ کرنا وہ ہے جو رضائے الٰہی کیئے لئے ہو، خواہ فرض ہو یا نفل۔ زکوٰۃ ہو یا صدقات۔

(س۔۱۸) زکوۃ کیوں فرض کی گئی؟

(ج) ہر چیز خرچ کرنے سے بڑھتی ہے۔ اگر مال سے زکوٰۃ ادا کی جائے تو مال کی ترقی ہوگی۔ اگر

اللہ تعالیٰ ضرورت سے زیادہ دے تو اس میں فقراء اور مساکین کا بھی حصہ ہے۔

(س۔۱۹) متقین کی کون کون سی صفات بتائی گئی ہیں؟

(ج) وہ لوگ جن میں مندرجہ ذیل صفات پائی جائیں وہ متقین ہیں۔

(۱) وہ غیب پر ایمان لاتے ہیں (۲) وہ نماز قائم کرتے ہیں (۳) وہ اس کی راہ میں خرچ کرتے ہیں (۴) قرآن وسنت پر ایمان لاتے ہیں (۵) پچھلی آسمانی کتابوں کو مانتے ہیں (۶) وہ روزِ آخرت پر مکمل یقین رکھتے ہیں۔

(س۔۲۰) منافق کسے کہتے ہیں؟

(ج) منافق نفاق سے بنا ہے جس کے معنی ہیں علیحدہ ہونا چونکہ ایک منافق کا دل اور زبان الگ الگ ہوتا ہے اس لئے اس کو منافق کہتے ہیں۔ جو شخص دل سے کافر ہو اور زبان سے مومن ہو اس کو منافق کہتے ہیں۔

(س۔۲۱) حدیث پاک میں منافق کی کون سی نشانیاں بتائی گئیں ہیں؟

(ج) عملی منافق کی نشانیاں چار ہیں۔

(۱) جب بات کرے تو جھوٹ بولے (۲) لڑے تو گالیاں بکے (۳) وعدہ کرے تو وعدہ پورا نہ کرے (۴) کسی کی امانت رکھے تو خیانت کرے۔

(س۔۲۲) منافق کی کتنی اقسام ہیں؟

(ج) دو ہیں۔

(۱) اعتقادی منافق (۲) عملی منافق

(i) اعتقادی منافق: دل کافر ہو اور عمل مسلمانوں والے ہوں

(ii) عملی منافق: دل تو مسلمان ہو لیکن عمل میں سُستی ہو۔

(س۔۲۳) اعجاز القران پر قرآنی دلیل دیں۔

(ج) اور اگر تم شک میں ہو اس میں جو ہم نے اپنے بندۂ خاص پر نازل کیا تو اس کی مثل کوئی ایک سورت ہی لے آؤ اور اپنے مددگاروں کو بھی بُلا لو اللہ کے سوا اگر تم سچے ہو۔ (البقرۃ۔۲۳)

(س۔۲۴) فضائل قرآن مختصر بیان کریں؟

(ج) بہت زیادہ فضائل ہیں۔ چند درج ذیل ہیں۔

(۱) جھوٹ اور مبالغہ سے پاک (۲) ان دیکھی چیزوں کی تعریف بھی دلوں میں اتار دیتا ہے (۳) اول تا آخر فصیح و بلیغ ہے (۴) ہر بار نیا لطف آتا ہے (۵) دوسرے سارے علوم اس کے خادم ہیں وغیرہ وغیرہ۔

(س۔۲۵) جنت کیا ہے نیز اس کے کون کون سے طبقات ہیں؟

(ج) جنت کے آٹھ طبقے ہیں۔

(۱) جنت الفردوس (۲) عدن (۳) ماوٰی (۴) دار الخلد (۵) دار السلام (۶) دار المقامہ (۷) علیین (۸) جنت نعیم

(س۔۲۶) آیت نمبر ۲۸ میں کتنی زندگیوں اور موتوں کا تذکرہ ہے؟

(ج) دو موتوں اور تین زندگیوں کا تذکرہ ہے۔

(ترجمہ) اور کیونکر تم اللہ تعالیٰ کا انکار کرتے ہو حالانکہ تم پہلے مردہ تھے پس تمہیں زندہ کیا پھر تم کو مارے گا، پھر تمکو زندہ کرے گا پھر اسی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔

(۱) پیدا ہونے سے پہلے والی موت (۲) پھر زندگی (۳) پھر موت (۴) پھر قبر میں زندگی (۵) حشر کی زندگی

(س۔۲۷) فرشتوں کی حقیقت کیا ہے؟

(ج) ملائکہ، ملک کی جمع ہے اس کے معنی ہیں فرشتہ یہ لفظ ملوکہ سے بنا ہے جس کے معنی ہیں پیغام اور ملک کا مطلب قاصد ہے۔ فرشتے اللہ تعالیٰ اور نبیوں کے درمیان وحی لانے والے قاصد ہیں اور دُنیا کے احکامات اللہ تعالیٰ کے حکم سے بجالاتے ہیں۔

(س۔۲۸) فرشتوں کی چند اقسام بتایئے؟

(ج) (۱) عرش کے اٹھانے والے (۲) عرش اعظم کے گرد طواف کرنے والے (۳) جلیل القدر فرشتے (چار)) ۴(جنت کے فرشتے (رضوان) (۵) دوزخ کے فرشتے (مالک) (۶) دنیا کے

انتظامات کرنے والے فرشتے۔

(س۔۲۹) انسانوں کے باپ کا نام تو آدمؑ ہے بتایئے جنوں کے باپ کا کیا نام ہے؟

ج) جاآن

(س۔۳۰) انسان کی پیدائش کس چیز سے ہوئی اور کہاں؟

(ج) بجتی ہوئی مٹی سے۔ مکے اور طائف کے درمیان عرفات پہاڑ کے قریب۔ اس مٹی کو رکھا گیا اور انسان تخلیق کیا گیا۔

(س۔۳۱) حضرت آدمؑ نے پیدا ہوتے سب سے پہلے کیا الفاظ ادا فرمائے؟

(ج) **الحمدللہ** (سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں)

(س۔۳۲) آدمؑ کا کیا مطلب ہے؟

(ج) آدم یا تو ادومت سے بنا ہے جس کے معنی گندمی رنگ ہونا اور یا اَدِیمٌ سے جس کے معنی ہیں ظاہری زمین چونکہ آپ کا رنگ گندمی تھا۔ آپ کا جسم ظاہری زمین کی مختلف مٹیوں سے تھا۔

(س۔۳۳) ان سات نبیوں کے نام بتایئے جنھوں نے علم کی بدولت بڑے بڑے فائدے پائے؟

(ج)(۱) حضرت آدمؑ (فرشتوں پر فوقیت) (۲) حضرت خضرؑ کی موسیٰؑ سے ملاقات (۳) حضرت یوسفؑ قید سے نجات (۴) حضرت سلیمانؑ ملکہ بلقیس صاحب تخت وتاج جیسی بیوی (۵) حضرت داودؑ کو حکومت (۶) حضرت عیسیٰؑ نے ماں سے تہمت دور کی (۷) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سرِ مبارک پر خلافت الہیہ اور شفاعت کبریٰ کا سہرا بندھا۔

(س۔۳۴) حضرت آدمؑ کو زمین پر کس جگہ اتارا گیا اور حضرت حواؑ کو کہاں اُتارا گیا؟

(ج) حضرت آدمؑ کو ہندوستان میں اور حضرت حواؑ کو جدہ میں اتارا گیا۔

(س۔۳۵) حضرت آدمؑ کا ذریعہ معاش کیا تھا؟

(ج) اول کپڑا بُننے کا اور پھر کھیتی باڑی کا کام کیا۔

(س۔۳۶) آپ کی قبر مبارک کہاں ہے؟

(ج) مکہ سے تین میل کے فاصلے پر منٰی میں ہے۔

(س۔۳۷) بنی اسرائیل سے کیا مراد ہے؟

(ج) اسرائیلؑ حضرت یعقوبؑ کا لقب تھا یعنی حضرت یعقوبؑ کے ۱۲ بیٹے تھے۔ جن کی ساری اولاد کو بنی اسرائیل کہتے ہیں۔ آج یہود بنی اسرائیل ہیں۔

(س۔۳۸) بنی اسرائیل پر کیا کیا انعامات ہوئے؟

(ج) (۱) فرعون کو ہلاک کرنا (۲) مصر کا ملک دینا (۳) دریا کا خشک کرنا (۴) من وسلوٰی کا تحفہ (۵) توریت شریف کا عطا ہونا (۶) پتھر سے پانی کے چشمے کا نکالنا (۷) اس گروہ میں اکثر نبیوں کا آنا۔

س۔۳۹) نماز کی فرضیت پر ایک آیت کریمہ مع ترجمہ لکھیئے؟

ج) اَقِیۡمُوۡا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَارۡکَعُوۡا مَعَ الرّٰکِعِیۡنَ O

''اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو''۔

(س۔۴۰) تبلیغ کو موثر بنانے کا طریقہ بتائیے۔

(ج) تبلیغ کو موثر بنانے کا ایک طریقہ ہے کہ خود اس پر عمل کیا جائے جو بتایا جارہا ہو۔ بات اچھے طریقے سے
بتائی جائے یعنی بات کا مکمل علم ہو۔

(س۔۴۱) اللہ کی مدد کن لوگوں کو پہنچتی ہے؟

(ج) جو صبر کرتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔ آیت کریمہ: وَاسۡتَعِیۡنُوۡا بِالصَّبۡرِ وَالصَّلٰوۃِ (اور مدد چاہو ساتھ صبر کے اور نماز کے)

(س۔۴۲) بنی اسرائیل میں کتنے انبیاء کرام تشریف لائے؟

(ج) چار ہزار۔ 4,000

(س۔۴۳) قیامت کے دن کفار کے لئے کون سے چار کام نہیں ہوں گے؟

ج) چار کام

(۱)لاتَجْزِیْ (کوئی جان (مسلمان) کسی جان (کافر) کے کام نہیں آئے گی۔
(۲)ان کے لئے سفارش کام نہیں آئے گی۔
(۳)ان سے کوئی معاوضہ قبول نہیں کیا جائے گا۔
(۴)نہ ہی دھونس سے ان کی مدد ہو سکے گی۔

(س۔۴۴)شفاعت کیا ہے؟

ایمان لانے کے بعد اگر اعمال صالحہ میں کوئی کمی رہ گئی ہو تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی اجازت سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے لوگوں کی سفارش کریں گے اور آپؐ کے طفیل دوسرے انبیا کرامؑ اور دیگر بزرگانِ دین،قرآن اور رمضان شفاعت فرمائیں گے۔

(س۔۴۵)حضرت موسیٰ حضرت یعقوب کے کس بیٹے کی اولاد ہیں؟اور آپ کے والد کا نام کیا ہے؟

(ج)لاوی بن یعقوب کے،اور والد کا نام حضرت عمران ہے۔

(س۔۴۶)حضرت موسیٰ کو نام موسیٰ کیوں ہے؟

(ج)عبرانی میں مو کا مطلب پانی ہے سیٰ جیسا یعنی پانی والا۔چونکہ آپ کا صندوقچہ پانی سے نکلا تھا ۔اس لئے موسیٰ کہلوائے۔پانی سے نکلا ہوا۔

(س۔۴۷)حضرت موسیٰ نے کس عمر میں مصر چھوڑا اور مدین چلے گئے؟

(ج)۳۰ سال کی عمر میں۔

(س۔۴۸)دریائے قلزم میں خشکی کے بارہ رستے بنانے والا کون تھا؟

(ج)حضرت موسیٰؑ۔آپؑ نے اپنا عصا مبارک دریا پر مارا اور خُشکی کے بارہ رستے بن گئے۔ **فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا** (پس پھوٹ نکلے اس سے بارہ چشمے)

(س۔۴۹)حضرت موسیٰ کے ساتھ کتنے بنی اسرائیل نے ہجرت کی؟

(ج)چھ لاکھ ستر ہزار بنی اسرائیلی تھے۔

(س۔۵۰)فرعون کہاں غرق ہوا؟اور کب؟

(ج) بحرقلزم میں جمعہ کے دن اور دس محرم کو جس دن کا روزہ بنی اسرائیلی بعد میں رکھا کرتے تھے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی مسلمانوں کو حکم دیا کہ اس یوم عاشورہ کا روزہ رکھیں اور ایک اور دن کا ساتھ اضافہ کریں۔

(س۔۵۱) کوہ طور پر حضرت موسیٰ کا اعتکاف کتنے دنوں کا تھا؟

(ج) چالیس دنوں اور راتوں کا یکم ذی قعد تا دس ذوالحج تک۔

(س۔۵۲) سب سے بڑا گناہ کون سا ہے جو کہ بنی اسرائیل نے کیا؟

(ج) شرک (بچھڑے کی پوجا کی تھی) **اِنَّکُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَکُمْ بِاتِّخَاذِکُمُ الْعِجْلَ** (بے شک تم نے بچھڑے کو معبود پکڑنے سے ظلم کیا)۔

(س۔۵۳) حضرت موسیٰؑ کی قوم میں سے کتنے لوگ شرک سے بچے رہے؟

(ج) بارہ ہزار 12,000 لوگ توحید پرست رہے۔

(س۔۵۴) حضرت موسیٰؑ کے چند معجزات کا تذکرہ کریں؟

(ج) (۱) بحرقلزم میں خشکی کے بارہ راستے بننا (۲) مردہ بنی اسرائیلیوں کا آپ کی دعا سے زندہ ہونا (۳) بادلوں کا سایہ (۴) من وسلوی اترنا (۵) فرعون کا غرق ہونا وغیرہ وغیرہ۔

(س۔۵۵) حِطَّةٌ کا کیا مطلب ہے؟

(ج) عبرانی زبان کا لفظ ہے الٰہی ہمارے گناہ بخش دے۔

(س۔۵۶) بنی اسرائیل نے حِطَّةٌ کی بجائے کیا کہا؟

(ج) حِنْطَةٌ گہیوں اور جو۔ یہ بھی عبرانی زبان کا لفظ ہے۔

(س۔۵۷) حضرت موسیٰ عصا سے کیا کیا کام لیتے تھے؟

(ج) (۱) تکیہ لگاتے (۲) پتے جھاڑتے (۳) دریا میں خشکی کے رستے بنے (۴) پتھر پر عصا مار کر چشمے جاری ہوئے (۵) سانپ بنا (۶) روشنی کا کام دیا (۷) وہ آس کی لکڑی کا تھا جو دس ہاتھ لمبا تھا۔

(س۔۵۸) بنی اسرائیل نے من وسلوی کی بجائے کیا مانگا تھا؟

(ج) ساگ پات۔ ککڑی۔ گہیوں۔ مسور۔ پیاز۔

(س۔۵۹) آیت نمبر ۶۱ میں بنی اسرائیل کے کون سے تین عیب بتائے گئے؟

(ج) (۱) اللہ کی نشانیوں کا انکار کرتے تھے (۲) نبیوں کو شہید کرتے تھے (۳) حرام کو حلال کرتے تھے اور حلال کو حرام کرتے تھے۔

(س۔۶۰) یہود، عیسائیوں اور مسلمانوں کے محترم ایام کون سے تھے؟

(ج) یہود کا ہفتہ۔ عیسائیوں کا اتوار اور مسلمانوں کا جمعتہ المبارک۔

(س۔۶۱) یہودیوں کا بندر بننے کا عذاب کہاں آیا اور کیوں؟

(ج) بحر قلزم کے کنارے شہر ایلہ میں مچھیروں پر کیونکہ وہ جمعہ کی رات کو جال پھینکتے تھے اور اتوار کی صبح کو مچھلیوں بھرے جال نکال لیتے تھے اور اسی (80) سال تک اسی طرح ماہی گیری کرتے رہے۔

(س۔۶۲) سورۃ البقرہ کا نام بقرہ کیوں ہے؟

(ج) چونکہ اس میں ایک گائے کے ذریعے مردہ کو زندہ کرنے کا واقعہ درج ہے۔ اس لئے اس سورۃ کا نام البقرہ ہے۔ بنی اسرائیل بہت زیادہ سوال کیا کرتے تھے۔ اُنہوں نے گائے کی نشانیاں پوچھ پوچھ کر حضرت موسیٰؑ کو تنگ کیا۔

(س۔۶۳) دل کے پتھر ہونے کی کیا نشانیاں ہیں؟

(ج) (۱) آنسو نہ نکلنا (۲) دنیاوی امیدوں کی زیادتی (۳) زیادہ بولنا اور زیادہ ہنسنا۔

(س۔۶۴) قرآن کے مطابق ویل کے عذاب کن کن کے لئے ہے؟

(ج) (۱) علماء بنی اسرائیل (۲) کم تولنے والے (۳) دکھاوے کی نماز پڑھنے والے۔

(س۔۶۵) ویل کیا ہے؟

(ج) (۱) آگ کا پہاڑ (۲) دوزخ کا گہرا کنواں (۳) نہایت گرم پتھر (۴) دوزخ کی ندی جس میں دوزخیوں کا لہو اور پیپ ہوگی۔ (تفسیر کبیر و عزیزی)

(س۔٦٦) آیت نمبر ۸۳ میں بنی اسرائیل سے کیا عہد لیا گیا؟

(ج) آٹھ باتوں کا عہد لیا گیا۔

(۱) صرف اللہ کی عبادت کرنی ہے (۲) ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک (۳) رشتے داروں کے ساتھ نیک سلوک (۴) یتیموں پر احسان کرنا (۵) مسکینوں پر احسان (٦) تمام لوگوں سے حسنِ سلوک (۷) نماز قائم کرنا (۸) زکوۃ ادا کرنا۔

(س۔٦۷) مدینہ میں موجود دو بڑے قبیلے کون سے تھے؟

ج) اوس اور خزرج۔ یہ دونوں قبیلے عرصے سے آپس میں لڑائیاں کرتے رہے تھے۔

کہیں پانی پینے پلانے پہ جھگڑا کہیں گھوڑا آگے بڑھانے پہ جھگڑا

(س۔٦۸) مدینہ کے قُرب وجوار میں رہائش پذیر یہود کے دو بڑے قبیلوں کے نام بتایئے؟

(ج) بنو قریظہ اور بنو نضیر

(س۔٦۹) اوس کی دوستی کس قبیلے سے تھی؟

(ج) بنو قریظہ سے

(س۔۷۰) خزرج کی دوستی کس قبیلے سے تھی؟

(ج) بنو نضیر

(س۔۷۱) تورات میں یہود سے آپس کے تعلقات کے بارے میں کیا عہد لئے گئے تھے؟

(ج) چار عہد تھے۔

(۱) آپس میں قتل و غارت نہ کرو۔

(۲) کسی کو جلاوطن نہ کرو۔

(۳) بھائیوں کے مقابلے میں دوسروں کی مدد نہ کرو۔

(۴) قیدیوں کو چھڑاؤ۔

(س۔۷۲) دنیا میں انبیاء رسل اور مرسلین کی تعداد بتایئے۔

(ج) ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی، تقریباً جن میں تین سو تیرہ رسول اور چار مرسل ہیں۔

(س۔۷۳) یہود نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبی نہ ماناسب سے بڑی وجہ کیا تھی؟ اگرچہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہچان لیا تھا؟

(ج) کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے خاندان یعنی بنی اسرائیل سے نہیں تھے اور آپ ؐ کا تعلق بنی اسماعیلؑ سے تھا۔

(س۔۷۴) یہود حضرت جبرائیل سے بغض اور دشمنی کیوں رکھتے تھے؟

(ج) کیونکہ حضرت جبرائیل گذشتہ قوموں پر عذاب لے کر آتے تھے اور اُنہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم پر نبوت کا تاج حضرت محمدؐ کے سر سجایا تھا۔

(س۔۷۵) یہود نے حضرت سلیمانؑ پر کیا الزام لگایا تھا؟

(ج) یہ کہ وہ جادوگر تھے۔ لیکن قرآن آپؑ کا یہ الزام دھوڈالا اور فرمایا **وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ** (اور سلیمانؑ نے کُفر نہ کیا)

س۔۷۶) ہاروت وماروت کون تھے؟

(ج) دو نہایت عبادت گزار فرشتے تھے۔ جن کو آزمائش کے لیے بابل شہر اتارا گیا۔ **وَمَا أُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوتَ وَمَارُوتَ** (البقرة:102)

(س۔۷۷) "رَاعِنَا" اور "اُنْظُرْنَا" میں کیا فرق ہے؟

(ج) رَاعِنَا (ہماری رعایت فرمایئے) عبرانی زبان کا لفظ ہے۔

اُنْظُرْنَا (ہم پر نظر کرم فرمایئے) عربی زبان کا لفظ ہے۔

(س۔۷۸) منسوخ اور ناسخ آیات میں کیا فرق ہے؟

(ج) وہ آیات جن کا حکم پہلے ہوا اور بعد میں ختم کر دیا جائے منسوخ اور وہ آیات جو نیا حکم لے کر آئیں ناسخ کہلاتی ہیں۔

(س۔۷۹) نسخ تلاوت اور نسخ حکم میں کیا فرق ہے؟

(ج) جس آیت کی تلاوت قرآن سے ختم کر دی جائے لیکن حکم باقی ہو نسخ تلاوت اور جس آیت کی

تلاوت باقی ہو حکم ختم کر دیا جائے نسخ حکم ہے۔

(س۔۸۰) نسخ کیوں کیا جاتا ہے؟

ج) ضرورت کے تحت، کسی کام کے لوگ عادی ہوں فوراً چھوڑ نا مشکل ہو تو آہستہ آہستہ بند کیا جاتا ہے۔مثلاً شراب کے حکام، عورت کی عدت کے احکام وغیرہ۔

(س۔۸۱) حسد کیسی برائی ہے۔اور اس کا کیا نقصان ہے؟

(ج) کسی کی مصیبت میں خوش اور کسی کی خوشی کو ناپسند کرنا حسد ہے۔حدیث پاک میں ہے کہ حسد نیکیوں کو ایسے کھا جاتی ہے جیسے آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے۔

(س۔۸۲) قیامت کے دن نیک اعمال اور بُرے اعمال کس طرح ظاہر ہوں گے؟

(ج) نیک اعمال خوبصورت شکلوں میں جبکہ بُرے اعمال بُری شکلوں میں عیاں ہوں گے۔

(س۔۸۳) یہود اور نصاریٰ کا کیا مطلب ہے؟

(ج) یہود: نہایت سخت توبہ کرنے والے (کیونکہ ان کو سخت توبہ کرنی پڑی)

نصاریٰ: مددگار (چونکہ حواریوں نے حضرت عیسیٰؑ کی مدد کا وعدہ کیا تھا)

(س۔۸۴) مسلمان کس کو کہتے ہیں؟

(ج) ایمان لا کر اپنا سب کچھ اللہ کی راہ میں قربان کرنے والے کو مسلمان کہتے ہیں۔

(س۔۸۵) ظالم ترین شخص کون ہے؟

(ج) جو لوگوں کو اللہ کی مسجدوں سے دور کرے اور مسجد کی بربادی کے کام کرے۔وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ (اور اس شخص سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا جو لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی مسجدوں سے روکے کہ اس میں ذکر کیا جائے)۔

(س۔۸۶) اللہ تعالیٰ اولاد سے پاک ہے۔دلیل کیا ہے؟

(ج) بہت زیادہ ہیں جیسے: فانی کو اولاد درکار ہوتی ہے کہ اس کا نام رہے جبکہ اللہ تعالیٰ لافانی ہے وہ کبھی بھی فنا نہیں ہوسکتا۔

(س۔۸۷) کیا دعا کے لیے کوئی سمت مقرر ہے؟

(ج) کوئی سمت مقرر نہیں۔ فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْ فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ (پس جدھر کو تم مُنہ کرو پس پاؤ گے ذات اللہ تعالیٰ کی)۔

(س۔۸۸) نبی کریمؐ کے والدین کے ایمان کی کیا دلیل ہے؟

(ج) بہت دلیلیں ہیں ان کے نام بھی مومنین والے ہیں آمنہ (ایمان والی) عبداللہ (اللہ کا بندہ) (نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں پاک ماؤں اور پاک باپوں سے منتقل ہوتا آیا ہوں) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَتَقَلُّبَکَ فِی السَّاجِدِیْنَ (اے نبیؐ ہم آپ کے مومنین کی پشتوں اور شکموں میں دورے کو دیکھ رہے ہیں یعنی از آدم تا عبداللہ آپ کے سارے آباؤ اجداد مومن تھے (تفسیر مدارک)

(س۔۸۹) قرآن کی تلاوت کا کیا حق ہے؟

(ج) (۱) خشوع وخضوع سے پڑھنا (۲) صحیح حروف ادا کرنا

(۳) رموز واوقاف کا دھیان رکھنا وغیرہ۔

(س۔۹۰) حضرت ابراہیمؑ کی آزمائش کن باتوں سے ہوئی؟

(ج) (۱) ہجرت (۲) بڑھاپے میں اولاد (۳) جنگل میں بیوی اور بیٹے کو چھوڑنا

(۴) نارِ نمرود میں کُودنا (۵) جان، مال، اولاد اور وطن کی آزمائش۔

(س۔۹۱) حضرت ابراہیمؑ کی کب پیدائش ہوئی؟

(ج) حضرت ابراہیمؑ کی پیدائش طوفانِ نوح سے سترہ سونو (1709) کے بعد اور عیسیٰؑ سے تقریباً دو ہزار تین سو سال پہلے شہر بابل میں ہوئی۔

(س۔۹۲) حضرت ابراہیمؑ کے چند فضائل بتایئے؟

(ج) (۱) آپ اپنے مابعد سارے نبیوں کے والد ہیں (۲) ہر دین والے آپ ہی کی تعظیم کرتے ہیں (۳) قربانی آپ ہی کی یاد ہے (۴) حج کے ارکان آپ کی یادگار ہیں (۵) خانہ کعبہ کی پہلی تعمیر آپ نے ہی کی۔

(س۔۹۳) خانہ کعبہ کا حدود اربعہ کیا ہے؟

(ج) بلندی 9 ہاتھ

رکن اسود سے رکن شامی تک کی دیوار 33 ہاتھ

رکن شامی سے رکن غربی تک کی دیوار 22 ہاتھ

رکن غربی سے رکن یمانی تک 31 ہاتھ

رکن یمانی سے رکن اسود تک 30 ہاتھ

(س۔۹۴) حضرت ابراہیمؑ کی کن دُعاوں کا تذکرہ ہے؟

(ج)(۱) اے میرے رب! اس گھر کو امن والا شہر بنا دے (۲) اس کے رہنے والوں کو وافر رزق دے (۳) اے ہمارے رب! ہماری یہ کوششیں قبول فرما (۴) ہمیں اور ہماری اولاد مسلمان بنا دے (۵) ہمیں عبادت کے طریقے سکھا (۶) ہماری توبہ قبول فرما (۷) اے ہمارے رب! ہمارے اندر ایک شان والا رسول بھیج دے جو آیتوں کو تلاوت کرے۔ کتاب اور حکمت کی تعلیم دے اور اِن کو پاک کرے۔

(س۔۹۵) حضرت ابراہیمؑ اور حضرت یعقوبؑ نے اپنی وفات کے وقت اولاد کو کیا وصیت فرمائی تھی؟

(ج) یہ کہ اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کرنا جو کہ ان کے آباؤ اجداد کے رب ہیں۔

(س۔۹۶) مقامِ ابراہیمؑ کیا ہے؟

(ج) وہ پتھر جو حضرت جبرائیلؑ حضرت ابراہیمؑ کے پاس جنت سے لائے تھے جس پر کھڑے ہو کر آپ نے تعمیر کعبہ کی جو کہ عمارت کے ساتھ اونچا ہوتا جاتا جب اُترتے تو اپنی جگہ پر آ جاتا۔

دوسرا جس پر کھڑے ہو کر آپؑ نے لوگوں کو اس گھر کے لئے بُلایا تھا۔

9789699855030

عظیم پبلی کیشنز